ماہنامہ المرشد لاہور

حصّہ اوّل

ماہنامہ **المرشد** لاہور

حضرت جیؒ نمبر — حصّہ اوّل

یکے از مطبوعات: ادارہ نقشبندیہ اویسیہ۔ دارالعرفان۔ منارہ۔ ضلع چکوال

فروری ۱۹۹۰ء

رجب ۱۴۱۰ھ

اس شمارے کی قیمت ۳۵ روپے ہے

شمارہ : ۷-۸

جلد : ۱۱

بدلِ اشتراک

فی پرچہ	۱۰ روپے
ششماہی	۵۵ روپے
چندہ سالانہ	۱۰۰ روپے
تاحیات	۷۰۰ روپے

غیر ملکی

سری لنکا۔ بھارت بنگلہ دیش	۲۰۰ روپے
سعودی عرب متحدہ عرب امارات اور مشرقِ وسطیٰ کے ممالک	۵۰ سعودی ریال
تاحیات	۳۰۰ سعودی ریال
برطانیہ اور یورپی ممالک	۱۰ سٹرلنگ پونڈ
تاحیات	۵۰ سٹرلنگ پونڈ
امریکہ اور کینیڈا	۲۰ امریکن ڈالر
تاحیات	۱۰۰- امریکن ڈالر

رقم / چندہ مضامین برائے اشاعت، تبصرے، شکایات، اشتہارات وغیرہ

بھیجنے کے لیے

المرشد، دیگر مطبوعات اور کیسٹ وغیرہ

منگوانے کے لیے

دفتر ماہنامہ "المرشد"

الوہاب مارکیٹ، غزنی سٹریٹ

اُردو بازار، لاہور۔ فون ۲۲۰۲۵۷

ماہنامہ **المرشد** کے :

بانی : حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ
مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست : حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ
شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مشیر اعلیٰ نشر و اشاعت : پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم۔اے (عربی) ایم۔اے (اسلامیات)

ناظم اعلیٰ : کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین

مدیر : تاج رحیم
طباعت : سیّد اکرام الحق
سرکولیشن : مرزا اسد علی بیگ

فہرست عنوانات

زندگی ۵
پردے کے پار ۴۷
اپنے خطوط کے آئینے میں ۵۹
تنظیمِ جماعت ۱۰۱
یادیں اُن کی ۱۲۱
اثرات و تاثرات ۱۴۷
محفل اُن کی ۱۶۹
تحریریں اور تقریریں ۱۹۵

شعبۂ اشتہارات

ناظم اشتہارات : سیّد اکرام الحق لاہور ٹیلیفون ۲۲۰۳۵۷

تاج رحیم	لاہور "	۸۷۷۲۴۹
نصر اللہ بٹر	گوجرانوالہ "	۸۸۳۴۴
امان اللہ ملک	گجرات "	۳۴۶۶
عبدالجبار ایڈووکیٹ	فیصل آباد "	۲۴۱۵۵ ۴۱۱۵۶
زاہد محمود	راولپنڈی "	۸۴۵۴۷۵
لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) محبوب خان	کراچی "	۵۴۴۹۹۰

کمپوزنگ : ایلیگینس کمپوزرز۔ اُردو بازار لاہور
آرٹ : محمد علی شاد مناوری
خطاطی : ظفر اقبال، اشرف جاوید، زاہد اقبال
سرورق : صلاح الدین ایوبی
پبلشر : حافظ عبد الرزاق
پرنٹر : طیب جمال پرنٹرز
۲ ریٹی گن روڈ، اچھرہ، فیروز پور روڈ، لاہور

اپنی بات

حضرت جیؒ کی زندگی اس دور میں شریعتِ محمدیؐ کا ایک جیتا جاگتا نمونہ تھا، اُسے اُس کے اصل رنگ میں پیش کرنا اس خصوصی شمارے کا مقصد ہے۔ وہ لوگ ابھی زندہ و سلامت ہیں جنہوں نے حضرت جیؒ کے ساتھ رات دن بسر کیئے۔ ان کے ساتھ شہر شہر، گاؤں گاؤں پھرے۔ ان کو بولتے سنا تو خاموش بھی دیکھا۔ محنت و مجاہدے میں دیکھا تو ذکر و مراقبات کرتے کراتے بھی دیکھا۔ اُٹھتے، بیٹھتے، چلتے پھرتے دیکھا۔ ان کا پیار دیکھا تو ان کا جلال بھی دیکھا۔ محبت و فیض کے خزانے لٹاتے بھی دیکھا۔ فیض کے اُس چشمے سے خود سیراب ہُوئے، دوسروں کو سیراب ہوتے بھی دیکھا۔ ایسے لوگ یادوں کے کیا کیا خزانے سینوں میں لیے پھرتے ہیں۔

یہ خیال آیا کہ ایسا نہ ہو یہ لوگ اُس قیمتی دولت کو اپنے ساتھ لے کر ایک ایک کر کے یہاں سے چلے جائیں اور بعد میں آنے والے حضرت جیؒ کی بدعتوں سے پاک اور مقدس زندگی کو افسانوں اور کہانیوں کے رنگ میں رنگ دیں جیسا کہ سب اولیاء اللہ کے ساتھ ہوا ہے۔

حافظ غلام قادری صاحب نے رات دن ایک کر کے یادداشت کے جو موتی چُنے ہیں۔ وہ ان کے خلوص اور حضرت جیؒ سے گہرے لگاؤ کا ثمر ہے۔ ابوظہبی سے اللہ دتہ تیمی صاحب کی یادداشت میں خلوص و عقیدت کے ساتھ جو حقیقت ہے وہ بھی آپ کے سامنے ہے۔ میجر غلام محمد صاحب کی "یادیں ان کی" کے بغیر یہ شمارہ خالی خالی لگتا۔ ڈاکٹر عظمت، حضرت جیؒ کے "آخری ایام" میں سب سے زیادہ ان کے قریب رہے۔ وہ حالات اور وہ جذبات ان سے بہتر اور کون بتا سکتا ہے۔ لکھنے والے وہ ساتھی بھی ہیں جن کے پاس جو تھوڑا تھا وہ بھی بہت کچھ ہے کہ انہوں نے ہم سب کو اس سے محروم نہ رکھا۔ اور ہمارے بہت سے وہ قابلِ احترام ساتھی بھی ہیں جن کے پاس بہت کچھ ہے۔ ماشاءاللہ پڑھے لکھے ہیں۔ لکھنے پہ آئیں تو قلم ان کا غلام ہے لیکن المرشد کے ان صفحات کو شاید اس قابل نہ سمجھا کہ بار بار درخواست کے جواب میں اپنے مشوروں کے سوا کچھ نہ دیا۔

وقت کی کمی کی وجہ سے اکثر آڈیو کیسٹ کو تحریر نہ کیا جا سکا اور کئی ساتھیوں کی نگارشات اس شمارے میں شامل نہ کی جا سکیں۔ انشاءاللہ حضرت جیؒ نمبر کی دوسری جلد میں ان سے پورا پورا استفادہ کیا جائے گا۔

حضرت جیؒ کی زندگی پر یہ خصوصی شمارہ ایک معمولی کوشش ہے جو ابھی نامکمل ہے۔

تاج رحیم

زندگی

"اے سجادہ نشینو! جو اپنے آباد کی مسندوں پر بغیر کسی استحقاق کے جمے بیٹھے ہو تم نے وہ طریقہ تو چھوڑ دیا جو اللہ تعالیٰ نے نبی اکرمؐ کے ذریعے انسانوں کی ہدایت کیلئے نازل فرمایا تھا اور اپنی خواہشات کی اتباع کو تم نے دین بنالیا اور ہر شخص پیشوا بنا بیٹھا ہے اور اپنے آپکو ہادی اور مہدی سمجھتا ہے حالانکہ وہ حقیقت میں ضال اور مضل ہے۔ ہم ان لوگوں کو قطعاً پسند نہیں کرتے جو محض دنیوی اغراض اور مادی مفاد کی خاطر لوگوں سے بیعت لیتے پھرتے ہیں ...... یہ لوگ راہزن اور ڈاکو ہیں جھوٹے اور فتنہ پرداز ہیں۔ لوگو! خبردار! ان ڈاکوؤں سے ہوشیار رہنا۔ تمہیں تو صرف اس شخص کو اپنا مرشد اور پیشوا بنانا ہے جو کتاب و سنت کی طرف دعوت دے... الخ"

میرے شیخ ــــــ حضرت مولانا محمد اکرم ــــ ۷

یہ اللہ والے ــــــ حافظ غلام قادری ــــ ۱۲

وہ ہستی ــــــ اللہ دِتہ تمیمی ــــ ۳۰

ایک نظر میں ــــــ تاج رحیم ــــ ۳۵

آخری ایام ــــــ ڈاکٹر عظمت بُٹر ــــ ۳۹

میرے شیخ

حضرت مولانا محمد اکرم

ہوش سنبھالا تو عالمی جنگ زوروں پر تھی اور نہ صرف ہمارا خاندان بلکہ ہمارا علاقہ ہی فوجی ہے لہٰذا روزانہ لوگوں کے مرنے کی اطلاعات موصول ہوئیں اپنے خاندان کے لوگ بھی کام آئے جنگ ختم ہوئی پھر ملک تقسیم ہوا پاکستان بنا وہ قتل وغارت بھی دیکھا اور سنا اس کے بعد بھی امن شاید روئے زمین سے اٹھ چکا تھا کہ ہر گھر جھگڑے اور لڑائی کا منظر پیش کرتا تھا سکول پھر کالج گئے مگر تعلیم ادھوری چھوڑ کر خاندانی جھگڑوں میں الجھنا پڑا پھر جس قدر نگاہ وسیع ہوتی گئی تو ہر طرف فساد ہی نظر آیا گھروں میں محلوں اور شہروں میں قوموں اور ملکوں کے مابین شاید جنگ اور گلا کاٹنے کے علاوہ کوئی ناطہ ہی نہیں۔

اس ماحول اور طرزِ حیات نے تلاشِ امن کا داعیہ دیا اور یوں دنیا کے بھرپور تجربے کے بعد عملی طور پر شریک رہنے کے بعد مذہب کی طرف پلٹا۔ پیر صاحبان اور علما سے روابط بڑھے معروف خانقاہوں پر حاضری دی مگر قصور شاید میرا تھا کہیں ٹک نہ سکا جہاں دیکھا تو میرا تجربہ یہ تھا کہ دولت کا حصول مقصد بن چکا ہے کہیں حضرات سونا بنانے کے چکر میں اور کہیں جنات کی تسخیر میں مصروف پائے۔ کوئی تعویذ گنڈوں سے پیسے بٹور رہا تھا تو دوسرا استخرات کے چلّے کاٹ رہا تھا طبیعت اچاٹ ہو جاتی تھی کہ یہ کام بندوق کی نالی پر آسانی سے ہو سکتا ہے پھر چلّہ کشی کی ضرورت؟

نیز اس سب سارے ڈرامے سے تھک کر تو ہم ادھر پلٹے اگر یہاں بھی یہی ہے تو کہاں جائیں؟ اللہ کریم کا شکر ہے کہ اس سب کچھ کو لوگوں کا ذاتی کردار ہی جانا اور مذہب کی طرف سے کوئی وسوسہ پیدا نہ ہوا ورنہ حالت یہ تھی کہ آدمی مذہب سے بیزار ہو جاتے۔

بہرحال جستجو جاری رہی جہاں کہیں کسی عالم یا پیر کا پتہ چلتا تو کوشش ہوتی کہ حاضری دی جائے یہ ۵۸ء، ۵۹ء کی بات ہے کہ قریبی ایک گاؤں میں شیعہ کا جلسہ تھا اور وہاں مولوی اسماعیل صاحب جو شیعہ کے نامور مناظر تھے مدعو تھے اہل سنت نے بھی جلسہ کیا اور حضرت مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ کو تشریف آوری کے لیے عرض کیا۔ میں بھی وہاں چلا گیا۔ کچھ دوسرے دوست بھی ساتھ تھے وہاں پہنچے تو خیال آیا پہلے مولوی صاحب سے ملاقات کی جائے۔ پتہ کیا کس مکان میں ہیں تو انہوں نے لوہاروں کا ایک گھر دکھایا کہ اندر تشریف رکھتے ہیں ان سے پوچھا تو پتہ چلا کہ مکان کے اوپر ایک کوٹھڑی ہے۔ وہاں آرام فرما رہے ہیں کچا مکان تھا اور کچے گارے سے بنی ہوئی سیڑھیاں۔ جب چھت پر پہنچا

تو اوپر ایک چھوٹی سی کچی کوٹھڑی نظر آئی جو اندر سے شاید چھ فٹ اونچی ہو. تنگ سے دروازے کا ایک کواڑ کھلا تھا اندر نگاہ ڈالی تو کوٹھڑی ٹوٹی ہوئی بعض نئی بننے والی ہلوں یعنی کاشتکاری کے مختلف آلات سے بھری پڑی تھی جنہیں ادھر ادھر کرکے ایک کھردری چارپائی بمشکل ڈالی گئی تھی اس پر پرانی سی دری اور نیم میلا سا سرہانا تھا جس پر عام لباس میں حضرت آرام فرما تھے۔ ململ کا ایک دوپٹہ سا چہرے پر ڈال رکھا تھا یہ تھی میری پہلی ملاقات۔ میں کھڑا سوچتا رہ گیا کہ عجیب شخص ہے ایک بہت بڑا عالم اور مانا ہوا مناظر ایک معروف شخصیت نہ جبہ نہ دستار۔ نہ نزاکت نہ بڑائی. نہایت بے تکلفی سے ایک بورے پر آرام کر رہا ہے. خیر میں انہیں جگانے کی جرأت تو نہ کر سکتا تھا. لہذا پلٹ گیا۔

پھر ظہر کی نماز کے بعد مسجد میں زیارت ہوئی پتہ چلا کہ مولانا صاحب نے کسی دوست کی ذمہ داری میں یہ کام دیا ہے کہ وہ شیعہ کا جلسہ وہاں بیٹھ کر سنے اور باتیں نوٹ کر کے لائے پھر دیکھیں گے اگر تو انہوں نے محض اپنے مذہب کی بات کی تو الجھنے کا فائدہ نہیں اور اگر شیعہ عالم نے مسلک حقہ اہل سنت والجماعت پر اعتراضات کیے تو ان کے مدلل جواب دیئے جائیں گے۔ چنانچہ ظہر کے بعد جلسہ شروع ہوا. پوری تقریر صرف اصلاح احوال کے لیے تھی. نماز اور وضو کے مسائل کا بیان تھا مسلمانوں کی حالتِ زار کا قصہ اور ساتھ ایک عجیب بات جو دورانِ تقریر سنی وہ یہ تھی کہ آپ نے فرمایا مجھ پر اللہ کا بہت بڑا احسان ہے کہ میں تزکیہ باطن کی تربیت کر سکتا ہوں حتیٰ کہ روحانی تربیت کر کے طالب کی روح کو بارگاہ نبوی میں پیش کر کے اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی طور پر بیعت کرا سکتا ہوں اگر کسی میں طلب ہے تو آئے اور اپنا دامن اس دولت سے بھر لے۔ مگر یاد رکھو میں آنے والے کو اندھیری کوٹھڑی میں بند کر دوں گا۔

شب و روز ذکر الٰہی کرنا ہو گا خوراک سادہ اور محدود دوں گا اور وہ خود دیکھ لے گا کہ یہ کیسے ممکن ہے عجیب تر بات یہ ہے کہ بہت بڑے مجمع میں کسی نے بھی اتنی بڑی بات اور اس بہت بڑے دعوے کا کوئی نوٹس نہیں لیا. اختتام جلسہ کے بعد کچھ دیر میں ان کی محفل میں رہا لوگ مختلف باتیں کر رہے تھے مگر اس موضوع پر کسی نے کوئی بات نہ کی حتیٰ کہ ہم واپس روانہ ہوئے جلسہ تو تین روز ہونا تھا کہ شیعہ کا پروگرام بھی اسی طرح تھا اور مقابلے میں اہل سنت کا بھی لہذا کل پھر آنے کا عزم لے کر چل پڑے راستے میں دوستوں کا تبصرہ یہ تھا کہ بھئی اس عالم کا کیا فائدہ اس نے تو شیعہ کے مقابلے میں کوئی بات ہی نہیں کی اور نماز روزہ کی تلقین کرتا رہا اور مسائل متعلقہ بیان کرتا رہا یہ کون سی بڑی بات ہے کافی دیر سننے کے بعد میں نے صرف اتنا کہا کہ تمہارا اندازہ درست نہیں یہ بہت عظیم انسان ہے جس نے وہ بات کہی ہے جس کی ہمیں ضرورت ہے اور بلا وجہ کسی الجھن میں ڈالنا مناسب نہیں سمجھا لیکن وہ میرے ساتھ اتفاق کرنے کو تیار نہ تھے۔ رہی بات روحانیت کی تو گویا انہوں نے کوئی بات سنی ہی نہ ہو۔ میں بھی چپ رہا اگرچہ وہ بات میرے دل میں کھب گئی تھی

دوسرے روز پھر جانا ہوا تو پتہ چلا کہ شیعہ مقرر نے تو براہ راست صحابہ کبار پر اور اہل سنت پر بھی سخت اعتراضات کیے ہیں آج کا اہل سنت کا جلسہ ایک دوسری مسجد میں تھا جو امام باڑے کے قریب تھی آج حضرت کے چہرے کا رنگ کچھ اور تھا جذبات کی گرمی عیاں تھی شیعہ مقرر نے بہت زیادہ گستاخی کر کے اس مرد حر کو جواب دینے پر مجبور کر دیا تھا جلسہ شروع ہوا تو حضرت نے ابتدائیہ کلمات میں فرمایا کہ شیعہ حضرات کے مقرر نے اعتراضات کر کے اپنی دانست میں بڑا تیر مارا ہے مگر خوب سن لو میں بفضل اللہ ان کے جوابات بھی مدلل طور پر دوں گا اور پھر مجھے حق ہے کہ شیعہ پر سوال بھی کروں اور شیعہ عالم کو چاہیے کہ اپنے مذہب کو ثابت کرنے کے لیے مجھے جواب دے مگر یہ شیعہ عالم بھاگ جائے گا اور میرے سوالات کے جواب نہ دے سکے گا. شیعہ حضرات کو چاہیے اسے جانے نہ دیں۔

یہ دوسری عجیب بات تھی جو سننے میں آئی مگر اس کی تصدیق اختتام جلسہ پر ہو گئی واقعی شیعہ عالم ظہر سے پہلے وہاں سے جا چکا تھا اور حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے ان کے اعتراضات کے بہت مدلل جواب ارشاد فرما دیئے تھے. مگر جو سوالات حضرت نے کیے وہ بدستور تھے کہ شیعہ عالم جواب دیئے بغیر چلا گیا یہ عالم اپنی شہرت اور علمی قابلیت کے اعتبار سے بہت مشہور تھا مگر حضرت کے سامنے جواب دینا اتنا آسان نہ تھا

دعائے مغفرت

ہمارے ساتھی ذوالفقار احمد خان صاحب کی بیوی مورخہ ۱۱ر دسمبر ۱۹۸۹ء کو قضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہے. احباب سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اس کا تجربہ اسے بارہا ہو چکا تھا کہ بارہا میدانِ مناظرہ میں اس کا سامنا حضرت سے ہوا اور اسے لاجواب ہونا پڑا۔

وہاں جلسہ اختتام پذیر ہوا تو حضرت منارہ تشریف لائے پھر علاقہ کے مختلف دیہات میں تقاریر کا پروگرام ہفتہ بھر رہا۔ جہاں آمدورفت پا پیادہ ہی تھی بندہ ہمرکاب رہا۔ ایک گاؤں میں دورانِ قیام موقع پا کر عرض کیا کہ آپ نے جو دعوت تصوف سلوک کے لیے دی ہے میں تو اس کا طالب ہوں تو فرمایا یہ مشکل کام ہے زندگی بھر کی خواہشات کچھا ور کرنا پڑتی ہیں آیۂ مبارکہ تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ اس طرح سے ہے بیشک بادشاہ جب کسی شہر کو فتح کرتے ہیں تو تباہ کر دیتے ہیں اور روساء ذلیل ہو جاتے ہیں۔ فرمایا یہ عشقِ الٰہی ہے اور بہت بڑا بادشاہ ہے جب دل کو فتح کرتا ہے تو بہت تباہی مچتی ہے اور خواہشات کی دنیا زیروزبر ہو جاتی ہے چنانچہ بات ختم ہو گئی ہفتہ بھر بعد حضرت کو بس پر سوار کر کے رخصت کیا مگر دل نے چین نہ لینے دیا چنانچہ تھوڑے ہی دنوں بعد راہِ سفر اختیار کی ان دنوں دندہ شاہ بلاول سے آگے پیدل جانا پڑتا تھا۔ بہرحال بندہ درِ دولت پہ جا پہنچا اور عجیب بات ہے وہاں حضرت نے فرمایا تم بہت بروقت آئے ہو دراصل اس کام کے لیے یہی عمر موزوں ہوتی ہے بندہ کی عمر تقریباً ۲۴، ۲۵ سال ہو گی اور یوں حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کا ساتھ نصیب ہوا اور بفضل اللہ ۲۵، ۲۶ برس آپ کی جوتیوں میں بسر ہوئے یہی میری زندگی کا سرمایہ ہے اگر ظاہراً کوئی لفظ سیکھا تو بھی آپ ہی کے فیض و برکت سے اور باطنی اور روحانی نعمتوں میں سے کوئی ذرہ نصیب ہوا تو بھی آپ ہی کی برکات سے۔ اس ربع صدی میں بندہ نے دیکھا کہ آپ کی ساری محنت احیاءِ دین کے لیے وقف تھی صحت و بیماری سفر و حضر رات اور دن یہی تذکرہ رہتا۔

ملک بھر کے شہر شہر قریہ قریہ سفر فرما کر مسلمانوں کی اصلاح کا فریضہ سرانجام دیتے۔ اور اس میں کبھی دنیوی مفاد کو مخل نہ ہونے دیا۔

ایک بار بلکہ تحصیل چکوال میں ایک غریب آدمی نے جلسہ کرنے کی دعوت دی میں حضرت کے ہمرکاب تھا تین روز جلسہ رہا۔ روزانہ حضرت بیان فرماتے اور باقی وقت ملاقات والوں کا تانتا بندھا رہتا کمرے میں آپ کے لیے ایک چارپائی اور دری سرہانہ اور بندہ کا ٹھکانہ فرش خدائی تھا۔ بہرحال بہت کامیاب جلسہ رہا چوتھے روز وہاں سے روانہ ہوئے تھوڑا سا پیدل چل کر بس اڈہ پہ پہنچے ان دنوں پنجاب ٹرانسپورٹ کی بسیں ہوا کرتی تھیں جب ہم سوار ہو چکے تو اہلِ دیہہ نے مجھے دس دس کے دو نوٹ دیئے یہ بیس روپے تو آمدورفت کا بس کا کرایہ بھی بمشکل پورا ہو رہا تھا میرے چہرے کے تاثرات کوئی زیادہ خوشگوار نہ تھے حضرت نے بھانپ لیا اور فرمایا کیا بات ہے میں نے عرض کیا حضرت یہ انہوں نے بیس روپے دیئے ہیں فرمایا شکر کرو انہوں نے کرایہ تو دے دیا ورنہ ہم تو اللہ کی رضا کے لیے کام کر رہے ہیں روپیہ ہمارا مقصد نہیں اگر وہ یہ بھی نہ دیں تو کرایہ جیب سے خرچ کر کے بھی دین کا کام تو کرنا ہے۔ یہ آپؒ کے کام اور سوچ کا انداز تھا۔

اس کے بعد آپ کے وصال تک شرفِ رفاقت نصیب رہا اکثر بیماری کی حالت میں اٹھنے کی سکت نہ ہوتی مگر جب دینی موضوع پر بات شروع ہو جاتی تو آپ اٹھ بیٹھتے۔

میں حلقۂ ذکر میں شامل ہوا تو چند ساتھی آپ کے ہمراہ ذکر کیا کرتے تھے جن میں باقاعدہ تو ایک دو ہی تھے مگر محض تبرکاً کہ ان کی بھی اصلاح تو ہو جائے گی۔ سفر و حضر میں آپ معمولاتِ ذکر میں کمی نہ آنے دیتے مگر اس دولت کا پتہ ہر کسی کو نہ دیتے بالآخر غالباً ۷۰ء میں آپ نے باقاعدہ ذاکرین کی جماعت ترتیب دینے کا فیصلہ کیا یہ فیصلہ آپؒ کا ذاتی نہ تھا بلکہ بارگاہِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے ارشاد ہوا تھا۔ چنانچہ دعوت عام شروع ہوئی اور یوں ذکر کی مجلس کی ابتداء ہوئی جو بندہ کے ایک کچے مکان میں منعقد ہونا شروع ہوئیں جو دارالعرفان سے چند میل کے فاصلہ پر جنگل میں میرے مزروعہ رقبے میں تاحال موجود ہے۔

ابتداً بندہ اور حضرتؒ جماعت تھے پھر دو سے تین اور پھر بڑھتے بڑھتے پندرہ سولہ تک کی تعداد ہو گئی اور اجتماع سالانہ شروع ہوا جو گرمیوں میں اسی ڈیرہ پر منعقد ہوتا۔

اس کے بعد بندہ نورپور آ گیا تو دو سال اجتماع نورپور میں منعقد ہوا۔ ازاں بعد بندہ منارہ منتقل ہوا تو اجتماع بھی وہاں جو گرمیوں میں ہی منعقد کیا جاتا تھا۔

رفتہ رفتہ احباب کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا لگ بھگ ۷۹/۸۰ء کے قریب بیعت ظاہری بھی شروع کی گئی دراصل اس سے پہلے

نسبتِ اویسیہ میں بیعت ظاہری نہ تھی ان حضرات کا مسلک یہ تھا کہ ظاہری بیعت کے لیے صالح افراد میسر آسکتے ہیں لہذا وہاں کر لی جائے اور نسبت اویسیہ میں وہ شخص قدم رکھے جو روحانی طور پر بیعت نبوی سے سرفراز ہونے کی تمنا رکھتا ہو اور اس کے لیے محنت کر سکے۔ مگر ۹/۸۰ء میں یہ بات بارگاہ نبوی میں پیش کی گئی کہ اب ظاہری بیعت کے لیے بھی محض رواجی پیر میسر آتے ہیں اور اکثر لوگ ان کی وجہ سے گمراہی کا شکار ہوتے ہیں چنانچہ بیعت ظاہری بھی بارگاہِ نبوت کی اجازت سے شروع کی گئی ۸۰ء کے بعد اجتماع کے لیے دارالعرفان کی بنیاد رکھی گئی جو اب بفضل اللہ ایک مینارہ نور ثابت ہو رہا ہے۔

بندہ کو ۵۸ء سے شروع ۸۴ء تک تقریباً پچیس ۲۵ برس شرف ہمرکابی حاصل رہا اور علوم دین کا جو حرف نصیب ہوا ہے یا کیفیات قلبی سے جو کچھ ملا ہے یہ سب اسی رفاقت کے صدقے نصیب ہوا ہے آپؒ کی ساری عمر ادیان باطلہ کے رد میں اور دین حقہ کو پھیلانے کے ساتھ مسلمانوں کی عملی زندگی کو واقعی اسلام کے تابع بنانے کی کوششوں میں صرف ہوئی اور اس میں نہایت جرأت و بے باکی سے اپنا فریضہ ادا فرماتے تھے باطل قوتوں کی طرف سے قاتلانہ حملے بھی ہوئے حکومتِ وقت نے بھی بارہا بڑا دباؤ ڈالا کہ تقسیم ملک کے بعد کا یہ تجربہ بھی بڑا عجیب ہے کہ طاغوتی طاقتیں اسلام اور مسلمان پر کیچڑ اچھالتی رہیں تو کوئی نوٹس نہیں لیتا۔ لیکن جب ان کے رد میں اور احقاق حق میں کچھ کہا جائے تو فوراً امن عامہ کا مسئلہ کھڑا ہو جاتا ہے مگر حضرتؒ نے ان تمام رکاوٹوں کو عبور کرتے ہوئے اپنا مشن جاری رکھا۔

ایک بار باغ آزاد کشمیر جانا ہوا وہاں تین روز کے لیے اہل سنت سالانہ جلسہ کر رہے تھے یاد رہے کہ آزاد کشمیر میں تب بھی علما تحصیل و ضلع وغیرہ کی سطح پر مفتی ہے اور سرکاری ملازم تھے چنانچہ امن عامہ کے نام پر حق و باطل کو یکجا کر رکھا تھا حتیٰ کہ شیعہ کا تازیہ جامع مسجد سے نکلا کرتا تھا اور صحابہ پر طعن صحن مسجد میں کیا جاتا حضرتؒ نے یہ سن کر اس پر سخت اعتراض فرمایا اور علما سے الگ ہو کر ایک واٹر سپلائی کے سپاہی کے پاس ڈیرہ رکھا جو کبھی آپ کا شاگرد رہا تھا تین دن کے جلسہ میں علما نے آپ پر بہت زور لگایا کہ ایسی تقریر کریں جس سے شیعہ سنی متحد رہیں مگر یہ نہ ہو سکا آخر شہر کے بااثر لوگ آپ کے پاس جمع ہوئے اور جاننا چاہا کہ آخر وجہ کیا ہے۔ شیعہ سنی کیوں متحد نہیں رہ سکتے۔ آپ نے تفصیلاً عقائد اور ان کی خرابی شیعہ کتب کے حوالہ سے بیان کی جس پر چوتھے روز اہل شہر نے جلسہ رکھا آپ نے نہایت بے باک انداز میں مذہب حقہ اور شیعہ کے باطل عقائد کا رد بیان فرمایا۔ اس روز سے وہاں حق و باطل میں امتیاز لوگوں کی سمجھ میں آیا۔ اور یوں پانچویں روز ہم وہاں سے واپس روانہ ہوئے علما نے تو کرایہ بھی نہ دیا بندہ کے پاس حضرتؒ کے کچھ رسالے تھے جو ان دنوں میں بیچتا رہا اور یوں واپسی کا کرایہ بن گیا۔

ایسے ہی ایک جلسہ آپ کے علاقہ کا یادگار جلسہ ہے۔ منجند ایک مشہور قصبہ ہے وہاں قادیانیوں کا بہت اثر ہو گیا اور چند بڑے بڑے بااثر زمیندار قادیانی ہو گئے چنانچہ انہوں نے وہاں خاتون مبلغہ بھی متعین کیں اور مردوں کا بھی پروگرام ترتیب دیا کہ یہاں سکول اور خیراتی ہسپتال بنایا جائے ختم نبوت تحریک کے جلسے بھی زور و شور سے ہوتے تھے مگر کوئی تدارک نہ ہو پا رہا تھا چنانچہ ایک بہت ہی غریب آدمی نے آکر حضرتؒ کو صورتحال سے آگاہ کرتے ہوئے جلسہ کرنے کی دعوت دی آپ وہاں پاپیادہ تشریف لے گئے ہم چند ساتھی ہمرکاب تھے رات وہاں ٹھہرے آپؒ کے لیے روکھی سوکھی کا اہتمام کر کے ہمارے لیے گاؤں سے ٹکڑے مانگ کر لائے گئے اور رات ہم نے زمین پر لیٹ کر بسر کی صبح جلسہ ہوا حضرتؒ نے فرمایا کہ یہ ان پڑھ لوگ ہیں علمی دلائل کو سمجھ نہیں سکتے اسی لیے تحریک کے جلسے کوئی اثر پیدا نہیں کر پا رہے چنانچہ اس کی اپنی کتب اور سوانح سے اس کی شخصیت، کردار اور عقائد کا نقشہ کھینچا تو وہ لوگ تائب ہو گئے اور قادیانیوں کا منصوبہ خاک میں مل گیا اگلے روز دس گیارہ میل کا راستہ ہم پیدل واپس جا رہے تھے۔

آپ کی تقریباً اسی سالہ حیات مبارکہ ایسے معرکوں سے پُر ہے آپؒ کے پاس بہت بڑی لائبریری تھی جو زندگی بھر کتب خرید خرید کر ترتیب دی جو اب دارالعرفان کی زینت ہے۔ آپ کی بہت بڑی زمینداری تھی پھر مزید زمین بھی خرید کر ورثاء اور اور اولاد کے رزق کا اہتمام فرمایا زندگی بھر کبھی دستِ نگر نہ ہوئے۔

اس سارے ہنگامہ زندگی اور معرکہ ہائے حق و باطل کے ساتھ آپ نے سلوک و تصوف میں لوگوں کی تربیت شروع کی تو پوری

اسلامی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کر دیا کہ تبع تابعین کے بعد یہ دولت یوں کبھی تقسیم نہ ہوئی تھی۔

بارگاہِ نبوت میں جو پہنچا مرد، عورت، بچہ، بوڑھا صحابی بن گیا۔ صحابہ کی صحبت میں پہنچنے والا تابعی بن گیا اور تابعین کی صحبت میں پہنچنے والا تبع تابعی بن گیا مگر اس کے بعد یہ طریق بدل گیا اور بزرگان دین اور مشائخ کی خدمت میں لاکھوں افراد حاضر ہوتے مگر صرف اصلاح ظاہر پاتے اور کیفیات قلبی ایک دو یا چند افراد کو نصیب ہوتی تھیں۔ اور بسا اوقات جب کوئی شیخ دنیا سے اٹھتا تو اس کے عقیدت مندوں میں ایک آدمی بھی ایسا نہ ملتا جس کے لطائف ہی روشن ہوں۔

نیز جن چند افراد کو کچھ ابتدائی تصوف و سلوک کے نصیب ہوتے تو انہیں کئی کئی سال ایک لطیفے پر لگانے پڑتے مگر حضرتؒ کے ہاں ایک توجہ میں جملہ لطائف روشن ہو جاتے پھر ہر آنے والے کے لیے فنا فی الرسول کا دروازہ کھلا تھا چنانچہ آپ کی حیات میں ایسے احباب جن کو فنا فی الرسول میں روحانی بیعت نصیب ہوئی، کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز بھی جو اب بحمداللہ ہزاروں میں شمار ہوتے ہیں۔

ہمارے ہاں ان صحافیوں [صوفیوں] کو بہت بڑا سمجھا جاتا ہے جو حواس کھو بیٹھیں مگر حقیقتاً یہ کمزوری اور نقص کی دلیل ہے اگر یہ جذب کمال ہوتا تو انبیاء کو نصیب ہوتا مگر کوئی بھی نبی مجذوب نہیں ہوا دراصل کمال یہ ہے کہ واقعی مقاماتِ سلوک نصیب ہوں اور آدمی پوری طرح خبردار اور باہوش و حواس رہے اس بارہ میں بھی جہاں تک بلندی منازل کا تعلق ہے تو اس کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ تبع تابعین کے بعد جو کام آپؒ نے کیا کوئی صوفی نہ کر سکا لہذا ظاہر ہے کہ تبع تابعین کے بعد روحانی قوت اور بلندئ منازل میں بھی آپ یکتا ہیں۔ منازل سلوک سے واقف لوگوں کو تو بندہ گنوا سکتا ہے۔ مگر جو اس فن سے واقف نہیں وہ بھی خوب جان سکتے ہیں تمام مشائخ کا احترام ہم پر واجب ہے۔ اور خدانخواستہ کسی کے حضور کوتاہی کا تصور بھی نہیں کر سکتے ہر ایک کے اپنے فضائل اور درجات ہیں مگر اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ بلندئ منازل میں کوئی بھی آپ کا ثانی نہیں یہ بھی آپ کی روحانی قوت اور آپ کی برکات ہیں کہ اب روئے زمین پر آپ کا سلسلہ تصوف پھیل چکا ہے۔ پاکستان، ہندوستان، بنگال، برما، فلپائن اور جاپان تک دوسری طرف حجاز مقدس، مشرقِ وسطیٰ کی ریاستوں، یورپ کے ممالک فرانس، جرمنی، ہالینڈ، سویڈن اور ناروے تک، برطانیہ، امریکہ اور کینیڈا کے علاوہ روس اور چین میں بھی آپ کے سلسلہ تصوف کے لوگ نہ صرف موجود ہیں بلکہ یہ سلسلہ پھیل رہا ہے۔ اللہ کرے یہ نعمت یونہی عام ہوتی چلی جائے اور پھر سے زمانے کو اسلام کی حقیقی بہار دیکھنا نصیب ہو آمین۔

میں نے یہ چند سطور محض تعارف کے طور پر لکھی ہیں ورنہ حضرتؒ کے کارہائے علمی کا احاطہ ممکن نہیں آپ کی تصنیفات اعلیٰ تحقیق کا نمونہ ہیں جن سے ایک پوری علمی دنیا استفادہ بھی کرتی ہے۔ اور حوالہ جات بھی باقی ہے اور انہیں دیکھ کر آپ کے علمی درجہ کا اندازہ ہوتا ہے جہاں تک مطالعہ اور یادداشت کا تعلق ہے تو ایک عالم نے فرمایا کہ میں ڈیڑھ دو گھنٹے مجلس میں بیٹھا آپ نے دوران گفتگو بہتر (۷۲) کتب کا حوالہ معہ مصنف کے حالات کے دیا اور ان میں اکثر کتب ایسی بھی تھیں جن کا نام ہم نے پہلی بار سنا۔

فروری ۸۴ء میں یہ آفتابِ علم و عمل دارِ دنیا سے دارِ بقا کو کوچ کر گیا۔ مگر آپ کی پھیلائی ہوئی روشنی تا حال چار دانگ عالم کو منور کر رہی ہے۔

فقیر محمد اکرم منجانب

دارالعرفان منارہ ضلع چکوال

یہ

اللہ والے

حافظ غلام قادری

اللہ کریم نے دین کی حفاظت کے کئی اسباب پیدا فرما رکھے ہیں۔ کوئی حصہ مسلم باجماعت یا علی الاعلان اس کا انکار ہونے لگے تو اپنے بندوں میں سے کسی کو بھی اس کے احیاء کا ذریعہ بنا دیتے ہیں۔ جہالت و گمراہی یا انکار میں جتنی شدت ہو اس کے دور کرنے کے لیے اپنے اس بندے کو اتنی ہی علمی روحانی اور ذہنی صلاحیتوں سے نوازا جاتا ہے۔

ماضی قریب میں عقائد اور دین کے بنیادی نظریات میں لوگوں نے کج بحثیاں شروع کر دیں۔ روافض نے زور پکڑا چکڑالوی مذہب نے سر اٹھایا۔ فتنہ پرویزیت نے قرآن و سنت کی نئی تاویلیں گھڑیں، نبوت کے عینی شاہدوں پہ اعتراضات ہونے لگے۔ اولیائے کرام کا درجہ بڑھا کر انہیں خدائی میں شریک کیا گیا یا پھر ان کی توہین کو توحید کا نام دیدیا گیا۔ فروعی اور معمولی اختلافات پر لوگ باہم دست و گریبان ہونے لگے۔ رسومات و بدعات نے سنت نبوی ﷺ کی اصل ہیئت کو ہی مسخ کر دیا۔ ایسے میں کھرے کھوٹے میں تمیز مشکل ہو گئی اور حسد تو یہاں تک آن پہنچا کہ حیاۃ انبیاء جیسے اجماعی اور متفقہ مسئلے کے بھی لوگ منکر ہونے لگے۔ تصوف جو دین کی روح ہے کا رشتہ اسلام سے ماننے کو ہی تیار نہ رہے ایسے میں نقالوں نے اپنی دکانیں سجالیں، زاغوں نے عقابوں کے نشیمن پہ قبضے جمائے۔ دین کے نام پر بھی لوٹ مار عام ہو گئی۔ درویشی بھی عیاری اور سلطانی بھی عیاری کا سماں پیدا ہو گیا۔

خدائے رحمٰن و رحیم نے ان حالات میں دین کی حقیقت کو عیاں کرنے، احیائے دین کے لیے دین کے ظاہر و باطن۔ علوم نبوت اور فیوضات و برکات نبوت سے اسلام کے بیر و کاروں کو سرفراز کرنے، تمام فتنوں اور نظریات باطل کی بیخ کنی کرنے کے لیے اپنے جس بندے کو منتخب فرمایا وہ تھے سیدی مرشدی الحضرت مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ تعالے علیہ۔ آپ کی جائے پیدائش چکڑالہ ضلع میانوالی ہے۔ جو اس دور میں مندرجہ بالا تمام فتنوں کا مرکز اور عبداللہ چکڑالوی کے نئے نظریات کی وجہ سے مشہور تھا۔

حالات زندگی

آپ ۱۹۰۴ء میں اعوان قوم کے زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے

والد کا نام ذوالفقار تھا۔ خاندان کا دین سے ایسا کوئی خاص لگاؤ نہ تھا کہ جس کی وجہ سے یہ توقع کی جا سکتی کہ اس گھر میں پیدا ہونیوالا بچہ احیائے دین کا ذریعہ بنے گا۔ کھیتی باڑی کے ساتھ ساتھ بھیڑ بکریاں پال کر گزر بسر ہوتی۔ لڑائی، جھگڑا، دشمنی، چوری چکاری، قتل و غارت اور پھر عدالتوں کے چکر کاٹنے کا رواج عام تھا۔ اسلحہ ہر شخص کی ضرورت تھی۔ دین سے بس اتنا لگاؤ تو تھا کہ مسلمان کہلاتے تھے۔ اللہ کریم نے حضرتؒ کو ان سب فضولیات سے محفوظ رکھا۔

بچپن میں کھیتی باڑی میں والد کا ہاتھ بٹانا شروع کیا۔ کچھ بکریاں بھی پال رکھی تھیں۔ چکڑالہ کے شمال میں اڑھائی تین میل کے فاصلے پر ایک چھوٹے سے ڈیرے پر قیام تھا۔ بکریوں کے لیے پتے کاٹتے ہوئے بیری کے درخت سے ایک مرتبہ گرے۔ دائیں ٹانگ پہ چوٹ آئی جس کا اثر آخری عمر تک تھا کہ سردیوں میں سہارے کی ضرورت ہوتی۔

بچپن سے ہی صالح فطرت کا عکس آپ کی شخصیت میں جھلکتا تھا۔ خود ہی فرمایا کرتے تھے۔ جب سے میں نے ہوش سنبھالا، حقہ، سگریٹ جیسی تمام خرافات سے محفوظ رہا۔ نماز کبھی قضا نہیں ہوئی۔ ہر برائی سے اللہ نے میرے دل میں نفرت پیدا کر دی اور اسلام کی محبت کا جذبہ دل میں موجزن تھا۔ جس کا اثر بعد کی زندگی میں نمایاں نظر آنے لگا۔

آپ کے دو اور بھائی بھی تھے جن میں سے ایک جوانی میں ہی انتقال کر گئے اور دوسرے کا نام بہادر ہے جن کا مکان چکڑالہ میں حضرتؒ کے گھر کے پچھواڑے جنوب میں ہے۔ وہ ابھی تک زندہ ہے لیکن بینائی سے محروم ہے۔ ان دونوں بھائیوں کی سوچ فکر، مساعی سبھی بالکل الگ، بہادر بے دینوں کا حامی، بدمعاشوں کا ساتھی، علاقہ کے مشہور بااثر شخصیات، کا دست راست تھا۔ آپ کے منع کرنے پر مخالفت پہ اتر آیا بلکہ ایک مرتبہ نوبت لڑائی کی آگئی تو حضرتؒ نے ڈنڈا لیکر پیچھا کیا اور بھگا دیا۔ لیکن آپ کو زک پہنچانے یا تنگ کرنے کا کوئی موقعہ اس نے کبھی ضائع نہیں کیا۔ جس کی وجہ سے اس اکلوتے بھائی سے آپ زندگی بھر تنگ ہی رہے۔

ملازمت

بارانی علاقہ میں بارش کے بغیر فصل نہیں ہوتی معاشی طور پر گھریلو حالات اتنے اچھے نہ تھے جوانی کے ابتدائی ایام میں شادی ہو گئی۔ زمینداری والا کام بھی طبیعت کو پسند نہ تھا۔ آپ کے ماموں پشاور میں پولیس میں تھے۔ انہوں نے ساتھ جا کر میانوالی پولیس میں بھرتی کروا دیا۔ یہ نوکری پسند نہ آئی اور جلد چھوڑ دی۔ دوبارہ ماموں ساتھ پشاور لے گئے اور جیل کے عملہ میں ملازمت دلوا دی۔ جیل کا داروغہ ایک ہندو تھا۔ قیدیوں کو ملنے والا سامان ہضم کر لیتا اور رقم بھی خورد برد کر جاتا انگریز کی حکومت میں یہ کام عملہ کے تعاون کے بغیر ممکن نہ تھا حضرتؒ بھلا کیسے اس سے تعاون کرتے۔ نیا آدمی سمجھ کر اس نے رعب ڈالنے کی کوشش کی تو آپ کے ہاتھ میں جیل کی بڑی بڑی چابیوں کا گچھا تھا اسے دے مارا۔ جس کی وجہ سے آپ کا کورٹ مارشل ہو گیا۔ اور گھر آ گئے۔

جیل کی اس ملازمت کے دوران آپ نے اپنے شوق کے مطابق لکھائی پڑھائی شروع کر دی فہانت اللہ نے وافر مقدار میں عطا کی تھی۔ پانچویں جماعت تک کا مکمل نصاب قلیل سے عرصہ میں ختم کر لیا۔

تحصیل علم

عمر کے ابتدائی بیس سال گزر چکے تھے گھر آکر والدہ مکرمہ سے دینی علم پڑھنے کی اجازت چاہی۔ بابا نور محمد کا آپ سے گہرا لگاؤ تھا۔ جس نے اس تعلق کو زندگی بھر خوب نبھایا حتیٰ کہ خوش نصیبی کی انتہا کو پایا گیا کہ قبر تک کا بھی ساتھی ہے۔ نور محمد بھی آپ کے ساتھ تیار ہو گیا رات حضرتؒ کی والدہ نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ ان کے گھر تشریف لائے اور دو تھیلیاں بھری ہوئی دیں کہ یہ تمہارے بیٹے کے لیے ہیں۔ انہوں نے نور محمد کے لیے بھی طلب کیں تو صحن کے درمیان میں زور سے اپنا عصا مار کر پوچھنے لگے کیا یہاں بھی کچھ اُگ سکتا ہے؟۔

دو تھیلیوں سے مراد علوم ظاہر و علوم باطن تھے جو واقعی اللہ کریم نے وافر مقدار میں آپ کو عطا فرمائے۔ حصول علم میں بیوی کے حقوق کا خیال آیا تو اسے فارغ کر دیا تاکہ یکسوئی سے دینی تعلیم مکمل کی جا سکے۔ کہاں اور کس استاد سے آپ نے علم کی ابتدا کی اور کتنا عرصہ وہاں ٹھہرے ان تفصیلات، کا تو

علم نہیں ہو سکا۔ اس دور میں باقاعدہ مدرسے نہیں تھے۔ کسی گاؤں میں کسی فن میں کمال رکھنے والے استاد کے پاس جا کر طلبار وہ فن سیکھتے ان کتابوں کی تکمیل کے بعد کسی اور کے پاس حاضر ہوتے۔ اٹی والے استاد جو صرف و نحو سے ماہر تھے، لنگر مخدوم کے قریب چک نمبر ۱۰ ببلوال کے نواح میں اور چکوال کے قریب اٹے دالا موہڑہ جیسی کئی جگہوں پر رہ کر آپ نے صرف و نحو، منطق، فلسفہ اور دیگر مروجہ عربی اور فارسی کی کتابیں نہ صرف پڑھیں بلکہ ان میں کمال حاصل کیا۔ اسی وجہ سے آپ اپنے دور کے بہترین مناظر تھے۔

ایک مرتبہ ایک مولوی صاحب نے تصوف پر اعتراض کیا۔ جواباً انہیں سمجھایا لیکن وہ بھی عالم تھے کیسے مانتے تو فرمایا حرف " لا " کی فلاں فلاں اقسام ہیں۔ لا الہ الا اللہ میں حرف 'لا' کون سی قسم سے ہے۔ اعتراض تو آسان تھا کہ میں نہ مانوں لیکن یہ تو کوئی نحوی ہی بتائے! ایک مولوی صاحب سے پوچھا قرآن مجید کا سارا خلاصہ سورہ فاتحہ میں ہے۔ سورہ فاتحہ کا خلاصہ بسم اللہ میں اور بسم اللہ کا خلاصہ حرف با میں۔ اور 'با' کا اس کے نقطے میں۔ یہاں یہ حرف تلبس کا ہے یا کون سی قسم ہے؟ جواب کیا دیا ہو گا؟؟

کبھی کبھی مزاح کا انداز بھی اختیار فرماتے۔ شنکیاری ضلع مانسہرہ کے نواح میں فرمایا " تصوف تزکیہ اور فقیری ساری کی ساری میرے رب نے محمد رسول اللہ کے جوتوں کے خاک میں رکھ دی ہے۔ جس کو جو ملتا ہے اسی خاک کے صدقے، سنت پر عمل ہے۔ سنت سے باہر خرافات کے علاوہ کچھ نہیں " ایک مولوی صاحب نے اعتراض کیا " آپ کا طریقہ بدعت ہے " پوچھا کیسے؟

کہنے لگے " آپ سانس سے اللہ ھو کرواتے ہیں "

فرمایا " اللہ ھو کہنا بدعت ہے؟ تو کیا رام رام کہا جائے " اور اگر سانس لینا بدعت ہے پھر تو آپ بھی پینتیس سال سے بدعتی ہو گئے "

پھر فرمایا " اللہ کے بندے کہیں بدعت کی تعریف بھی کبھی پڑھی ہے کہ صرف اعتراض کرنا ہی سیکھا ہے کہ ہر کام بدعت یا شرک ہی ہے "

حصول علم میں حضرت کو چند خصوصیتیں حاصل رہیں اللہ کریم نے حافظے کی نعمت وافر مقدار میں عطا فرمائی۔ استاد محترم سے سبق ایک مرتبہ سنتے ہی ازبر ہو جاتا۔ دہرانے کی ضرورت شاذ و نادر ہی پیش آتی۔ کبھی کبھار طلبا کے ساتھ مل کر دہراتے تو طلبہ کو گمان ہوتا کہ اس نے ساری کتابیں پہلے ہی پڑھ رکھی ہیں۔ اب تو محض دہرائی کر رہے ہیں اور عمر کی وجہ سے یہ شبہ یقین بن جاتا۔ اللہ کی اس خصوصی نعمت کی وجہ سے آپ نے کسی استاد کے پاس چھ ماہ سے زائد عرصہ نہیں گزارا۔ علم دین کے حصول میں آپ کے کل دو سال اور چھ ماہ لگے۔ اللہ کریم نے آپ سے دین کا کام لینا تھا۔ اس لیے ایسی نعمتیں وافر مقدار میں ودیعت کر رکھی تھیں۔

اساتذہ کے سلسلے میں قاضی شمس الدین پنڈی گھیپ دارے والی مسجد کے خطیب جو تھے پچھلے سال ۱۹۸۸ء میں رحلت فرما چکے ہیں کا نام بھی لیا جاتا ہے۔ محض غلط فہمی ہے چند اسباق کی دہرائی حضرت نے قاضی صاحب کے پاس کی جو کسی وجہ سے آپ کی عدم موجودگی میں پڑھائے گئے تھے جبکہ قاضی صاحب مرحوم نے مناظرہ رشیدیہ کی کتاب حضرت سے سبقاً سبقاً پڑھی۔

دورۂ حدیث

مختلف اساتذہ سے استفادہ کے بعد آپ مدرسہ امینیہ دہلی دورۂ حدیث کے لیے تشریف لے گئے۔ اس مدرسہ کی کفالت اور سرپرستی مفتی کفایت اللہ صاحب فرما رہے تھے۔

ریشمی رومال تحریک کی وجہ سے مدرسہ دیوبند ان دنوں بند تھا۔ وہاں کے اساتذہ یا تو قید و بند کی صعوبتیں جھیل رہے تھے یا ملک بدر کر دیئے گئے۔ اور جو انگریز کی دست برد سے بچ رہے ان میں سے اکثر مدرسہ امینیہ ہی میں تعلیم و تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ جنکی قابلیت سے حضرتؒ نے استفادہ کیا۔

علم طب

علوم دین کی تکمیل کے بعد آپ نے علم طب کی کتابیں پڑھیں اور چھ ماہ کے عرصہ میں اس میں خوب مہارت حاصل کر لی۔ آپ کی تشخیص درجہ کمال کی تھی۔ اکثر فرمایا کرتے تھے میں اگر طب کو

کو بطور پیشہ اپناتا تو بڑا کامیاب حکیم ہوتا۔ گھر میں شربت اور دوائیں تیار رکھی ہوتی تھیں۔ مقررہ وقت پہ عورتیں بچے جنہیں کوئی عارضہ ہوتا حاضر ہو کر دوا لے جاتا۔ ساتھیوں میں سے اکثر خط میں جب اپنے یا گھر والوں کی بیماری کا لکھ کر دعا کی درخواست کرتے تو آپ علاج یا نسخہ بھی ساتھ تجویز فرما دیتے۔ یرقان، جگر کی خرابی کے لیے کئی اقسام کے شربت، شربت دلشاد جو مفرح اور مقوی قلب کا نایاب نسخہ ہے جس کو حکمار چھپائے رکھتے رہے۔ آپ نے اکثر احباب کو نوٹ کروایا۔ جو میرے پاس بھی لکھا ہوا ہے۔ یرقان اور خرابی جگر کا اکسیر نسخہ کرنل علی احمد صاحب کے پاس ہے جس سے کتنے لوگ شفایاب ہو چکے ہیں۔

طبیعت کی سخاوت کی وجہ سے علم طب کو آپ نے فلاح عامہ کے لیے عام کر دیا۔

تحصیل علم کے بعد آپ کی دوسری شادی ہوئی جس سے ایک بیٹا مولوی عبدالرؤف اور بیٹی سعدیہ ہیں۔ دونوں کا سسرال میں چونکہ آپ کے بھائی بہادر سے تعلق و رشتہ ہے جس کے اثرات حضرت سے تعلقات پہ بھی پڑے اور آپ کو مزید پریشانیاں بھی دیکھنا پڑیں۔

درس تدریس کا کام شروع کیا اور اسی سلسلے میں ملتان کے ایک مدرسے میں بحیثیت مدرس کچھ عرصہ رہے۔ یہ مدرسہ اہل سنت اور اہل حدیث کا مشترکہ تھا۔ یہاں رہ کر اہلحدیث علمار کے نظریات کا مطالعہ کیا۔ ایک مرتبہ اہل حدیث اساتذہ نے طلبار کو اپنی حقانیت کے ثبوت دیئے اور مذاہب اربعہ پر تنقید کرتے ہوئے اس کو فضول قرار دیا۔ طلبہ نے تقلید کی افادیت و ضرورت کے بارے حضرت سے دریافت کیا تو آپ نے اہل حدیث علمار سے ایک مسئلہ دریافت فرمایا۔

" ایک شخص نے کسی کے گھر سے انڈے چوری کر کے ان سے بچے نکلوا لیے۔ بعد کو اسے اپنے جرم کا احساس ہوا۔ اب توبہ کرنے کے لیے وہ تمام مرغ جو ان انڈوں سے نکلوائے تھے، واپس کرے یا اور انڈے خرید کر دیدے۔ حدیث میں سے اس کا حل بتایئے؟؟

کچھ جواب نہ مل سکنے پہ امام ابو حنیفہؒ نے اسی مسئلے پہ جو فیصلہ لکھ رکھا تھا کہ کلام اللہ میں سورہ مومنون میں انسانی

تصوف و سلوک القائی اور انعکاسی چیز ہے جو القاء اور صحبتِ شیخ سے حاصل ہوتی ہے کتبِ تصوف سے نشانِ راہ تو مل سکتا ہے مگر منزل تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ حالات، واردات کیفیات اور روحانی ترقی کے لئے مراقبات کتابوں سے سیکھنے کی چیز نہیں کیونکہ واضع نے ان کے لئے الفاظ وضع نہیں کئے۔ یہ کمالات شیخ کے سینے سے حاصل ہوتے ہیں۔ جس نے ولایت و معرفت کا عملی نمونہ دیکھا ہی نہیں وہ عارف کیسے بنے گا۔ دربار نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تک رسائی تصوف و سلوک کے مقامات میں سے ایک اہم ترین مقام ہے جہاں سے سلوک کے اعلیٰ مقامات کے لئے فیض ملتا ہے ظاہر ہے کہ جو شیخ اس مقامِ رفیع تک رسائی نہیں رکھتا اور پھر بھی سلوک طے کرانے کے لئے بیعت لیتا ہے وہ دھوکہ باز نہیں تو اسے اور کیا کہا جائے۔

تخلیق کے مراحل بیان فرما کر روح پھونکنے اور زندگی بخشنے کو جداگانہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ

امام صاحب نے مندرجہ بالا آیت سے اس مسئلے کے حل کو واضح کرتے ہوئے فرمایا ہے انڈے اور چیز تھی اور مرغ دوسری مخلوق۔ لہذا انڈے چوری کرنے والے کو انڈے ہی واپس کرنا ہوں گے۔

انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "تقلید تو آپ کو بھی کرنا ہوتی ہے جو ہر کسی کی مجبوری کرتے ہوتے جبکہ ہم صرف ایک شخص کے ورع تقوی اور دینی فراست پہ اعتماد کر کے اسی سے قرآن و حدیث کی روشنی میں مسائل کا حل پوچھ لیتے ہیں

ملتان میں قیام کے دوران ایک بچہ امین الدین پیدا ہوا۔ جس کا جلد ہی انتقال ہو گیا۔ اور پھر زوجہ محترمہ بھی اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ امین الدین کی یاد میں آپ نے اپنے نواسے حافظ عبیداللہ صاحب کے بیٹے کا نام امین الدین پسند فرمایا۔ ان حالات میں مجبور اُدا بیس گاؤں تشریف لے آئے۔

چکڑالہ میں دینی خدمات

ملتان سے جب واپس آپ گھر تشریف لائے تو دیکھا چکڑالہ ہر قسم کے شر اور باطل نظریات کا مرکز تھا۔ بے دینوں نے اپنی قوت کو مجتمع کر رکھا تھا۔ باہر سے اگر کوئی عالم آکر حق بتانا بھی چاہتے تو لوگ اس کو ڈراتے دھمکاتے۔ حویلیاں کی طرف آنے والے ایک شاہ صاحب کو روافض کے چند اوباشوں نے پیٹا جس کا اثر اب یہ ہوا کہ باہر سے علماء چکڑالہ نہیں آتے تھے۔ گویا حق بے بس و مجبور اور باطل اپنی من مانی کر رہا تھا۔

نت نئے فتنوں اور برائیوں کی وجہ سے عرب کے دورِ جاہلیت کی طرح قبیلے اور برادریوں میں خاصا اتحاد تھا۔ آپ نے دین کا کام شروع کیا باطل نظریات کی تردید بڑی جرأت و بیباکی سے شروع کی گمراہ فرقوں کے لئے یہ ناقابل برداشت تھا۔ لیکن اُن کے شر کے مقابلے پہ آپ کی برادری اور قبیلے کے لوگ آپ کی حمایت کرنے لگے۔ سرخرو نامی ایک شخص کا ذکر آپ اکثر فرمایا کرتے تھے جو دلیر اور نڈر قسم کا ایک بدمعاش تھا۔ لیکن آپ کی دینداری سے بے حد متاثر ہوا۔ ملنے آتے تو سامنے کبھی چارپائی پر نہ بیٹھتا کہا کرتا ''مولوی صاحب آپ ایک عالم باعمل شخص ہیں ہم بے دین اور جاہل بھلا آپ کے برابر میں کیسے بیٹھ سکتا ہوں۔'' چکڑالہ یا گردونواح میں کہیں آپ تقریر فرماتے تو سرخرو معہ اپنے احباب کے حاضر ہوتا۔ اس کا کہنا تھا۔ دین تو سیکھ نہیں سکتے نہ ہی آپ جیسے دیندار بن سکتے ہیں لیکن ہماری توانائیاں ہی اگر حق کی سربلندی و اشاعت کے لئے لگ جائیں تو بھی خوش نصیبی ہے ۱۹۷۳ء میں میانوالی میں دشمنی کی وجہ سے اُس کو کسی نے گولی سے اڑا دیا۔ دین کے لئے اس کا یہ جذبہ آپ کا احترام اس کے کام آگیا۔

ایک مرتبہ ایک شیعہ عالم باہر سے چکڑالہ تقریر کے لئے آئے۔ مخالفین پر خوب اعتراضات کئے۔ آپ چونکہ اس عرصہ تک اُن کے نظریات سے خوب واقف ہو چکے تھے اور کتابیں بھی اکٹھی کر لی تھیں۔ آپ وہاں ہی مجمع میں تشریف لے گئے۔ ''مقرر کی کسی دلیل کا کھڑے ہو کر جواب دیا۔ تو اس نے انکار کر دیا۔ آپ کتابیں بھی ساتھ لے گئے تھے جو قریب ہی چارپائی پر رکھی تھیں۔ فوراً کتاب کھولی صفحہ نکالا اور مقرر کے سامنے رکھ دی عبارت پڑھنے کے باوجود شیعہ عالم نے مجمع سے مخاطب ہو کر کہا ''مولوی صاحب نے جو حوالہ دیا ہے کتاب میں تو وہ کہیں موجود نہیں۔''

دن دھاڑے مقرر کی اس دیدہ دلیری نے آپ کو حیران کر دیا کتاب مقرر کے ہاتھ سے واپس لی، اور اچانک اسی کی گردن پہ دے ماری، جس کی اس کو ذرا بھی توقع نہ تھی۔ گھبراہٹ میں نیچے گرا، آپ نے اوپر سے لاتوں اور گھونسوں کی بارش برسا دی مجمع سے اس کے حامی اٹھنے لگے تو آپ کے ساتھیوں نے للکارا ''اوپر اٹھنے والا سر گولی کا نشانہ بنے گا۔''

علمی قابلیت کے ساتھ ساتھ جب لاتوں کے بھوت لاتوں سے ہی منوائے جانے لگے تو تمام باطل فرقے آہستہ آہستہ سر چھپانے لگے۔ مقامی ہونے کی وجہ سے آپ اشاعت حق کے لئے ہر وقت کوشاں رہے۔ جبکہ باطل عقائد کا عالم بھی وہاں کوئی نہیں تھا اور باہر سے جو کبھی کبھار آتے بھی تھے اب ڈرنے لگے آپ اکثر فرمایا کرتے تھے بے دینوں نے بھی دین کے لئے میری مدد کی ہے۔

لائبریری

باطل نظریات کی بیخ کنی کے لئے اُن کا مطالعہ ضروری ہے۔ کیونکہ جب تک اچھی طرح واقفیت نہ ہو تو اُن سب کا رد ناممکن ہے۔ اور علماء سے آپ کو یہ شکوہ ہمیشہ رہا ہے کہ نہ تو یہ لوگ مطالعہ کرتے ہیں نہ ہی باطل عقائد و نظریات کا علم سیکھتے ہیں۔ بلکہ فرماتے تھے علم تو دنیا سے نابود ہی ہو گیا ہے۔ علماء نہ تو محنت کرتے ہیں نہ ہی ان کے پاس قوت خرید ہے کہ ان کتابوں کو خرید کر پڑھ سکیں۔ جبکہ اپنے بارے فرماتے۔ میرے والد زمیندار تھے۔ وراثت میں مجھے زمین ملی۔ میری پھوپھی کی کوئی اولاد نہ تھی انہوں نے اپنی زمین میرے نام کروا دی اور اس طرح چار سو کنال زمین سے جو آمدن ہوتی ہے۔ میں اکثر کتابیں ہی خریدتا رہتا ہوں۔ آخر عمر تک ساتھیوں میں سے کوئی مصر جاتا تو وہاں سے ملنے والی کتابوں کے نام دیتے۔ ایران عراق کوئی جائے یا یورپ کتابوں کی تلاش اس کا پہلا کام ہوتا۔ کراچی اپنے قیام کے دوران نور محمد کارخانۂ تجارت والوں سے کتنی کتابیں خود میری معرفت آپ نے منگوائیں۔

مقصد ہے اللہ کی رضا حاصل کرنا اور بیعت ذریعہ ہے تاکہ ایک کامل کی شاگردی اختیار کر کے یکسو ہو کر تعلیم حاصل کرتا رہے اور ترقی کرتا چلا جائے۔

ہر مذہب و عقیدت کی کتاب آپ کی لائبریری میں موجود ہوتی حتیٰ کہ ہندوؤں کے وید۔ انجیل کے کچھ نسخے، مرزائیوں کی کتابیں اور شیعہ عقائد پر تو بے پناہ کتب آپ کی ذاتی لائبریری میں موجود تھیں۔ فرمایا کرتے تھے اداروں کو چھوڑ کر پاک و ہند میں اتنی بڑی لائبریری جو خود اس کی ذاتی ہو شاید ہی کسی کے پاس ہو۔ ۱۹۷۵ء تک تقریباً پانچ لاکھ روپے کی مالیت کی تھی۔ جس میں اٹھارہ مختلف تفاسیر حدیث کی بہت سی کتابیں، چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی ہر طرح کی دینی کتب موجود تھیں جن کی آپ پوری حفاظت بھی فرماتے۔

مطالعہ

لائبریری میں کوئی کتاب ایسی نہیں تھی جس کو آپ نے اچھی طرح پڑھ کر اس کے حاشیہ پر نوٹ نہ دیئے ہوں۔ آپ کی اکثر کتابوں کے ابتدائی صفحات پر کتاب کا خلاصہ بعض اوقات مصنف کے نظریات لکھے ہوتے۔ کتابوں کو دیکھ کر ہی آپ کے شوق مطالعہ کا اندازہ ہو جاتا ہے، ترجمہ کی بجائے آپ اصل زبان میں ہی کتاب پڑھتے۔ اس لئے عربی زبان میں اکثر کتب موجود ہیں گرمکھی اور ہندی زبان بھی آپ نے سیکھی تاکہ ہندوازم کا مطالعہ بھی کر سکیں۔

مطالعہ کی عادت آپ کی اس قدر تھی کہ کہیں بھی دورے پر تشریف لے جاتے چند کتب ساتھ ضرور ہوتیں۔ فرصت ملنے پر کتاب کا مطالعہ فرمانے لگتے۔ اچھی بھلی موٹی کتاب نصف صبح اور اور نصف شام پڑھ کر ختم کر دیتے اور دورے کے علاوہ گھر رہتے ہوئے آپ نے اشراق سے لے کر دوپہر تک اور ظہر سے عصر تک مطالعہ کے لئے اپنا وقت مقرر کر رکھا تھا جو لائبریری میں یا سردیاں ہوں تو صحن میں دھوپ میں بیٹھ کر پڑھتے۔

اللہ کریم نے حافظہ کی بے پناہ قوت سے آپ کو نواز رکھا تھا اس لئے اس موضوع پہ دوسری کتب کے حوالہ جات بھی حاشیہ پر لکھ دیتے۔ علماء کی محفل میں ایک موضوع پر مصنفین کے خیالات و نظریات ان کے اساتذہ۔ خاندان تاریخ پیدائش تاریخ وفات۔ ہم عصر علماء سے ملاقاتیں کسے کس سے متاثر ہوئے کتاب کی تحریر سناتے۔ سطر اور صفحہ تک کا حوالہ بھی بیان فرماتے سننے والے حیرت زدہ رہ جاتے اور پھر جب یہ معلوم ہوتا کہ یہ کتابیں بھی آپ کے پاس موجود ہیں تو حیرانگی انتہا کو پہنچ جاتی۔ کسی بھی محفل میں اتنے حوالہ جات سن کر ہر کوئی آپ کی دینی کاوشوں، علمی قابلیت اور حافظے کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔

فتاویٰ

آپ کی شہرت عام ہوئی تو لوگ دور و نزدیک سے مختلف مسائل کے بارے پوچھنے آتے خصوصاً طلاق و نکاح کے مسائل کے لئے تلہ گنگ اٹک کالا باغ اور گردونواح سے لوگ آپ ہی کے پاس آتے جس کی ایک وجہ آپ کی علمی قابلیت و اعتماد اور دوسرا آپ کا کردار کہ صرف اور صرف حق بات ہی آپ سے معلوم ہوگی۔

بعض علاقے کے سرکردہ لوگ اپنے علاقے میں ایسے تنازعات کے لئے آپ کے پاس آدمی روانہ کرتے اور آپ کے فیصلے کو ہی تصفیہ کی بنیاد بناتے۔ نواب کالا باغ اپنے علاقے کے ایسے جھگڑے صرف آپکے فتویٰ پر ہی نمٹاتے تھے لوگوں کی اس دینی کاوش کو آپ پھر بھی قدر کی نگاہ سے دیکھتے کہ دور سے آنے والوں کے کھانے اور رات قیام کا بندوبست بھی فرمایا کرتے زمانے کے بعد کا اثر دیکھئے کہ آج ہم ان تمام سے ہی بے نیاز ہو چکے ہیں۔ حلال و حرام کی تمیز ہی اٹھ چکی ہے۔ وہ دور اس سے تو بہتر ہی تھا۔

ساتھیوں کی کثیر ڈاک روزانہ دیکھتے جواب لکھتے تو وہاں بھی اکثر اس کا شکوہ فرماتے کہ کہیں سے کسی کا دینی مسئلہ کے سوال یا خط نہیں آتا۔ بس اپنی پریشانیاں ہی لکھ دیتے ہیں۔ گویا دین اس دور کی ضرورت ہی نہیں رہ گئی۔

۱۹۳۶ء کا زمانہ

علوم ظاہری کے حصول کے سلسلے میں چک نمبر ۱۰ سرگودھا میں تھے کہ آپ کے استاد صاحب کے بیل چوری ہو گئے۔ باقی شاگردوں کے ساتھ آپ بھی تلاش میں نکلے اور لنگر مخدوم کے پاس ایک چوپال میں موجود لوگوں کو دیکھ کر آپ بھی وہاں جا بیٹھے کہ شاید باتوں باتوں میں چوری کا سراغ مل جائے۔

عجیب زمانہ تھا چوپال اور عوام کی نجی محفلیں بھی دینی علوم اور مسائل سے خالی نہ رہتیں اس محفل میں بھی سماع موتیٰ اور برزخی زندگی زیر بحث تھی۔ آپ اس وقت سماع موتیٰ کے منکر تھے اور وہاں بھی زیادہ تر لوگوں کے دلائل ایسے ہی نظریات کے مطابق تھے۔ محفل میں موجود ایک بوڑھے شخص نے بحث کو سمیٹتے ہوئے فرمایا۔

"میں آپ لوگوں کو کیسے سمجھاؤں!! مجھ سے تو وہ باتیں بھی کرتے ہیں۔" ان کی اس بات پر آپ نے چونک کر پوچھا "باتیں کرتے ہیں۔ فرمایا "ہاں بیٹا! میں تمہیں بھی ان کی باتیں سنوا سکتا ہوں۔" آپ فوراً ان کے ساتھ ہو لیے۔ وہ بزرگ آپ کو حضرت سلطان العارفینؒ کے مزار پر لے گئے۔ مراقبہ کیا اور آپ سے مخاطب ہو کر عجیب کیفیت میں پوچھا "بیٹا! حضرت پوچھ رہے ہیں مولوی صاحب عقیدتاً و ارادتاً آئے ہیں یا امتحاناً۔"

جواب میں عرض کیا "ارادتاً حاضر ہوا ہوں" ساتھ لیجانے والے بزرگ نے فرمایا۔

"مولوی صاحب پشتو، انگریزی وغیرہ کوئی بھی زبان سیکھنے اور پھر اس میں کلام کرنے کے لیے خاصا وقت لگتا ہے خاصی محنت سے بندہ کلام پر قادر ہوتا ہے۔ اور یہ تو برزخ کی زبان ہے۔ وہ جہان ہی اور ہے۔ کلام لفظی نہیں نفسی ہے۔ سیکھنے کے لیے کچھ وقت درکار ہو گا۔ پھر کچھ محنت و مجاہدہ بھی کرنا ہو گا۔" جب آپ تیار ہو گئے تو انہوں نے ذکر الٰہی کا طریقہ سکھایا اور توجہ دی۔ اور کچھ عرصہ بعد صاحب قبر سے رابطہ کروا دیا۔

مشائخ سلسلہ

اللہ اللہ سکھانے والے یہ بزرگ مولانا عبدالرحیمؒ تھے جو علاقہ جھنگ کے رہنے والے تھے اور کسی زمانہ میں یہاں پٹواری کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ صاحب مزار سلطان العارفین حضرت اللہ دینؒ ہیں۔ چودھویں صدی ہجری میں مدینہ سے ہجرت کر کے اس علاقہ میں تشریف لائے۔ اور ۶۳ برس کی عمر میں یہیں ان کا انتقال ہوا۔ حضرت جی کے ہاں حاضر ہونے پر آپ نے عبدالرحیمؒ سے فرمایا۔ "وہ شخص آ گیا ہے جس کا ہمیں اتنے عرصہ سے انتظار تھا۔" آپ کے شیخ ابوایوب محمد صالحؒ تھے۔ جن کا وصال دسویں صدی ہجری میں ہوا۔ اور ان کے شیخ سمرقند کے علاقہ کے رہنے والے مولینا عبدالرحمٰن جامیؒ تھے۔ جن کا وصال ۱۹ ربیع الثانی ۸۹۸ھ میں ہوا مولینا عبدالرحمٰن جامیؒ نے حضرت مولینا عبیداللہ احرارؒ سے فیوض و برکات حاصل کیں۔ جن کا وصال ۹۰ سال کی عمر میں ۲۹ ربیع الاول ۸۹۵ھ کو ہوا حضرت مولانا عبیداللہ احرارؒ نے حضرت جنید بغدادیؒ سے اخذ فیض کیا جن کا وصال بہت عرصہ قبل ۲۷ رجب ۲۹۷ھ میں ہوا حضرت جنید بغدادی نے یہ نعمت حضرت داؤد طائیؒ سے حاصل کی۔ جن کا وصال ۹ رمضان ۱۶۴ میں ہوا اور انہوں نے یہ نعمت حضرت صدیق اکبرؓ سے حاصل کی۔ اور حضرت صدیقِ اکبرؓ کو یہ نعمت غیر مترقبہ بارگاہ نبوتؐ سے حاصل ہوئی۔

حضرت جی کو اپنے شیخ حضرت سلطان العارفین سے حد درجہ اُنس تھا۔ جس کا اظہار گو زبان سے تو کم ہی فرماتے۔ لیکن عملاً وہاں حاضری کے وقت کیفیت و حالت اس عقیدت و ارادت کو پنہاں نہ رہنے دیتی۔ بزرگان مندرجہ بالا کی نسبت سے اور توسط سے آپ نے برکات نبوت اور علوم باطنی حاصل کرنا شروع کیے۔

بکار نیک گر و ندیا ور تو | بکوئی نیک نامی برائے تو
کرا شد دوست آں یار خدائی | دلش روشن ز نور آشنائی
چنیں یارے کیابی خاک او شو | اسیر حلقۂ فتراک او شو

ترجمہ:۔ اگر تو بیر پکڑے تو کیسا ہو؟ نیک کام میں تیرا مددگار تیرا رہبر بنے کہ وہ اللہ کا بھی دوست ہو۔ جس کی دوستی سے دل بھی منور ہو۔ اگر تو ایسا دوست پائے تو اس کی خاک بن جاؤ۔ اس کے حلقہ کا قیدی بن کر اس کی جوتیوں کے قیدی (غلام) بن جاؤ۔

الحمدللہ کہ آپ کو مندرجہ بالا اشعار کے مصداق اللہ کے بندوں سے تعلق نصیب ہو گیا۔ اور بالکل اسی قول کے موجب آپؒ نے ان کی غلامی اختیار کی۔ حضرت جی اکثر فرمایا کرتے "المرید لا یرید" مرید کا اپنا کوئی ارادہ نہیں ہوتا اس نے بیعت کرتے ہوئے اپنے آپ کو بیچ دیا ہوتا ہے۔ مرید کی حالت شیخ کے سامنے ایسی ہو جیسے

مردہ بدست زندہ ۔

بطور ہدیہ حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ

اپنے شیخ کی مدح میں آپ نے مندرجہ ذیل اشعار پیش کئے۔

دریغا زندگانی رفت بر باد
زجور نفس امارہ فریاد
کنوں وقت است شواز خواب بیدار
دل اندر یار بندو دست در کار
بیا در خدمت روشن ضمیر
نیا افتاد گانرا دستگیر
کجا دیدی خیال صاحب کمال
کہ فرماید کرم بر خستہ حال
در جذبات بر جانش کشائید
رہ عشاق ربانی نمائید
نہ اوراد و ظائف را خریدار
نہ شیخی و مشائخیت را طلبگار
سوال جرعہ در داز از تو دارم
کہ در جار ربائید عشق یارم
اگر باشد نصیب من عطا کن
توئی درد مرا باز دوا کن
بکن رحم کہ سائل آمدم من
قدم مرا رزہ ارادت ورزم من
جواب :۔ ہمہ قبول ۔ ہمہ قبول
(قبر مبارک سے جواب ملا)

دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے احقاق حق کی ڈیوٹی

آپ کے گاؤں چکڑالہ اور نواح میں روافض فرقے نے زور پکڑا تو آپ نے ان کے عقائد کا مطالعہ شروع کیا۔ ان کی کتب عراق، ایران، مصر اور مختلف جگہوں سے منگوائیں اور ان کے باطل نظریات کا رد پیش کیا۔ ایک صوفی اور سالک کے لیے یہ کام بڑا مشکل تھا۔ کم خوردن، کم خفتن اور کم گفتن جیسے تین اصولوں کے پابند جلوتوں کی بجائے خلوتیں انھیں زیادہ پسند ہوتی ہیں۔

چونکہ تحریر میں مصنف کی قلبی کیفیات منعکس ہوتی ہیں اگر وہ وفات پا چکا ہو تو اس کی برزخی زندگی کے اثرات قاری کے قلب و روح کو زیادہ متاثر کرتے ہیں۔ روافض مصنفین کے باطل نظریات کا اثر یا پھر معضوب و معذب برزخی زندگی کے اثرات۔ آپؒ کے اس مجاہدے اور کیفیات کو بیحد متاثر کرتے اتنی محنت سے آپ نے اپنے بزرگان سے جو کیفیات قلبی حاصل کر رکھی تھیں یہ لطیف اثرات چونکہ بیحد قیمتی اور نایاب اثاثہ تھا۔ لہذا آپ نے ان معتوب قسم کے مصنفین کی کتب کا مطالعہ کم کر دیا یا بالکل چھوڑ دیا۔ جس کا لازمی اثر ان تقاریر پر پڑا جو آپ باطل نظریات کے رد میں کیا کرتے تھے کر یا تو کم ہوئیں اور یا پھر ختم۔

ایک روز سحری کو جب بارگاہ رسالتمآبؐ میں پیش ہوئے تو محسوس کیا کہ آقائے نامدارؐ ناصحانہ انداز میں بغیر کسی کو مخاطب کیے تقریر فرما رہے ہیں۔

"دین کی بربادی اور اسلام کو جڑ سے اکھیڑ پھینکنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ میرے صحابہؓ کو ہدف تنقید بنایا جا رہا ہے۔ اس کا دفاع کرنے کی صلاحیت رکھنے کے باوجود لوگ ذاتی نقصان کا سوچ کر خاموش تماشائی ہیں۔ سوچ لیں کل محشر میں اللہ کو کیا جواب دیں گے۔

دین کی یہ عمارت بنی بنائی آسمان سے نہیں اتری اس کی تعمیر میں اینٹوں کی جگہ میرے صحابہؓ کی ہڈیاں اور سیمنٹ گارے کی جگہ صحابہؓ کا خون اور چربی لگائی گئی ہے۔ اور اسی عمارت کو آج تباہ کیا جا رہا ہے"۔

یہ الفاظ سنتے ہی آپ چونک گئے۔ اس نصیحت کا مخاطب اپنے آپ کو پا کر پھر نئی مستعدی سے عظمتِ صحابہؓ کا دفاع کرنے لگے۔

اکثر فرمایا کرتے جو ملا ہے ناموس صحابہ کرامؓ کی وجہ سے کیونکہ حضورؐ کو اپنے صحابہ سے بڑی محبت تھی۔ صحابہ ہی رسالتمآبؐ کی زبان ہیں۔ وہی آپ کے عینی شاہد ہیں اور فرمودات نبویؐ کے امین ہیں۔ اور سارے کا سارا دین انہی کی معرفت امت کو پہنچا۔ درمیان سے اگر انہیں ہٹا دیا جائے ان سے اعتماد اٹھ جائے تو رسالتمآبؐ پر ایمان کی کوئی سند اور دلیل باقی نہیں رہتی۔

اعتماد، دین کی بنیاد ہے۔ جبرائیل اللہ کا کلام، اللہ کریم پر اعتماد کر کے ہی حاصل کرتے۔ حضور اور انبیائے کرام تک پہنچاتے اور انبیاء کا فرشتہ پر اعتماد اور پھر امت کا نبی پر اعتماد کہ جو بتائیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اسی خبر واحد پر اعتماد سے دین ہم تک پہنچا ہے۔

جب خلف کا سلف سے اعتماد ختم ہو جائے تو دین باقی نہیں رہ سکتا۔ اسلام کے خلاف اٹھنے والی ہر تحریک کی تمام تر کوششیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف ہی رہی ہیں کہ اس مقدس جماعت کو بدنام کیا جائے۔ ان کی عیب جوئی کی جائے۔ مخلوق خدا کو کسی طرح ان سے بدظن کیا جائے کیونکہ دین کی بنیادیں صرف اسی صورت میں اکھیڑی جا سکتی ہیں۔ اللہ اور رسول کے خلاف ایسی جرأت کرنا مشکل تھا۔ البتہ نبوت کے ان عینی شاہدوں سے ہی اگر اعتماد اٹھایا جا سکے تو مقصد باطل حاصل ہو گیا۔

نفوس مقدسہ کی یہ جماعت اللہ کو اس قدر محبوب ہے کہ دنیا میں جو بھی بڑی سے بڑی قوت ان سے ٹکرائی پاش پاش کر دی گئی۔ اور دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد جنت کے ان باسیوں کی عیب جوئی یا ان کو کسی طرح کا گزند پہنچاتے کی کوشش کرنیوالوں کی ایمانی کیفیات اور روحانی صلاحیتوں کو رب قہار و جبار نے ریزہ ریزہ کر دیا۔ آج تک کوئی بھی ایسی مثال نہیں ملتی کہ کوئی شخص صحابہ رضی اللہ عنہم کی مخالفت کے باوجود دنیا سے ایمان سلامت لے گیا ہو۔

مناظرے

۱۹۳۰ء عشرے کے آخری سالوں سے لیکر ۱۹۵۰ء تک آپ کی مصروفیات بحیثیت مناظر بہت زیادہ ہیں۔ تقاریر، مناظرے دور و نزدیک کے سفر، سندھ اور آزاد کشمیر تک کے دورے شامل ہیں۔ اس زمانہ میں شیعہ مناظرین میں مولوی اسمٰعیل بہت مشہور تھا۔ یہ شخص دیوبند میں کچھ عرصہ پڑھتا رہا۔ حافظ خوب تھا اور بڑا ہی شاطر شخص تھا۔ اس کی حاضر دماغی کی وجہ سے علماء اس کے مقابل جانے سے کتراتے تھے۔ لیکن وہ بھی آپ کے سامنے آنے سے بہت گھبراتا تھا۔ چند مرتبہ آپ کی آمد کا سنتے ہی کوئی بہانہ بنا کر وہاں سے کھسک گیا۔ مثلاً کھنڈوے نزد کلر کہار مناظرہ تھا۔ اسمٰعیل چونکہ وہاں پہنچ چکا ہوتا۔ لوگ اس کے پاس حاضر ہوئے آپ تشریف لائے لیکن رات کلر کہار تک بمشکل سفر کیا۔ وہیں ٹھہرے اور صبح کھنڈوے پہنچے۔ اسمٰعیل کو جونہی اطلاع ملی۔ تو بیٹی کی بیماری کا بہانہ بنا کر وہاں سے کوچ کر گیا۔ آپ نے صرف اصلاحی تقریر فرمائی۔ ایک دو مرتبہ آپ مصروفیات کی وجہ سے خود تو نہ پہنچ پائے۔ اسمٰعیل کے مقابلہ کے لیے آپ کی آمد کا اعلان کر دیا گیا۔ اعلان سنکر ہی وہاں سے چلا گیا۔

حافظ اور حاضر دماغی دونوں صلاحیتیں اللہ نے آپکو وافر مقدار میں عطا کر رکھی تھیں۔ صحابہ کی باہمی محبت و قرابت داری کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے حضرت کلثوم رضی اللہ عنہا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شادی کا تذکرہ کیا۔

مقابل نے کہا۔ بات قرآن و حدیث کی کریں۔

آپ نے فرمایا۔ انہی کی کر رہا ہوں۔

کہا۔ قرآن سے ثابت کر دیں؟

فرمایا "بالکل"۔ اس نے کہا میں قرآن لا رہا ہوں آپ کو دکھانا ہو گی۔

آپ نے فرمایا "لے آؤ"۔ قرآن لایا کہ یہ لیں۔ آپ نے فرمایا "خود ہی کھولو آیت میں بتا دیتا ہوں۔

پوچھا کون سی سورۃ؟

فرمایا "جہاں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح کا ذکر ہے۔ اس سے اگلی آیت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حضرت کلثوم سے شادی کا بیان ہے۔"

ملتان کے مناظرے میں تین سوالات

ملتان کے نواح میں ہر سال شیعہ سنی علماء اکٹھے ہوتے کبھی تو مناظرہ ہوتا اور کبھی جانبین سے علماء تقاریر کرتے۔ ایک مرتبہ آپ نے مخالفین سے فرمایا "نبوت کے دو پہلو ہیں ظاہری اور باطنی، ظاہر والا حصہ علماء نے سنبھال رکھا ہے اور باطن کا حصہ اولیائے ربانی نے۔ ظاہر کے حصے میں مسلم و غیر مسلم سبھی شریک ہو سکتے ہیں۔ پنڈت بھی قرآن مجید کے کچھ حصے یاد کر لیتے ہیں۔ لیکن باطنی حصہ صرف مخلصین۔ متقین اور متبعین کو ہی نصیب ہو سکتا ہے۔ آپ لوگ اسلام کے دعویدار تو ہیں لیکن عقائد و نظریات سب من گھڑت۔ کلمے سے لے کر تجہیز و تکفین اور جنازہ تک سب مصنوعی اسلام بنا کر پیش کر رہے ہو۔ چونکہ آپ لوگوں کا اسلام اصلی نہیں ایمان خالص نہیں اس لیے تمہارے گروہ میں کوئی ولی اللہ نہیں ہو سکتا۔ مخالفین نے سب باتوں کی تردید کرتے ہوئے کئی ولی اللہ کے نام گنوا دیئے۔ آپ نے فرمایا "تو ان میں سے کوئی ولی ہی نہیں تھا۔ اور یا پھر ان کی وفات کے بعد ان کے مزارات کو تم لوگوں نے محض بھنگ چرس کا اڈا بنا لیا ہے۔ اور اگر ہوتے ہیں تو کوئی زندہ

بھی تو ہوگا کسی زندہ دل کو تلاش کر کے میرے تین سوالات کا جواب اس سے پوچھ کر بتا دو۔ سال بھر کی مہلت ہے۔ ایران گھومو، قم جاؤ شام لبنان کے چکر کاٹو کہیں سے جواب تو لا دو۔

پہلا سوال: خنا بقار کا مراقبہ مقام ولایت میں بہت مشہور ہے یہ پوچھ لاؤ کہ یہ مراقبہ کس مقام پر کروایا جاتا ہے۔

دوسرا سوال: دوران مراقبہ روح پر کیا کیفیت طاری ہوتی ہے۔

تیسرا سوال: اس مراقبے کی حالت میں مراقبہ کرنے والا کائنات پر کیا کیفیت محسوس کرتا ہے۔

لیکن یاد رکھو ان سب چیزوں کا تعلق قال سے نہیں حال سے ہے کتابوں میں جواب نہیں ملیں گے۔ جس کو یہ نعمت نصیب ہو وہی اپنے احساسات بتا سکتا ہے۔

اگلے سال جب وہیں پھر آمنا سامنا ہوا تو آپ نے اپنے سوالات کے جواب کا مطالبہ کیا، جواب کہاں سے ملتا۔

آپ نے فرمایا "آؤ! میں حقانیت کا تمہیں مشاہدہ کرواؤں چھ آدمی منتخب کرو میں انہیں چھ ماہ تک اپنے پاس رکھوں گا۔ کھانا اپنی مرضی کا دوں گا۔ اور مجاہدہ میرے کہنے پر وہ کریں گے انشاءاللہ میں انہیں دکھا دوں گا کہ آج بھی حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ و علیؓ دربار نبویؐ میں حضورؐ کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں آؤ خود مشاہدہ کر لو!!

لیکن حق کی طلب نہ ہونے کی وجہ سے بھرے مجمعے میں سے کوئی بھی تیار نہ ہوا۔

مولانا عبدالستار تونسوی مناظرہ کرنے میں آپ کے شاگرد ہیں ان کے میدان میں آجانے کے بعد آپ نے مناظرے کی بجائے سارا وقت اللہ اللہ کروانے میں لگانا شروع کر دیا۔

رسالہ الفاروق

۱۹۵۰ء کے عشرے میں آپ کی مصروفیات بحیثیت مناظر بہت زیادہ رہیں۔ روافض کی کوششوں کا ہر محاذ پر مقابلہ کیا۔ ان دنوں صداقت نامی رسالہ ان کے نظریات کی تشہیر کر رہا تھا۔ اس کے جواب میں الفاروق رسالہ چک بیرو (سرگودھا) سے احمد شاہ بخاری صاحب نے شروع کیا۔ الفاروق کی جان آپ کے مضامین ہی ہوا کرتے تھے۔

تصانیف

رسالہ الفاروق میں مضامین کے ساتھ ساتھ آپ نے چند ایک چھوٹی چھوٹی کتابیں بھی اس زمانے میں تصنیف فرمائیں مثلاً

و ایجاد مذہب شیعہ

مختلف کتب کے حوالہ جات سے آپ نے اس کتاب میں بتایا ہے کہ کس طرح اس مذہب نے ترقی کے مدارج طے کیے۔ تعزیہ کی ابتدا امیر تیمور لنگ نے کی۔ تبرا، ماتم، شام غریباں کب، کیسے اور کس زمانے میں کس نے شروع کیے۔

ب داماد علیؓ

صحابہؓ کرام کی آپس میں اخوت و محبت کے دلائل میں حضرت کلثوم دختر فاطمۃ الزہرا کی شادی حضرت عمرؓ سے ہوئی۔ جبکہ اب لوگ انہیں ایک دوسرے کا دشمن سمجھ رہے ہیں۔

ج بنات رسولؐ

شیعہ فرقہ ایک بیٹی کے رشتے کی وجہ سے حضرت علیؓ کی فضیلت کو تو تسلیم کرتا ہے۔ لیکن دو بیٹیوں کے رشتۂ ازدواج کے باوجود حضرت عثمان کا درجہ ماننے کو کسی صورت تیار نہیں آپ نے بنات رسول میں مخالفین کی کتب سے حوالے دیکر چار بیٹیوں کا ثبوت دیا۔ اور بھی ایسی کئی تصانیف لکھی ہیں۔

خدمت دین بطور ڈیوٹی

تلہ گنگ سے خوشاب جانیوالی سڑک پر جھاٹلہ میں آپ کو مدعو کیا گیا۔ بس سے اترے تو مدعو کرنیوالوں میں سے کسی کو نہ پایا۔ کتابوں سے بھرا ہوا صندوق بھی ساتھ ہی بس سے اتارا۔ دو آدمی دکھائی دیئے۔ بلایا کہ "ذرا یہ بکس میرے سر پہ رکھوا دو"۔ دونوں نے مدد کی صندوق سر پہ اٹھا لیا اور دربار نبویؐ کا یہ ملازم چل پڑا۔ دونوں اشخاص سرگوشی کے انداز میں ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہیں۔ کالی داڑھی، درمیانے قد والا یہ سادا اور سفید کپڑوں میں ملبوس نووارد کون ہوگا؟

بعد میں راز کھلا کہ اس مسافر کے لیے تو کئی روز سے عوام چشم براہ ہیں اور یہی ہیں۔ مولانا اللہ یار خاں!!

لوگوں نے دین کو دنیا کمانے اور سنوارنے کا ذریعہ سمجھ رکھا تھا۔ اس لیے اتنے مشکل اور ایسے مطالبات کرتے ہیں جو پورے نہ ہوں، تو ناراض ہو کر تقریر کیے بغیر واپس چلے جانے کی دھمکی دیتے ہیں۔ جو بلانے والوں کی بے عزتی شمار ہوتی ہے۔ لہذا لوگ چار و ناچار ایسے علماء اور مقررین کی خواہش پوری کرتے ہیں۔ اور ہر طرح کا دھیان رکھتے ہیں۔ لیکن حضرت جی لوگوں پر احسان کرنے کی نہیں بلکہ دین کے خادم کی حیثیت سے یہ فرائض سرانجام دے رہے تھے آپ تو دربارِ نبوی کے ملازم تھے۔ اسی وجہ سے کوئی مسئلہ پوچھنے والا آئے یا کسی جگہ بلایا جائے تو آپ ساری مصروفیات پر اس خدمت دین کو ترجیح دیتے۔

آخری عمر تک ساتھیوں میں سے کوئی دینی مسائل دریافت کرتا یا علماء حاضر خدمت ہوتے۔ اور دینی مسائل کی بات کرتے یا کوئی اور دینی نکتہ چل نکلتا تو بیماری، تکلیف، سفر کی تھکان سب بھول جاتے۔ چہرہ کھل اٹھتا۔ خطوط کا تذکرہ فرماتے ہوئے اکثر شکوہ کرتے کہ کتنے ممالک سے مجھے ڈاک موصول ہوتی ہے لیکن اس میں پریشانیوں اور تکالیف کا تذکرہ تو ہوتا ہے کہیں سے کوئی دینی مسائل دریافت کرنے والا نہیں ہوتا۔

"کیا لوگوں کو دین کی ضرورت ہی نہیں رہی"

مجاہدات کا دوسرا اور مشکل حصہ اکل حلال اور صدق مقال کا ہے۔ کھانے والے مسئلے میں آپ بیحد احتیاط فرماتے کہ رزق حلال بھی ہو اور پاک بھی۔ بے نمازی کے ہاتھوں کا پکا ہوا کھانا نہ کھاتے۔ اس مجاہدے کی وجہ سے دوران سفر کبھی ہوٹل سے کھانا نہ کھایا۔ تقاریر اور مناظروں کے لیے جب باہر جانا ہوتا اور کسی کے گھر قیام فرماتے تو میزبان باقی علماء کی طرح آپ سے بھی پسند کا کھانا، قیام اور مزید ضروریات کے بارے پوچھتے۔ تو آپ جواب سن کر حیران رہ جاتے "رہائش کے لیے جدا کمرہ بے شک بھوسہ رکھنے والا ہی کیوں نہ ہو۔ کھانے کو عام سی روٹی لیکن نماز مغرب سے قبل اور نمازی عورت کے ہاتھوں کی پکی ہوئی ہو"۔

یہ شرائط لوگوں کو حیران کر دیتیں کہ ایسا زبردست عالم اور اتنی سادگی جبکہ انہی کے ساتھ کچی روٹی اور نورنامے کے ماہر اور چند تقاریر یاد کر کے انہیں ہی بار بار ہر جگہ دہرانے والوں کیلئے بادام، الائچی کی سفید اناتی دودھ، مرغا اور نہ جانے کیا کیا یہ غذا اتنے بجے اور فلاں چیز رگڑا اور فلاں ٹھنڈی کر کے۔ لیکن آپ کی آخری شرط کہ نمازی عورت ہی آپ کا کھانا تیار کرے۔ یہ کئی لوگوں کے لیے مشکل ہو جاتی ایسی صورت میں میزبان کو آپ پریشان نہ ہونے دیتے اور صرف دودھ پی کر گزارہ کر لیتے۔

کئی جگہوں پر شیعہ کے مقابل سنی غریب ہوتے تو آپ نہ تو ان سے کرایہ ہی لیتے اور نہ قیام و طعام کا بندوبست بلکہ اپنے طور پر تشریف لے جاتے اور جیسے ممکن ہو حصول مقصد کے لیے کام چلا لیتے۔ باغ آزاد کشمیر کا اکثر اسی طرح ذکر فرمایا کرتے اس سارے فرق کی وجہ "پیشے اور ڈیوٹی کا فرق" صاف ظاہر ہے۔

اس طرح کی کتنی مثالوں اور واقعات سے آپ کی زندگی لبریز ہے۔

محنت و مجاہدہ

علوم ظاہری کی محنت کے ساتھ ساتھ آپؒ نے تزکیہ باطنی کے لیے بھی محنت و مجاہدہ جاری رکھا۔ جس کا اثر ظاہری علوم پر بھی ذہانت و فطانت اور دین سے محبت کی صورت میں ہوا۔ علم کے مطابق عمل کی توفیق ملی۔ علوم کی برکات نصیب ہوئیں۔ دین کی محبت دل میں جاگزین ہوئی۔ غرضیکہ حصول علم میں انتہائی محنت کی بحیثیت متعلم یا معلم جب بھی چھٹیاں ملتیں تو آپ لنگر مخدوم تشریف لے جاتے۔ مخدوموں سے تعلقات کی وجہ سے رات ان کے ہاں قیام فرماتے، صبح نماز کے فوراً بعد حضرت مدنیؒ کے مزار پر تشریف لے جاتے۔ دوپہر تک لطائف کرتے۔ سورج سر پہ آتا تو واپس تشریف لے آتے۔ نماز ظہر کے فوراً بعد پھر مزار پر حاضری دیتے۔ ظہر سے عصر تک لطائف کرتے اور عصر سے مغرب تک مراقبات کرتے اور رات کو گاؤں تشریف لے آتے۔ سال میں دو ماہ تو اس مجاہدے کے لیے وقف تھے۔ اس کے علاوہ جو موقع میسر آ جاتا یہ معمول چودہ سال تک لگاتار رہا پھر اوقات میں کچھ کمی آ گئی۔

معمولات

روزانہ صبح کی نماز کے بعد مسجد سے گھر تشریف لے جاتے۔

اور معمول خانہ میں اشراق تک کا وقت گزار کر باہر کھیتوں میں تشریف

لے جاتے واپسی پر وضو فرما کر نوافل چاشت و ضحیٰ اور لائبریری میں جا کر مطالعہ یہ اوقات دو پہر کے کھانے تک متعین تھے۔ اسی دوران کتابوں کی تصنیف و تالیف کا بھی کام ہوتا۔ دو پہر قدرے آرام فرما کر ظہر کی نماز ذرا جلدی ادا فرماتے۔ ظہر سے عصر کے دوران لائبریری میں بیٹھ کر خطوط اور مسائل کے جواب تحریر فرماتے۔ شام کا کھانا مغرب سے قبل تناول فرماتے۔ نماز مغرب سے عشاء کے درمیان مسجد میں معتکف ہو کر لطائف و مراقبات کے لئے اپنے آپ کو وقف کر رکھا تھا۔ سحری کو کافی سویرے اٹھتے اور تہجد کے بعد ذکر اذکار لطائف و مراقبات کرتے رہتے۔ بعض اوقات مجدد الف ثانیؒ کے طریقے پر تہجد کے ہر دو نوافل کے درمیان مراقباتِ احدیت سے مراقبہ فنا فی الرسول ﷺ تک کرتے۔

بہرحال رات کا کافی حصہ ان مجاہدات کے لیے وقت ہوتا۔ کتب کا مطالعہ یا مسودہ تحریر کرنے کی مصروفیت کافی رہی۔ ۱۹۰۰ء کے بعد خطوط کا سلسلہ اس قدر بڑھا کہ کئی ممالک سے خطوط آتے۔ ڈاک کی بھر مار کی وجہ سے آپ پر کام کا بوجھ بڑھ گیا اور بعض طویل خطوط سے آپ تنگ آتے۔ نیز فرمایا کرتے تھے ہر طرف سے پریشانیاں ہی پریشانیاں لکھی آتی ہیں۔ اتنی ڈاک کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مسائل جاننے والے علماء بہت ہی کم رہ گئے تھے۔ صبح چاشت کے وقت اور عصر کے قریب مریض آ جاتے اور انہیں دعا دیتے۔ نماز عصر کے بعد مسائل پوچھنے والے اور ملاقاتی لوگ مسجد میں آ کر ملتے۔ تھوڑی دیر باہر کا چکر لگا آتے اور نماز مغرب سے قبل کھانا اور پھر مغرب سے عشاء تک معمولات مسجد میں رہ کر کئے جاتے۔

ذکر اللہ کی دعوت

۱۹۳۶ء سے تنہا آپ سحر و شام ان معمولات میں مشغول رہتے جلوتیں دینی مسائل و تبلیغ کے لیے وقف تھیں اور خلوتیں ذکر اللہ و مراقبات کے لیے۔ ۱۹۵۲ء کے لگ بھگ آپ ضلع اٹک کے علاقہ میں سیال کے قریب تشریف لائے۔ ایک متقی شخص کی کسی فیصلے میں بطور گواہ ضرورت تھی۔ لوگ قاضی ثناء اللہ صاحب کو لائے کہ اس سارے علاقہ میں ان سے بڑھ کر کوئی متقی نہیں۔

جب آپ واپس گھر جانے کو روانہ ہوئے تو گھوڑی پر سوار تھے قاضی صاحب الوداع کہنے ساتھ آئے۔ تو راستے میں پوچھنے لگے۔

دندہ والے شاہ صاحب سے دو تین لطائف سیکھے تھے۔ ان کی وفات کے بعد ایسا شخص نہیں مل رہا جس سے یہ طلب پوری کی جا سکے۔

آپ نے فرمایا: "اگر وہ بندہ میں ہی بن جاؤں"؟

قاضی صاحب حیرت زدہ ہو کر دیکھنے لگے۔ کیونکہ اکثر و بیشتر ایسے لوگ منکسر المزاج کم گو۔ خلوت نشین صاحبزدگان ہونے کا تصور تھا۔ اور آپ وعظ و مناظر عوام میں ہر وقت رہنے والے۔ نہ پیر نہ بزرگ مشہور تھے۔ قاضی صاحب نے عرض کی آموں سے غرض ہے کہیں سے ملیں۔ آپ نے انہیں چکڑالہ حاضر ہونے کو فرمایا یہ اس زمانے کی بات ہے جبکہ آپ کی داڑھی مبارک سیاہ تھی۔ اور قاضی صاحب کی سفید۔ اور آپ سالک المجذوبی کے منازل میں تھے۔

قاضی صاحب کے بعد حاجی محمد خان صاحب، ڈھلی والوں نے کچھ عرصہ بعد حضرت سے اسی طرح کا سوال کیا تو انہیں قاضی صاحب سے ملنے اور پھر انہی کے ساتھ چکڑالہ حاضر ہونے کا حکم فرمایا۔ ڈھلی کے امام مسجد حافظ صاحب مرحوم اور حاجی صاحب مرحوم نے اللہ اللہ شروع کی۔ اور یوں چھوٹی سی جماعت بن گئی۔ اور اب حضرت جی مہینے میں ایک دو مرتبہ ڈھلی تشریف لانے لگے۔ ۱۹۶۰ء میں حضرت مولانا محمد اکرم صاحب آپ کی خدمت میں پہنچے اور ان کے واسطے سے چند اور احباب بھی اللہ اللہ کرنے لگے۔ یوں علاقہ ونہار میں ذکر اللہ کی برکات پہنچیں۔ ۶۰ء، ۶۱ء میں چکوال کے ساتھی حافظ عبدالرزاق صاحب حافظ غلام جیلانی صاحب کو پتہ چلا حضرت سے وابستہ ہوئے۔ اور چکوال میں بھی ایک اچھی بھلی جماعت اللہ اللہ کرنے لگی۔ جس کی تعداد آہستہ آہستہ باقی جماعتوں سے قدرے زیادہ ہو گئی۔ حضرت اکثر چکوال تشریف لاتے۔ نواح کے احباب بھی وہیں حاضر ہو جاتے۔ اس طرح چکوال کو ایک مرکزی حیثیت حاصل ہو گئی۔

ستمبر ۶۳ء میں چکوال حضرت کی زیارت نصیب ہوئی۔ اس سے قبل کئی پیر و مرشد دیکھے اور دو جگہ بیعت بھی کی تھی۔ لیکن آپ کی سادگی، ساتھیوں کے ساتھ زمین پر بیٹھنا۔ مل جل کر رہنا حتیٰ کہ سارا طریقہ پیری مریدی کا نہیں بلکہ استاد و شاگرد کا سا مشفقانہ تھا۔ عقیدت مند آپ کو حضرت یا پیر نہیں بلکہ استاد ہی بلاتے تھے

ذکر اللہ کی محفل میں حاضری نصیب ہوئی تو زندگی کی کایا ہی پلٹ گئی۔
راولپنڈی ۵۰۲ ورکشاپ میں واپس جاکر اور لوگوں کو بھی ذکر اللہ کی برکات سے آگاہ کیا۔ دیئے سے دیا روشن ہونے کے مترادف قلوب سے قلوب منور ہوتے گئے۔ زندگیاں بدلیں تو دیکھنے والے حیران تھے۔ برکات نبوت سے قلوب کی زمین بدل گئی۔ قرآن وسنت کے احکامات عملی صورت میں پھلنے پھولنے لگے۔ بیس بائیس سالہ نوجوان نے جب اپنی زندگیوں کو سنت کے سانچے میں ڈھالا۔ اور داڑھی رکھنے کی اجازت طلب کی جبکہ اس زمانے میں داڑھی اور وردی سمیت شاذونادر ہی کبھی کوئی دکھائی دیتا ہو۔

تھوڑا ہی عرصہ قبل ایک صاحب نے داڑھی رکھنے کی اجازت طلب کی تو افسر مجاز نے فرمایا "بہتر مسلمان بنو، داڑھی کی بھلا کیا ضرورت۔ قائد اعظم یا علامہ اقبال نے داڑھی کے بغیر کیا کوئی کام نہیں کیا؟" درخواست گذار خاموش ہو گیا۔

جذبہ دین اور محبت رسول کا ان نوجوانوں پر ایسا غلبہ تھا کہ انہیں اکثر انکار نہ سننا پڑا۔

کرم الٰہی مرحوم اٹھارہ سالہ نوجوان نے افسر مجاز کو درخواست دی کہ اس نے اپنی زندگی کو شریعت محمدیہ کے مطابق گزارنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ لہذا اسے داڑھی رکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔

افسر مجاز انکار کر رہا ہے کہ اس عمر میں بھلا داڑھی کی کیا ضرورت۔ بڑی عمر پڑی ہے بعد میں رکھ لینا۔

کرم الٰہی بار بار کہہ رہا ہے کہ "میں نے محمد رسول اللہ کی مکمل غلامی کا پٹہ گلے میں ڈال لیا ہے اب گردن تو کٹ سکتی ہے مگر رسول کریمؐ کی سنت کی اور کوئی صورت نہیں" اور اس نے داڑھی رکھ لی۔

ذرا سوچیے "یہ جذبہ کہاں سے اور کیسے آیا۔ شادی اور دنیوی ترقی کے مدارج کے لیے داڑھی رکھنا زبردست رکاوٹ بھی تھی۔ ورکشاپ کے لوگوں کی اللہ اللہ کرنے اور داڑھی والوں کی تعداد کے بارے میں مشہور تھا کہ کل تعداد کا تیسرا حصہ ہو چکے ہیں۔ لوگوں کو اس اچانک تبدیلی پر حیرانی تھی۔ اور افسروں کو تشویش تھی کہ ایک صاحب کی ڈیوٹی لگائی گئی۔ کہ پتہ کرو ان نوجوانوں کو کون داڑھی رکھنے پر ابھار رہا ہے۔

مجھ سے بھی ملے اور پوچھا تو انہیں آگاہ کیا کہ کسی کے کہنے پر کون ایسے کام کرتا ہے۔ یہ سب اللہ اللہ کی برکات ہیں۔ اور یوں وہ بھی محفل ذکر میں باقاعدگی سے آنے لگے۔ لیکن جلد ہی رن کچھ کی جنگ نے ہم سب کو منتشر کر دیا۔

چکوال کے بعد یہ دوسرا اور فوج میں یہ پہلا حلقہ ذکر تھا۔
اللہ کریم نے مجھے اس محکمے میں سے پہلا فرد ہونے کی سعادت نصیب فرمائی۔ معاشرے کے اس حصے میں کچھ مخصوص خصوصیات ہوتی ہیں۔ مثلاً تعمیل حکم کی عادت، مستقل مزاجی، نیک نیتی، صاف ستھرا اور پاکیزہ ماحول اور مخلص بندے۔ معاشرے میں جہاں ایماندار بن کر رہنا مشکل ہے وہاں اس محکمے میں بے ایمانی اتنی ہی دشوار ہے۔ اسی وجہ سے اس طبقے کے لوگوں نے پورے خلوص سے محنت کی آج بھی ہر چھاؤنی میں حلقہ ذکر موجود ہے۔ ذکر کی برکات سے ان کی نہ صرف عقائد کی اصلاح ہوئی بلکہ عبادات اور معاملات میں بھی وہ مثالی فرد بن گئے۔

کراچی تبدیلی ہوئی میرے پہنچنے سے پہلے ایک ساتھی موجود تو تھے لیکن برکات ذکر سے اپنی ذات کے علاوہ سب کو محروم رکھا ہوا تھا۔ ماڑی پور، ملیر کینٹ اور بدین جہاں جہاں ڈیوٹی پر پہنچا اللہ کے فضل و کرم سے اللہ اللہ کا بیج قلوب کی زمین میں کاشت ہوتا رہا۔
۸۶ء میں حضرت خود کراچی تشریف لائے۔ ۱۹۸۷ء ہمالیہ میں جمعہ کا خطبہ دیا اور یوں نیوی کے لوگوں کو بھی اس نعمت عظمیٰ سے روشناس کروا دیا۔ کراچی کا حلقہ ذکر سب سے منظم اور مستقل مزاج لوگوں کا حلقہ تھا۔ حضرت ہر سال کراچی کے دورے پر دو مرتبہ تشریف لیجاتے جہلم، بھاگووال، نوشہرہ، مری، ایبٹ آباد ہر جگہ ذکر کے حلقے قائم ہوتے گئے۔ یہی احباب تبدیل ہو کر دوسرے علاقوں میں جاتے یا گھر چھٹی جاتے تو گھر، گاؤں اور علاقے والے لوگوں کو اس نعمت سے آگاہ کرتے۔ ان برکات کے عام کرنے میں اس محکمے کو اللہ نے سبب بنا دیا۔ جو ساتھی ہندوستان کی قید میں رہے وہاں خوب محنت کی۔ واپس آئے تو انہیں دیکھ کر محسوس ہوتا تھا۔ یہ قید نہیں بلکہ اللہ کریم نے دین کا ایک COMPULSARY کورس کروا کر نیکی اور علاقے کی ہدایت کا انہیں سبب بنایا ہے۔
ذکر کے ان حلقوں میں حضرت خود تشریف لے جاتے یا کہیں نواح میں آپ کی تشریف آوری ہوتی تو وہاں جا کر ساتھی توجہ حاصل کرتے آہستہ آہستہ ذکر کی ان محفلوں میں ناظم اعلیٰ صاحب نے

باقاعدگی پیدا کی۔ ہفتہ وار، ماہوار اور سالانہ اجتماعات کے پروگرام بننے لگے تاکہ زندگی کی باقی مصروفیات کو ان پروگراموں کے تحت آگے پیچھے کیا جا سکے۔

حلقہ ہائے ذکر اور آپ کے دورے

فیض عام کی اطلاع جہاں پہنچی اور جس کو ملی۔ اللہ کی پیاسی مخلوق قلوب کی زمین کو سیراب کرنے دور دراز علاقوں سے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگی۔ روحانی مریض کچھ تو اس قابل تھے کہ جو حاضر خدمت ہوتے اور کچھ ایسے بھی تھے جو صاحب فراش مریض کیطرح طلب کی کمی کی وجہ سے سفر کے لیے تیار نہ تھے۔ لہٰذا ایسے لوگوں کے پاس آپ خود تشریف لے جاتے۔ قریہ قریہ بستی بستی آپ نے خود جاکر لوگوں کو فیضیاب کیا۔ حالانکہ گھریلو مصروفیات، تحریر و تصنیف، خطوط کے جواب، مسائل کے فتویٰ جیسی کئی ذمہ داریاں تھیں۔

اللہ کی وہ مخلوق جو رب ذوالجلال سے اپنا تعلق توڑ چکی تھی ان کے پاس جاکر ان کے قلوب کو متوجہ الی اللہ کرنا۔ سب پہ ترجیح رکھتا تھا۔ حالانکہ آخر عمر میں بعض اوقات بیماریاں، ایک ٹانگ میں درد۔ اٹھنے بیٹھنے کو سہارے کی ضرورت۔ اور موت بھی آئی تو اسی طرح کے سفر میں۔ قرب و جوار میں تو آپ اکثر و بیشتر تشریف لے جاتے۔ بسوں کا … اور کبھی پیدل بھی چلنا ہوتا۔ ۷۲ء کے بعد اللہ نے ساتھیوں کو دنیاوی آسائشیں بھی عطا فرمائیں تو آپ گاڑی میں تشریف لے جاتے۔ گھر سے جانے سے واپس پہنچنے تک یہ فریضہ کرنل مطلوب حسین صاحب نے اپنے ذمہ لے رکھا تھا۔ ملازمت کے دوران چھٹی لے کر ساتھ ہوتے اور ۸۰ء کے بعد سے تو انہوں نے سارے دنیاوی امور پر اس فریضے اور خدمت دین کو اولیت دی۔ اس طرح ہزارہا میل آپ کے ساتھ ڈرائیور کے طور پر ڈیوٹی دی۔

آپ مندرجہ ذیل علاقوں میں تشریف لے گئے۔

الف گلگت :۔ اکثر سال میں دو مرتبہ۔ ۱۹۸۰ء کے بعد خود جہاز پر تشریف لے جاتے۔

ب کراچی :۔ ۱۹۸۰ء سے آپ ہر چھ ماہ بعد تشریف لیجاتے اس کے علاوہ حج اور عمرے کے لیے آتے جاتے بھی کراچی والوں کو مستفیض ہونے کا موقعہ ملتا۔

ج کوئٹہ :۔ ۱۹۵۹ء میں پہلی مرتبہ آپ کوئٹہ تشریف لے گئے اور اس کے بعد اکثر و بیشتر سال میں ایک دو مرتبہ جاتے رہے۔

د۔ ژوب :۔ کوئٹہ کے نواحی علاقوں نوشکی، مستونگ، اور ژوب بھی تشریف لے گئے۔

ہ۔ حیدرآباد :۔ ۱۹۵۹ء میں پہلی مرتبہ دو رات کا قیام فرمایا اس کے بعد کا مجھے علم نہیں۔

و۔ شمالی وزیرستان :۔ دو تین مرتبہ آپ تشریف لے گئے۔ علاقہ غیر میں میر علی تک کا سفر کیا۔

ز: پشاور :۔ نوشہرہ، کوہاٹ، ڈیرہ اسماعیل خاں میں تو اکثر ہر سال ضرور … لے جاتے۔

ح: مردان :۔ رسالپور اور مردان کے نواح میں گڑھی کپورہ بھی دو مرتبہ تشریف لے گئے۔

ط: سکھر :۔ کوئٹہ سے آتے جاتے دو مرتبہ سکھر قیام فرمایا۔

ی: ایبٹ آباد :۔ شنکیاری کے قریب سم الٰہی منگ، واہ کینٹ، اٹک، پنڈی گھیب کئی مرتبہ تشریف لے گئے۔

ک: جہلم :۔ کھاریاں، سیالکوٹ، گوجرانوالہ، لاہور، ملتان بہاولپور، راجن پور، کبیر والا اور خانیوال بھی تشریف لے گئے۔

ل۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ فیصل آباد، سرگودھا، لالہ موسیٰ، جوہر آباد، کمبل پور، کوٹ میانہ۔

م :۔ راستے میں آنے والے چھوٹے چھوٹے قصبوں اور دیہاتوں میں بسنے والے ساتھیوں کو جب اطلاع ہوتی کہ ان کے محبوب شیخ فلاں وقت ان کے قریب سے گزریں گے تو جلد حاضر ہو کر یا خط لکھ کر مختصر قیام کے لیے عرض کرتے۔ جبکہ اگر بروقت اطلاع ہوتی تو کرنل صاحب پروگرام کو ذرا سے ادل بدل کر کے ایسے طالبین کی دلجوئی کا بندوبست فرما دیتے۔

جہاں اور جن علاقوں تک آپ خود نہ پہنچ سکتے وہاں آپ اپنے مجازین کو جانے کو فرماتے۔ اس طرح پاکستان کے قریہ قریہ آپ کے جود و سخا کی اطلاع پہنچ گئی۔

ابوظہبی جانے کا آپ کا ارادہ تھا۔ لیکن تشریف نہ لے جا سکے۔ اب آپ کے فیض کو موجودہ شیخ حضرت مولانا محمد اکرم صاحب نے یورپ امریکہ اور افریقہ تک عام کر دیا ہے۔ دنیا کے کم ہی

ایسے خطے اور شہر ہوں گے جہاں اللہ اللہ کرنے والا کوئی نہ ہو۔

چکڑالہ جیسے دور افتادہ دیہات سے اٹھنے والی اس تعلق باللہ کی تحریک نے پوری دنیا کو متاثر کر کے رکھ دیا۔ الحمدللہ

اپنے خطوط اور مجالس میں ذکر کی پابندی کی تلقین فرماتے۔ سفر و حضر بیماری ہر حال میں خود بھی معمول کرتے کئی مجالس میں فرماتے نوافل رہ جانے سے نوافل میں ناغہ ہونے لگتا ہے۔ نوافل کے بعد سنتیں اور اس کے بعد زد فرائض پر پڑتی ہے۔ فرائض راس المال ہیں اور نفل منافع۔

فرائض کی پابندی کا بہت اہتمام کیا جائے کیونکہ اگر اصل سرمایہ ہی نہ رہے تو تجارت کیا۔ اور اگر تجارت میں صرف اصل سرمایہ ہی واپس ہاتھ آئے تو کیا فائدہ! اس لیے نوافل ہی منافع ہیں۔ ان پر بھی توجہ رکھی جائے۔ اور ذکر الہی بھی نوافل کی جگہ رکھتا ہے۔

ساتھیوں کو مل کر ذکر کرنے کی تلقین فرماتے تاکہ کئی پھول ملکر ہی گلدستہ بنے۔ سب کی مل کر برکات اکٹھی ہوں۔ جس سے کمزور ساتھی مضبوط لطائف و مراقبات والوں سے استفادہ کر کے قوی ہوں۔ اور ان کی ترقی کا ذریعہ بنے۔

اپنا کہیں جانے کا پروگرام ہوتا تو اس سے بھی ساتھیوں کو مطلع فرماتے تاکہ وہاں آکر وہ مع معمول انہیں اکٹھے مل جائیں فرماتے تمہاری زندگی بھر کی محنت میری ایک توجہ سے کم ہے۔

اللہ کے حضور پیش کرنیوالا عمل

ایک مجلس میں آپ نے فرمایا اگر اللہ کریم نے مجھ سے پوچھا کیا عمل لائے ہو، تو عرض کروں گا " میں نے آپ کے ایک نیک بندے کی زیارت کی ہے اور وہ ہیں حضرت انور شاہ کاشمیری"!

ایک اور محفل میں فرمایا " میں اللہ کے حضور قاضی ثناء اللہ صاحب لیئی والوں کو پیش کروں گا " یعنی میری نجات کیلئے میرا صرف یہی شاگرد کافی ہے!

قاضی صاحب کے بارے یہ بھی فرماتے کہ جب یہ میرے ساتھ اللہ اللہ کرنے لگے تو ان کی داڑھی سفید اور میری ساری داڑھی سیاہ تھی۔ یہ لطیفہ قلب پہلے اپنے شیخ جو دندہ شریف میں تھے ان سے سیکھ چکے تھے۔ اور اب اس تلاش میں تھے کہ کوئی ایسا بندہ ملے جو باقی لطائف کروا دے۔

فرمایا۔ ان کے علاقہ میں کسی نکاح کے جھگڑے میں میں گیا ہوا تھا۔ لوگوں سے میں نے پوچھا کوئی متقی شخص مجھے بتائیں جس کی موجودگی میں لڑکی سے بیان لے سکوں۔ لوگوں نے قاضی صاحب کے بارے گواہی دی کہ اس پورے علاقہ میں ایسا شخص نہیں مل سکتا۔

جھگڑے کا تصفیہ کر کے میں گھوڑی پر سوار واپس آرہا تھا اور وہ مجھے رخصت کرنے آگے آگے پیدل چل رہے تھے۔ ان کی دلی تمنا اور تڑپ کہ کاش کوئی ایسا شخص مل جائے۔

فرمایا:۔ میں نے جواباً کہا " قاضی صاحب میں ہی وہ بندہ بن جاؤں تو " حیرانی سے کھڑے ہو کر دیکھنے لگے۔ کہ تو ایک مولوی اور مناظر آدمی ہے یہ کیسے اس نعمت سے واقف ہے۔

یہ غالباً ۱۹۵۷ء کا واقعہ ہے جبکہ حضرت سالک المجذوبی کے مقامات طے کر رہے تھے۔

قاضی صاحب نے خوب محنت کی۔ اور وہ مقام پایا کہ خود بیان کا ذکر ہر محفل و مجلس کی زینت ہوتا۔ تقویٰ، مقامات اور مشاہدات تینوں میں خوب مقام پایا۔ ۱۲۰ سال کے قریب عمر ہے اور تادم تحریر بقید حیات ہیں۔ سیال کے قریب ایک بالکل چھوٹے سے دیہات میں ہیں لیکن اب بہت ضعیف اور خاصے کمزور ہو چکے ہیں۔

حسن سلوک

حضرت کو جماعت کا ہر ساتھی عزیز تھا۔ اور ہر ساتھی یہی سمجھتا کہ حضرت کو جتنے اُنس اس سے ہے شاید سب سے ہی بڑھ کر ہے۔ کوئی بیماری یا پریشانی، کہیں لڑائی جھگڑا ہوتا یا مقدمہ کسی بالا افسر کی طرف سے نقصان کا خطرہ ہوتا یا ماتحت تعاون نہ کرتے۔ غرضیکہ ہر دکھ کا مداوا ہر بیماری کا علاج اور ہر پریشانی و مصیبت سے بچنے کی پناہ گاہ اپنے محبوب شیخ کو ہی سمجھتے۔ اور شیخ ساتھیوں کو اولاد سے زیادہ عزیز رکھتے۔ شفقتیں ہی شفقتیں نچھاور فرماتے آپ کی محفلوں میں ایسی محبت بٹتی کہ آنیوالا ہر دکھ اور غم و آلائش کو بالکل بھلا دیتا۔

آپ کی محفل میں کچھ وقت گزار کر جب کبھی واپسی ہوتی تو دوران ملاقات یا کچھ دیر بعد تک محبوب شیخ سے جدائی سے آنسو ضبط کے باوجود نہ تھمتے۔ آپ اکثر والد کی طرح زندگی کے تمام پہلوؤں پر نصیحت

فرماتے۔ طہارت وضو، نماز کے بنیادی مسائل پر نصیحت فرماتے حتیٰ کہ گھریلو تنازعات کا حل، ملازمت کی پیچیدگیوں میں کیا کیا جائے۔ کسی کا تجارت میں خسارہ ہو تو اس کو مشورہ۔ کون سی پریشانی کا زخم ایسا تھا جس پر آپ نے مرہم نہ رکھی ہو۔

ساتھیوں کے نہ صرف آپ کو نام بلکہ گھریلو حالات پریشانیاں اور مالی حالت تک کا علم ہوتا۔ ملنے کو کبھی اپنا تعارف کروانے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ جانے والے کو اسی کے حالات کے مطابق نصیحت فرماتے۔

غریب ساتھیوں کو بعض اوقات کرایہ پاس سے دے دیتے اور کئی ایک اکثر مالی مدد بھی فرماتے۔ ساتھیوں کی تکلیف کا بڑا خیال رہتا۔ کہیں ایسی جگہ دو روز قیام نہ فرماتے جہاں صاحب خانہ کو تکلیف ہو۔ یا آتے جاتے ساتھی پریشان ہو۔

۱۹۷۷ء سے ہر ماہ یا دوسرے ہفتے چھٹی سے قبل والی رات آپکے ہاں اجتماع پر ساتھی دور و نزدیک سے حاضر ہوتے۔ ایک مرتبہ کسی ضرورت کے تحت ناظم اعلیٰ صاحب نے عرض کی کہ اس مرتبہ اس رات منارہ میں اجتماع ہوگا۔ یہ کہہ کر آپ کو لینے چلے گئے۔ لیکن آپ نے فرمایا کچھ ساتھی وہ تو ہوں گے جن سے آپ کا نہ کسی اور کا رابطہ ہوا ہوگا۔ وہ اگر یہاں آ گئے تو؟ عرض کی گئی یہاں سے اطلاع پاکر منارہ پہنچ جائیں گے آپ نے فرمایا یہ بڑا تکلیف دہ کام ہوگا۔ اس لیے آپ تشریف نہ لے گئے۔

سفر اور اجتماع میں بھی احباب کی تکلیف کا احساس رکھتے۔ اور ہر وہ ساتھی جو طالبانِ خدا کی خدمت کرے۔ اس سے بڑے خوش ہوتے۔

کوئٹہ، ژوب، وغیرہ سے آنیوالوں کو چائے اور کھانا مزید دینے کی ہدایت فرماتے۔ ممکن ہے کسی کو حاجت ہو اور وہ شرم سے مانگ نہ سکے۔

اس الفت و محبت کی وجہ سے قلوب میں آپ کے لیے بے حد محبت تھی۔ جو کچھ آپ فرما دیتے لوح قلب پر نقش ہو جاتا۔

کوئی محفل اور لمحہ ایسا نہ تھا جس میں آپ نے علمی نقاط بیان نہ فرمائے یا احباب کو نصیحت نہ کی ہو۔

ایک مرتبہ اجتماع کے خاتمے پر فرمایا "آپ لوگ اور اللہ اور مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں۔ تم لوگوں کی وجہ سے اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں۔ جس سے باقی مخلوق بھی فائدہ اٹھاتی ہے اور یہ سبب ذکر الٰہی اور اعمال صالحین۔ لہٰذا اعمال میں سستی کر کے خلق خدا کو ان رحمتوں سے محروم نہ کر دینا۔"

انتقال پُرملال

حضرت الکرم مولانا اللہ یار خاں صاحب، بوقت تقریباً ۵ بجکر ۴۵ منٹ شام مورخہ ۱۵ ربیع الاول ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۸ فروری ۱۹۸۴ء بروز سنیچر اپنے مخصوص حجرہ بخانہ جناب فضل کریم بٹ صاحب، مکان نمبر ۳۰ گلی ۳۲ سیکٹر ۱/۷ - F اسلام آباد رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کو دوسرے دن غروب آفتاب کے ساتھ ساتھ چکڑالہ میں اپنی زمینوں پر آپ کی خواہش کے مطابق اپنی آخری آرام گاہ میں پہنچا دیا گیا۔ نماز جنازہ حضرت مولانا محمد اکرم صاحب نے پڑھائی جس میں احباب کی ایک کثیر تعداد نے شرکت کی اور اپنے عزیز از جان روحانی باپ کی آخری زیارت سے مشرف ہوئے۔ انہیں رخصت کیا۔ ہم کیا روئے پوری کائنات روئی۔ خوب فرمایا مولانا محمد اکرم صاحب نے۔

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل
وہ دکان اپنی بڑھا گئے

جماعت کی تنظیم

احباب کی تعداد شروع میں کم تھی تو ہر ساتھی کا آپ سے رابطہ تھا۔ خود کبھی حاضر ہوتے یا آپ کا کسی جگہ کا پروگرام ہوتا تو اس علاقے والے وہاں اکٹھے ہو جاتے۔

تعداد زیادہ بڑھنے لگی تو مجازین کو مقرر فرما کر انہیں ساتھیوں کو باقاعدگی سے معمول کروانے کی ذمہ داری سونپی۔ خود دورے پر تشریف لے جاتے تو لطائف و مراقبات میں توجہ دیتے۔

۱۹۷۴ء میں کرنل مطلوب صاحب کو جماعت کا ناظم اعلیٰ مقرر فرمایا۔ جن کے ماتحت ضلعی امراء تھے۔ کرنل صاحب حضرت کے دوروں پر آنے جانے ٹھہرنے کے لئے مناسب بندوبست فرماتے متعلقہ ضلعی افراد کے مشورے سے وہاں رہائش اور پروگرام کا تعین فرماتے۔ حضرت کی کتابوں کی اشاعت و ترسیل رسالہ المرشد کی اشاعت وغیرہ ذالک۔

اس تنظیم کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے بیعت کر کے حصول دین کے لئے اپنے آپ کو بشیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے نام منسلک کر دیا ہے اور بشیخ نے ان کی راہنمائی

کا ذمہ لیا ہے۔ انہیں پھر سے زمانے کی تند و تیز فحاشی اور برائی کی لہروں کی نظر نہ ہونے دیا جائے۔

کیفیات برکات نبوت کے حصول میں ان کی مدد کی جائے۔ گویا ٹیوشن سنٹر کی طرح ان میں لطائف و مراقبات کے حصول پر منظم طریقے سے محنت کروائی جاتی ہے پیچھے رہ جانے والوں کا ہاتھ پکڑ کر انہیں سہارا دیا جاتا تاکہ وہ بھی اپنی کسی کمزوری کے سبب جنت جانیوالے اس قافلے سے بچھڑ نہ جائیں۔

اسی تنظیم کی برکت ہے کہ باوجود اپنے تمام دینوی مشاغل اور کاروبار کے ہزاروں لوگ فنا فی الرسول حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی نسبت طلب رضائے الہٰی کا جذبہ، روشن قلوب اور نیکی و بدی کا احساس اپنے سینوں میں لئے پھرتے ہیں۔

خلفاء و مجازین

آپ کی طبیعت میں بے حد سخاوت تھی اسی جود و سخا کا اثر ہے کہ ہر آنے والے میں جتنی استعداد ہوتی اس سے بھی بڑھ کر عطا ہوتی۔ حاصل کرنے کے لئے لوگوں کو کچھ محنت نہیں کرنا پڑی اگر کچھ کرنا تھا تو ان کیفیات و برکات کی حفاظت کے لئے جس قدر مجاہدہ ممکن ہو۔ بلا مشقت و مجاہدہ مل جانے کے باعث کچھ لوگ اس نعمت کو عام چیز سمجھ بیٹھے۔ جس کی وجہ سے انہیں اس سے محروم ہونا پڑا۔

جس کو جتنی صلاحیت نصیب تھی۔ وہاں تک دوسروں کو بھی بتانے اور ساتھ بٹھا کر توجہ دینے کی اجازت تھی گویا آپ کا ہر شاگرد کسی نہ کسی درجے میں آپ کا خلیفہ ہے۔

ساتھیوں پر آپنے بڑی محنت کی۔ ان کی خدمت کرتے آپ کے گھر جب بھی جانا ہوتا کئی مرتبہ اندر سے کھانا۔ پانی کا گھڑا۔ چارپائی بستر تک خود اٹھالاتے۔ اس لئے کہ وہ مریدوں کو مرید نہیں بلکہ اپنی مراد کہتے کیونکہ فیض لینے والے اتنے متلاشی نہیں تھے۔ جتنا کر دینے والا کسی ساتھی کا خط نہ آنے یا خود کسی وجہ سے حاضر نہ ہو سکے۔ تو آپ کو اس کی فکر ہوتی۔ لہٰذا اپنی زندگی بھر کی اس محنت سے اکٹھی کی ہوئی پونجی کی نہ صرف زندگی میں بلکہ اس کے بعد بھی ان کی حفاظت کا سوچتے اور کئی مواقع پر چند ایسے لوگوں کے نام بھی لیتے جو میرے بعد اس سے رابطہ رکھنا یہ ساری جماعت کو سنبھالنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ وقتاً فوقتاً بہتر سے بہتر شخص آ جاتا تو اس کے بارے ایسے الفاظ فرما دیتے۔

لنگر مخدوم کے اجتماع پر ۱۹۸۲ء میں آپنے مشائخ سے مشورے کے بعد اپنے بعد حضرت مولینا محمد اکرم صاحب مدظلہ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ زندگی کے باقی امور میں جیسے آپنے مروجہ رسومات کی بجائے سنت پر عمل فرمایا۔ اسی طرح مروجہ طریقہ تو یہی تھا کہ پیر صاحب کی وفات کے بعد ان کا صاحبزادہ خود بخود جانشین ہوتا ہے اس نے اپنے والد سے کچھ سیکھا ہو یا نہیں صرف اس کا بیٹا ہونا ہی کافی ہوتا ہے۔ مزید کسی محنت کی گنجائش نہیں ہوتی۔

ایسی ہستیوں کے پاس آنیوالے عقیدت کے ساتھ ساتھ بعض اوقات ہدیے اور تحفے بھی لاکر پیش کرتے ہیں اور بدقسمتی سے اقربا اور صاحبزادگان کی نظریں ان دنیاوی مال پر ہی مرکوز رہتی ہیں اور بعد از وفات قبروں پر تجارت ان کا مشغلہ بن جاتا ہے۔ آپ کا بیٹا، داماد، بھتیجے، سبھی رشتہ دار تھے۔ لیکن دین کے اس مقدس فریضے کے لئے آپ نے جس کو اہل سمجھا اسی کو مقرر فرمایا۔

ج۔ دور دراز علاقے کے لئے کبھی کو اور کبھی دوسرے کو اجازت زبانی یا لکھ کر بھی عطا فرماتے اور کبھی ان ڈیوٹیوں کو تبدیل بھی فرما دیا جاتا مثلاً مولینا عبدالحق صاحب، غوث محمد صاحب، محمد حسن صاحب اور عبدالرشید صاحب قابل ذکر ہیں۔ ان میں سے غوث محمد اور عبدالرشید صاحب کو اب موجودہ شیخ نے پھر اجازت مرحمت فرمائی ہے۔

د۔ آپ کے وصال کے وقت تک جن لوگوں کو ایسی ذمہ داری سونپ رکھی تھی، اُن کے نام یہ ہیں۔

۱۔ حضرت کرنل مطلوب صاحب
۲۔ حضرت حافظ عبدالرزاق صاحب
۳۔ ملک مختار احمد صاحب پنڈی گھیب
۴۔ حاجی حبیب الرحمٰن صاحب سیالکوٹ
۵۔ حکیم محمد صادق صاحب ٹوبہ

۶۔ ملک غلام محمد صاحب واں بھچراں
۷۔ مزمل حق صاحب ڈھاکہ
۸۔ حافظ غلام قادری چکوال ۔

اس دور میں دین پہ چلنا ہاتھ پہ آگ کا انگارہ رکھنے کے مترادف ہے اور وہ بھی اتنی بلند ڈیوٹی جس پر سب کی ذمہ داری ہو۔ نفس و شیطان دو دشمن ہر لمحے ساتھ ہوں کیوں کہ ایسے پیر یا صاحبزادوں کو راہ راست سے ہٹا کر ایک تیر سے ہزاروں شکار کرتے ہیں۔ آپ نے اس خطرے کو مدنظر رکھتے ہوئے جماعت کی قیادت سونپ کر وصیت نامہ میں چند متقی اور باشعور ساتھیوں کے نام لکھ کر ان کو فریضہ سونپا کہ اگر جماعت کی قیادت اُسے دین سے دور کرے تو انہیں یہ فیصلہ دینا ہوگا کہ اب اس کی بجائے کسی دوسرے کی سب کو اقتدار کرنا ہے اور اس کے لئے احتیاطاً آپ نے دو اور نام تجویز فرما دیئے۔

مجازین

۱۹۶۵ء میں آپ لنگر مخدوم تشریف لے گئے جماعت کے ساتھی آپ کے ساتھ تھے حضرت سلطان العارفینؒ نے اس وقت چار ساتھیوں کے لئے اجازت نامہ عطا فرمایا۔ جن میں حضرت مولینا محمد اکرم صاحب اور حضرت حافظ عبدالرزاق صاحب شامل تھے

فروری ۸۲ء میں راقم آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو چار لکھی ہوئی اسناد عطا فرمائیں اور پانچویں واپس لیتے ہوئے فرمایا کوئی بندہ آیا تو میں خود اکرم صاحب کو بھیج دوں گا ان چار میں حضرت حافظ عبدالرزاق صاحب کی اور میری سند شامل تھی۔

چیف فوڈ پراڈکٹس

معیار کا بااعتماد ادارہ

CHIEF'S

ہماری ان پراڈکٹس کیلئے ڈسٹری بیوٹرز کی ضرورت ہے

۱۔ سویٹس (ٹافی، کینڈی اور ببل)
۲۔ چیف بناسپتی گھی۔
۳۔ ۱۰۰ فی صد خالص بنولہ کھل۔

اپنے کاروباری کوائف لکھ کر بھیجیں۔ سلسلہ کے ساتھیوں کو ترجیح دی جائے گی۔

چیف فوڈ پراڈکٹس

N-6 راوی پارک روڈ۔ نزد روٹی پلانٹ لاہور فون: ۲۰۱۷۶۹ ، ۲۷۳۶۲۳

یا معرفت "المرشد" الوہاب مارکیٹ۔ ۳۸ اردو بازار لاہور

وہ ہستی

اللہ دتّہ تمیمی

اللہ رب العزت نے بلند پایہ کی ذہانت اور اعلیٰ درجہ کا حافظہ عطا فرمایا تھا۔ تحقیق اور جستجو کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہُوا تھا۔ جب تک سبق کی گہرائی میں نہ پہنچ جاتے استاد صاحب کو آگے نہ پڑھنے دیتے چنانچہ حدیث جبریل کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا کہ تقریباً گھنٹہ یا ڈیڑھ گھنٹہ تک میں نے استاد صاحب کو آگے نہیں پڑھانے دیا جب تک صحیح مسئلہ کو سمجھ نہیں لیا آگے سبق نہیں بڑھایا۔

تعلیم حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت جی رحمتہ علیہ کے دل میں ایک تڑپ تھی کہ کوئی اللہ کا بندہ مل جائے جو تصوف اور منازل سلوک کی طرف راہ نمائی کر سکے۔ اسی اثنا میں ایک عجیب واقعہ نے آپ کی راہ نمائی کر دی اللہ نے آپ کو "کھوجی" کے کام میں بڑی بصیرت عطا کر رکھی تھی۔ آپ کے ایک استاد صاحب کے بیل گم ہو گئے تو انہوں نے آپ کو اسی مقصد کے لئے بیل تلاش کرنے کے لئے بھیجا۔ آپ بیلوں کے چوروں کو تلاش کرتے لنگر مخدوم میں پہنچے وہاں پر کوئی آدمی فوت ہو گیا تھا جس کی فاتحہ پڑھنے کے لئے لوگ اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ بھی فاتحہ پڑھنے کے لئے اور مزید اس بات کے لئے کہ شاید کوئی چوروں کا سراغ بھی مل جائے وہاں بیٹھ گئے وہاں پر آپ کی ملاقات مولانا عبدالرحیمؒ سے ہوئی۔ وہ آپ کو لے کر لنگر مخدوم سے کچھ فاصلے پر آبادی سے دُور جنگل میں سلطان العارفین خواجہ اللہ دین مدنی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر پہنچے۔ آپ نے مولانا عبدالرحیمؒ کی وساطت سے حضرت سلطان العارفین سے کلام کیا۔ اعلیٰ حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حالانکہ میں نے بات امتحاناً کہی تھی لیکن جب حضرت شیخ سے کلام ہوئی اور انہوں نے پہلا سوال یہ کیا کہ سیکھنے کے لئے آئے ہو یا امتحان لینے کے لئے آئے ہو۔ تو میں نے عرض کیا کہ سیکھنے کے لئے آیا ہوں۔ چنانچہ آپ کو لطائف تعلیم فرمائے اور اپنی پوری توجہ کے ساتھ آپ کی تربیت فرماتے رہے ابتداً حضرت مولانا عبدالرحیم رحمتہ اللہ علیہ کی وساطت سے بعد میں براہ راست حضرت سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ سے فیض روحانی حاصل کرتے رہے۔

حضرت جیؒ فرمایا کرتے تھے کہ اس کے بعد ۱۲ سال لطائف کرتا رہا لیکن مجھے کچھ محسوس نہیں ہوتا تھا بس یہ خیال رکھتا تھا کہ اللہ کے مبارک نام کا ذکر کرتا ہوں۔ اس کے بعد پھر اسرار و رموز کھلنے شروع ہوئے۔

اس دوران میں آپ کا قیام لنگر مخدوم اور جنگڑ الوالہ میں رہا جہاں پر آپ تعلیم و تدریس بھی کرتے رہے صبح مسجد میں درس دے کر مزار پر تشریف لاتے دوپہر تک تین چار گھنٹے مسلسل لطائف کرتے۔ دوپہر کا کھانا کھا کر کچھ دیر قیلولہ فرماتے ظہر کے بعد پھر لطائف اور عصر کے بعد مراقبات نماز تہجد کے بعد پھر لطائف اور مراقبات ۱۶ سال تک یہ معمولات باقاعدگی سے کرتے رہے۔

آنحضرت جی رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے سال میں صرف ایک ماہ چھٹی ملتی تھی بعض اوقات رات کو سونے کے لئے لیٹتا تو بچوں کی یاد سے اٹھ کر بیٹھ جاتا لیکن گھر جانے کی اجازت نہ ملتی تھی اس کے باوجود آپ نے ہمت نہیں ہاری اور مسلسل محنت اور جدوجہد سے تصوف و سلوک میں مکمل عبور حاصل کیا۔

اس دوران آپ نے کبھی بے نماز ہاتھوں کا پکا ہوا کھانا نہیں کھایا منارہ کے سالانہ اجتماع کے موقع پر ایک دفعہ حضرت حافظ عبدالرزاق صاحب نے یہ واقعہ سنایا کہ اعلیٰ حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ جب لنگر مخدوم میں ہوتے تھے تو اس وقت آپ پیدل تشریف لا رہے تھے۔ راستے میں ایک مقام موضع چکنی کے مقام پر رات آ گئی تو آپ وہاں گئے بعد نماز مغرب گاؤں کا ایک آدمی آپ کے لئے روٹی لے کر آیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کھانا تو کھانا ہے میں انسان

ہوں لیکن میری مجبوری یہ ہے کہ میں بے نماز ہاتھوں کا پکایا ہُوا کھانا نہیں کھاتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے کھانا نہیں کھایا اور کھانے کو واپس کر دیا۔ اس نے ایک دوسرے آدمی کو کہا کہ مسافر کے لئے کھانا لے جاؤ۔ وہ آدمی بھی کھانا لے کر آیا تو آپ نے اس کو بھی اسی عذر کے ساتھ واپس کر دیا۔ اس نے ایک تیسرے آدمی کو کہا تو وہ بھی کھانا لے گیا جس کو آپ نے واپس کر دیا۔ اسی طرح کرتے کرتے پورے گاؤں میں مشہور ہو گیا کہ ایک مسافر ہے جو بے نماز عورت کے ہاتھ کا پکایا ہُوا کھانا نہیں کھاتا ہے اور پورے گاؤں میں ایک عورت بھی ایسی نہ تھی جو کہ نماز پڑھتی ہو گاؤں کے چند چیدہ لوگ بیٹھ کر آپس میں کہنے لگے کہ یہ تو ہمارے گاؤں کی بڑی بے عزتی ہے اور یہ مولوی صاحب جہاں بھی تقریر کرے گا ہماری گاؤں کی بڑی بے عزتی اور بدنامی کرے گا۔ چنانچہ سب نے مل کر فیصلہ کیا کہ اپنی اپنی عورتوں کو نمازیں پڑھائیں گے۔ چنانچہ اس وقت سے یہاں کی سب عورتیں نمازی ہیں۔ موضع "چھنی" کی ایک عورت میری والدہ صاحبہ کی سہیلی اور بہن بنی ہوئی ہے اس لحاظ سے میری خالہ بھی لگتی ہیں تو میں نے اس سے پوچھا تو اس کو اس واقعہ کا علم تو نہیں تھا لیکن یہ بات اس نے مجھے بتائی کہ ہمارے "چھنی" میں کوئی عورت بے نمازی نہیں ہے۔

آپ کرادنیٰ سے ادنیٰ شاگرد کو بھی وہ منازل عطا فرمائے ہیں کہ برزخ والے صوفیاء دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں جن مقامات کو حاصل کرنے کے لئے انہوں نے پوری زندگیاں لگا دی تھیں اور اس کے باوجود محدود چند لوگوں کو وہ مقامات حاصل ہو سکے۔ اور یہ بات بڑے وثوق کے ساتھ اور بڑے اعتماد سے کہی جا سکتی ہے کہ من حیث الجماعت آپ کے متوسلین کی جماعت اپنے زمانہ اور وقت کے لحاظ سے زہد و تقویٰ عبادت اور پرہیز گاری علم و عمل کے لحاظ سے باقی تمام مسلمانوں پر ایک خاص فوقیت رکھتی ہے۔ کہیں کوئی خال انسان کسی خاص وصف میں بڑھا ہو تو یہ علیحدہ بات ہے آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ آج کے اس دور میں گو کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور بایزید بسطامیؒ اور جنید بغدادیؒ جیسے لوگ تو بن نہیں سکتے لیکن تجربہ شاہد ہے ذکر الٰہی کی پابندی سے لوگوں کی اصلاح ہو جاتی ہے عقائد درست ہو جاتے ہیں نماز اور تہجد کی پابندی کرنے لگ جاتے ہیں اور معاملات درست ہو جاتے ہیں۔

عموماً صوفیائے کرام منازل سلوک طے کرنے کے بعد لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کر لیتے ہیں۔ آپ بھی ابتداء میں تنہائی کی طرف مائل ہونے لگے تو ایک دن مراقبہ فنافی الرسول میں دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے باطل فرقوں کے خلاف صحابہ کی عظمت ان کی عزت و ناموس کی حفاظت کے لئے کام کرنے کا حکم ملا۔ آپ نے اپنی زندگی کو اسی مقصد کے لئے وقف کر دیا تھا۔ زیادہ تر وقت مناظرے کرنے اور باطل فرقے کو بے نقاب کرنے کے لئے تحریر و تقریر میں صرف ہوتا تھا۔ اسی سلسلے میں آپ کسی جگہ گھوڑے پر جا رہے تھے آپ کے ساتھ عمر رسیدہ قاضی ثناء اللہ صاحب تھے۔

قاضی صاحب اس وقت اپنے گاؤں سے تقریباً دس بارہ میل پیدل چل کر آپ کے پاس جمعہ پڑھنے آتے تھے انہوں نے آپ سے عرض کیا کہ وہ ایک شیخ کا مرید تھا جس نے اُسے ایک یا دو لطائف کرائے تھے کوئی اللہ کا ایسا بندہ مل جاتا کہ مجھے باقی لطائف بھی کروا دیتا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر وہ بندہ میں بن جاؤں تو قاضی صاحب نے حیرانی کے ساتھ آپ کے دامن کو مضبوطی سے پکڑ لیا اس وقت قاضی صاحب کے بال سفید تھے جبکہ آپ جوان تھے۔ یہاں سے روحانی تربیت اور اکتساب فیض کا آغاز ہوتا ہے پھر کچھ عرصے کے بعد آپ پدھراڑ کے ایک جلسے میں تقریر کرنے کے لئے گئے تو وہاں پر بلند قامت مضبوط جسم اور قوی اعصاب والا ایک نوجوان آپ کی تقریر کے انداز آپ کے لباس اور چال ڈھال سے اس قدر متاثر ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو آپ کے قدموں میں ڈھیر کر دیتا ہے آپ اُسے قبول کرتے ہیں اپنے پاس رکھتے ہیں اپنی نگرانی میں پوری تربیت کرتے ہیں اور خصوصی نظر شفقت سے نوازتے ہیں۔ یہ نوجوان منارہ کا رہنے والا ملک محمد اکرم تھا۔ جو بعد میں آپ کے پہلے جانشین اور خلیفہ اول ہوئے آپ مسلسل چار چار گھنٹے لطائف کرتے اور مسجد میں لطائف کرتے تو اس طاقت اور قوت کے ساتھ کہ مسجد کے دروازے کی کنڈی ہل رہی ہوتی ہے۔

یہ خوش نصیبی صرف اور صرف آپ کو حاصل ہے کہ آپ کی مکمل ظاہری اور باطنی تربیت براہ راست شیخ نے اپنی نگرانی میں کی ہے۔ میں نے شیخ رحمت اللہ علیہ سے اکثر سُنا ہے کہ "اکرم" بہت ذہین انسان ہے میں صبح کو جس کتاب کا سبق دیتا شام کو پوری کتاب کا خلاصہ مجھے سُنا دیتا چنانچہ سفر حضر میں آپ ان کو اپنے ساتھ رکھتے تھے رہا اور سب سے زیادہ صحبتِ شیخ سے آپ مستفیض ہوئے ہیں۔ حضرت مولانا محمد اکرم صاحب نے حضرت جی کے اردگرد فرداً فرداً حاضر ہونے والوں کو اکٹھا کر کے ایک جماعت کی تشکیل دی۔ اور یوں سالانہ اجتماع کی بنیاد پڑی یہ سالانہ اجتماع جہاں پر حضرت مولانا محمد اکرم صاحب قیام پذیر ہوتے وہاں پر منعقد ہوتا۔ اور آپ اس کا انتظام خود فرماتے وقت کے ساتھ ساتھ لوگوں کی تعداد بڑھتی رہی جماعت میں اضافہ ہوتا رہا اور یہ سالانہ اجتماع منارہ کے سکول میں منتقل ہُوا۔ مجھے تو اب بھی بڑی عقیدت ہے سکول کے کمروں سے، اس کے کچے غیر ہموار صحن سے جہاں بیٹھ کر ہم حضرت جیؒ رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ صبح و شام ذکر کیا کرتے۔ اب جب دارالعرفان کی پختہ عمارت میں ذکر ہوتا ہے۔ پرانے ساتھیوں سے اکثر سنا ہے اور یہ محسوس بھی ہوتا ہے کہ سکول میں ذکر کا اور اجتماع کا ایک اپنا خاص انداز تھا۔ مسجد میں پانی ختم ہو جاتا تو حضرت مولانا محمد اکرم صاحب کے گھر سے گھڑے اور بالٹیاں سر پر اٹھا کر مسجد کی ٹینکی میں پانی بھرتے تھے صرف فرض نمازوں کے لئے وضو کرنے کی اجازت ہوتی۔ کپڑے دھونے کے لئے گاؤں سے باہر ایک تالاب پر جا کر غسل بھی کرتے اور کپڑے بھی دھوتے۔ لکڑیاں کاٹنے کے لئے جنگل میں پیدل جاتے اور وہاں سے سر پر اٹھا کر جب پہاڑی راستوں سے گزرتے تو تکلیف کے ساتھ ایک خاص لذت بھی محسوس ہوتی اور پھر میرے جیسے کمزور آدمی کے سر سے کبھی لکڑیوں کا گٹھا گر جاتا تو ایک اور ہی لطف آتا۔

اللہ کریم کا احسان عظیم ہے کہ اس نے جماعت کے ساتھ ۱۹۷۴ء میں تعلق پیدا فرمایا اور ۱۹۷۵ء کے سالانہ اجتماع میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ ۱۹۷۶ء اور ۱۹۷۷ء کے سالانہ اجتماع میں ملازمت کی وجہ سے محروم رہا۔ لیکن اس کے بعد ہر سال سالانہ اجتماع میں کچھ نہ کچھ وقت حاضری کا موقع اللہ نے عطا فرمایا۔

ہر سال اس روحانی اجتماع میں حیرت انگیز طور سے حاضری میں زیادتی ہوتی رہی جس کی وجہ سے ایک علیحدہ مرکز کی ضرورت محسوس ہوئی اور ۱۹۷۷ء کے سالانہ اجتماع کے موقع پر منارہ سے تین میل کے فاصلہ پر برلب سڑک دارالعرفان کی بنیاد رکھی گئی۔ اسی دوران میں حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ نے کرنل مطلوب حسین صاحب کو جماعت کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا جنہوں نے جماعت کو منظم بھی کیا اور دارالعرفان کی تعمیر کا کام بھی اس طریقے سے کروایا کہ سالوں کا کام مہینوں میں ختم ہُوا آپ کی زبان اقدس سے حضرت کرنل صاحب کی تعریف اکثر سنی ہے آپ فرماتے تھے کہ اگر پورے جماعت کے کمالات کو اکٹھا کیا جائے تو کرنل صاحب کے کمالات زیادہ ہوں گے۔ دارالعرفان کی تعمیر کا کام شروع تھا اور آپ اپنے کمرے میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے بعد جماعت کو "اکرم" اور کرنل صاحب چلائیں گے اور قرب قیامت تک یہ جماعت رہے گی۔

اللہ رب العزت کا احسان ہے میری خوش نصیبی اور سعادت ہے کہ اپنے نیک اور صالح بندوں کے ساتھ دارالعرفان کی بنیاد دیں کھودنے اور تعمیر کا کام کرنے میں وقتاً فوقتاً شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ ساتھیوں میں ایک عجیب جذبہ اور شوق تھا جو اس وقت کام کر رہا تھا تمام چھوٹے بڑے ساتھی والہانہ انداز سے کام میں مشغول تھے آج بھی وہ منظر آنکھوں کے سامنے ہے۔ دارالعرفان کی صاف زمین پر عصر کی نماز ادا کر کے آپ نے اس کا افتتاح کیا۔ بندہ کو بھی اس افتتاحی نماز میں چند مختصر ساتھیوں کے ساتھ آپ کی اقتدا میں نماز پڑھنے کی سعادت ملی۔

اس موقع پر قاضی صاحب کو دارالعرفان کے سمت قبلہ میں شبہ ہُوا تو آپ نے ان کو ساتھ کھڑا کر کے مشاہدہ کرایا جس پر قاضی صاحب کا شک دور ہو گیا۔ پھر وہ منظر کہ جس دن منارہ کے سکول سے دارالعرفان میں منتقل ہونا تھا ایک دن قبل مغرب ہونے والی ہے۔ شیخ کے کمرے کو تیار کیا جا رہا ہے تمام اکابرین ساتھی جن میں حضرت مولانا محمد اکرم صاحب اور کرنل مطلوب حسین صاحب شامل تھے مٹی کی تگاریاں بڑی تیزی اور پھرتی سے

ساتھ ڈال رہے تھے۔ شاید اس خلوص اور جذبے کا اثر تھا اور مشائخ عظام کی توجہ خاص تھی کہ بہت تھوڑے سے وقت میں بہت زیادہ کام سمیٹا گیا۔ ۱۹۸۰ء کا سالانہ اجتماع جو منارہ کے سکول میں شروع ہوا تھا غالباً یکم ستمبر ۱۹۸۰ء کو دارالعرفان میں منتقل ہو گیا۔ جہاں پہاڑ کر پانی کی تنگی اسی دن سے ہی ختم ہو گئی اور اللہ کے کرم سے باقی سہولتیں بھی ساتھ ساتھ میسر ہوتی رہیں لگائے ہوئے پودے بھی بڑے ہوتے گئے اور یہ جگہ اب جہاں ذکر الہٰی کرنے والوں کے نور سے روشن اور منور ہے اسی طرح سرسبز اور خوبصورت بھی ہے۔

چکڑالہ جہاں سے انسانیت کی بھلائی اور مخلوق خدا کو خدا سے آشنا کرنے کے درد سے ایک عارف باللہ کا دل تڑپا جس دل میں خلوص تھا اور خلوص میں اس قدر سوز اور جوش تھا کہ اس نے بے سروسامانی اور بغیر کسی دنیاوی ظاہری اسباب کے ایک عالم کے دل کو تڑپا دیا۔ اس آفتاب ولایت کی ضیا پاشیوں سے پورا جہان چمک اٹھا اور اس عظیم ہستی کے سینے کے نور سے صاحب دل لوگوں کے سینے اور قلب منور ہو گئے بے ہدایتوں کو ہدایت ملی گم کردہ راہ انسانیت کو اپنی منزل کی سمت معلوم ہوئی بے آرام بے چین اور سکون سے ناآشنا دلوں کو اطمینان قلب کی دولت نصیب ہوئی۔

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

لیکن افسوس صد افسوس کہ چکڑالہ کے لوگوں نے اس ہستی کی قدر نہ کی اور آخر وقت تک مخالفت اور دشمنی پر کمر بستہ رہے اور جس جگہ سے معرفت کا چشمہ پھوٹا وہ بذات خود بنجر ہی رہی۔

بقول اس عظیم ہستی کے کہ میری برادری اور قبیلے کے لوگ اس لئے مخالف ہو گئے ہیں کہ ہم سب نے جہنم کا راستہ اختیار کیا ہوا ہے یہ جنت کے راستہ پر کیوں چل نکلا ہے ایک ساتھی نے آپ سے عرض کیا کہ دنیا کے کونے کونے سے لوگ آکر آپ سے فیضیاب ہو رہے ہیں لیکن چکڑالہ کے لوگ محروم ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ نہریں جہاں سے نکلتی ہیں وہاں کی زمین اس نہر سے سیراب نہیں ہوتی ہے بلکہ دور جاکر اس نہر کا پانی زمین کو سرسبز و شاداب کرتا ہے۔

آپ اکثر فرمایا کرتے تھے ساری عمر تقریریں کرنے اور مناظرے کرتے میں گزری ہے لیکن لوگوں کی اصلاح نہیں ہوئی جب سے ایک ایک آدمی پر محنت کرنا شروع کی ہے تو اللہ تعالیٰ نے نیک لوگوں کی ایک جماعت پیدا فرما دی ہے۔

شیخ رح نے تصوف کی حقانیت اور باطل فرقوں کو بے نقاب کرنے میں محققانہ تصنیفات تحریر فرمائی ہیں جو کہ رہتی دنیا تک ایک علمی ذخیرہ ہے۔ تصوف اور سلوک کے بارے میں دلائل السلوک ایک جیتی جاگتی کرامت ہے جس کو پڑھ کر بہت سے لوگوں کی زندگیوں کا رخ بدلا ہے۔ منکرین تصوف کے کے لئے اس میں مفصل دلائل موجود ہیں۔ آپ کی شہرہ آفاق کتابیں تحذیر المسلمین عن الکاذبین (۲) ایمان بالقرآن (۳) دین الخالص جنہوں نے مذاہب باطلہ کی قلعی کھول کر رکھ دی ہے حیات النبی اور مسئلہ سماع موتی کے بارے میں حیات البرزخ سیف اویسیہ جیسی کتب نے حق کو دلائل کے ساتھ واضح بیان فرمایا ہے۔

ایک دفعہ حضرت جی رح کراچی تشریف لائے اور آپ گول مسجد کے قریب نیوی کے کوارٹرز میں قیام پذیر ہوئے چند نئے ساتھی جو کہ پہلے تبلیغی جماعت کے ساتھ بھی کافی وقت لگا چکے تھے گول مسجد کے امام صاحب جو کہ مستند مانے ہوئے علمائے دیوبند میں سے ہیں ان کے پاس آکر کہنے لگے کہ ہمارے مرشد صاحب آئے ہوئے ہیں آپ عالم دین ہیں آپ سے گزارش ہے کہ آپ ان کے پاس تشریف لے آئیں اور ہمیں بتا دیں کہ ہم جو ذکر و فکر کر رہے ہیں کہیں گمراہ لوگ تو نہیں ہیں۔ مولوی صاحب کہنے لگے کہ میرے پاس وقت نہیں ہے ۱۵ منٹ سے زیادہ وقت نہیں دے سکتا۔ جب یہ حضرت جی رح کے پاس آئے اور علمی گفتگو شروع ہوئی تو یہ عالم دین جو ۱۵ منٹ کا وقت دے کر آئے تھے اٹھنے کا نام بھی نہ لیتے تھے اور تقریباً ڈیڑھ یا ۲ گھنٹے علمی گفتگو میں مشغول رہے جب جانے لگے تو عالم دین کہنے لگے کہ آپ کے شیخ علم کا ایک بڑا سمندر ہیں۔ اس کے بعد جب بھی آپ کراچی تشریف لاتے تو یہ ضرور آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے

آخری ایام

دین حق کی سربلندی مخلوق خدا کو خدا سے آشنا کرنے کے لئے دن رات کی مسلسل محنت شاقہ کی وجہ سے آپ کی صحت اکثر خراب رہتی تھی اور جسم میں بھی کافی کمزوری آ گئی تھی ۱۹۸۳ء کے سالانہ اجتماع پر میں نے آپ کی زبان مبارک سے اکثر یہ سنا تھا کہ ابھی چاہتا ہوں کہ زیادہ وقت تنہائی میں رہوں اور اللہ رب العزت کے ساتھ توجہ الی اللہ میں مشغول رہوں۔ لنگر مخدوم کے اسی سال کے اجتماع پر جب آپ نے خلفاء کا

اعلان فرمایا تو بہت سے ساتھی پریشان ہو گئے تھے ۱۹۸۴ء کے سال کے شروع ہوتے ہی صحت بگڑتی چلی گئی جب کسی صورت آرام نہ آیا تو آپ کو اسلام آباد میں جناب بٹ صاحب کے مکان پر علاج کے لئے لایا گیا۔ احباب نے اعلیٰ سے اعلیٰ ڈاکٹر سے علاج کروایا۔ لیکن تقدیر الٰہی کے سامنے علاج بے بس اور مجبور تھا۔ ملک بھر سے احباب آپ کی خدمت عالیہ میں آ کر حاضر ہوتے رہتے اور ایک ہجوم ہر وقت رہتا۔ اللہ کریم نے مجھ پر یہ احسان کیا کہ ان دنوں راولپنڈی کے قریب ملازمت میں ہونے کی وجہ سے آپ کے ان آخری ایام میں حاضری کی سعادت ملتی رہی۔

۱۸ فروری بروز ہفتہ بندہ مغرب کی نماز سے کچھ دیر پہلے پہنچا تو سورج کے غروب ہونے کے ساتھ آفتاب ولایت بھی غروب ہو رہا تھا۔ ایک عجیب حالت تھی جو ہم سب پر طاری تھی وہ ہستی جس نے ہم سیاہ کاروں کو نیکوکاروں کی صف میں لا کھڑا کیا تھا۔ بے دینوں کو دیندار بنایا تھا۔ وہ ہستی جس نے ہم غافلین کو ذاکرین میں شامل کیا تھا۔ وہ ہستی جس نے فرش نشینوں کو عرش نشین کر دیا تھا۔ آج وہ ہستی ہم سے جدا ہو رہی تھی غم کا ایک پہاڑ تھا جو ہم سب پر ٹوٹا تھا۔ ہر ایک کی اپنی اپنی کیفیت تھی وہ ہستی جس کی خدمت میں حاضر ہوتے تو اعمال کی ندامت سے آنسو رواں ہوتے اور جب جدا ہوتے تو ایک نئے جذبے اور ولولے کے ساتھ دین پر عمل کرتے اور لوگوں کو اس دولت سے آشنا کرنے کے لئے قوت اور طاقت لے کر روانہ ہوتے آنکھیں آج اس نور ہدایت کو دیکھنے سے محروم ہو رہی تھیں۔

آپ کی جدائی کا صدمہ جانکاہ بھلایا نہیں جا سکتا اور یہ زخم اس قدر گہرا ہے کہ اس کے مندمل ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

ے وہ نہیں بھولتے جہاں جائیں
ہائے ہم کیا کریں کہاں جائیں۔

یہ ایک نہ ایک دن ہونا تھا وہ ہستی جس کے قدموں میں مرنے کی دل میں آرزو تھی وہ ہستی ہم سے پہلے اپنے خالق حقیقی سے جا ملی۔ ۱۲ بجے رات آپ کی میت کو غسل دیا گیا۔ غسل سے فراغت کے بعد ۳ بجے رات کو آپ کے جسد مبارک کو اسلام آباد سے دارالعرفان اور وہاں سے چکڑالہ لایا گیا۔

۱۹ فروری کو اتوار کے دن عصر کی نماز کے بعد آپ کی نماز جنازہ آپ کے جانشین خلیفہ اوّل حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ العالی نے پڑھائی اور جسد خاکی کو سپرد کر دیا۔ یہاں پر ارشاد السالکین سے خلیفہ اوّل کا ارشاد لکھ کر اپنے عظیم شیخ سے وابستہ مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ گو کہ یہ نا ختم ہونے والا ہے اور نہ ہی بھول سکتا ہے اور تو میں نے جو احباب صاحب بصیرت مجھے مل سکے سب کو جمع کر کے قبر شریف کے پاس بٹھایا کہ جو سمجھ میں آئے مجھے بھی اطلاع کرنا لیکن واللہ باللہ جیسے ہی قبر پہ مٹی ڈالی گئی تو ایک تجلّی تھی ایک جلوہ تھا ایک چمک تھی جو ایک آن میں لپکی اور حضرت بھی اسی کے ساتھ عالم بالا کو تشریف لے گئے اگر فرشتے تھے تو اسی چمک میں تھے۔ اگر سوال جواب ہوئے تو اسی میں ہوئے ہوں گے اگر بارگاہ رب العزت کی پیشی ہوئی تو اسی میں ہوئی ہو گی ہم ناملاحظہ تو اس سے آگے کچھ نہ دیکھ سکے۔

ے خدا رحمت کند ایں عاشقاں پاک طینت را۔

ایک نظر میں

تاج رحیم

پیدائش: ۱۹۰۴ء میں موضع چکڑالہ ضلع میانوالی کے اعوان زمیندار گھرانے میں ہوئی۔

والد محترم: ذوالفقار

بھائی: دو اور بھائی تھے جن میں ایک کا انتقال جوانی میں ہوا۔ دوسرا بہادر نامی تاحیات ہے۔ لیکن وہ سلسلہ سے لاتعلق ہیں۔

اولاد: پہلی بیوی سے کوئی اولاد نہ تھی۔ دوسری بیوی سے ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہیں۔ بیٹے کا نام عبدالرؤف اور بیٹی کا صغریٰ ہے ان کا تعلق بھی سلسلہ سے نہیں ہے۔

بچپن: علاقے کے عام بچوں کی طرح آپ کا بچپن بھی ویسا ہی گزرا۔ والد صاحب کے ساتھ کھیتی باڑی میں مدد کرنا، اپنی بھیڑ بکریاں چرانا۔ خاندان عام لوگوں کی طرح برائے نام مسلمان تھا۔ البتہ جب سے آپ نے ہوش سنبھالا۔ نماز روزے کی پابندی کی سگریٹ حقہ جیسی لعنت سے محفوظ ہے۔ کسی سکول میں پڑھنا نصیب نہ ہوا۔

ملازمت: میانوالی پولیس میں بھرتی ہوئے۔ لیکن طبعی میلان کچھ اور ہی تھا اس لیے وہ نوکری چھوڑ دی پھر پشاور جیل کے عملے میں شامل ہو گئے۔ لیکن وہاں کے ہندو داروغہ سے اس لیے نہ بنی کہ وہ راشن اور قیدیوں کو ملنے والی رقم غبن کرتا تھا۔ آپ نے تعاون نہ کیا۔ اور اس ملازمت سے بھی سبکدوش ہو گئے۔ اس کے بعد آپ نے کوئی ملازمت نہ کی۔

تحصیل علم: آپ نے کسی باقاعدہ سکول میں تعلیم نہ پائی۔ پشاور جیل میں ملازمت کے دوران اپنے شوق اور ذاتی محنت سے لکھنا پڑھنا سیکھا۔ نہایت مختصر وقت میں پرائمری کا نصاب مکمل کر لیا اور پھر زیادہ توجہ دینی کتابیں پڑھنے پر دی۔ ۲۰ سال کی عمر میں

آپ نے دینی علم حاصل کرنے کا ارادہ کیا۔ باقاعدہ مدارس نہ ہونے کی وجہ سے مختلف مقامات پر مساجد میں پڑھتے رہے جن میں مسجد خواجگان ڈلوال بھی ہے۔ جہاں آپ کی دستار بندی ہوئی۔ پھر خانیوال کے قریب میں ایک چک میں امامت و خطابت کے فرائض بھی سرانجام دیئے علم حدیث کے لیے مفتی کفایت اللہ صاحب (مرحوم) کے مدرسہ امینیہ دہلی گئے تحریک ریشمی رومال کی وجہ سے مدرسہ دیوبند بند تھا۔ اس لیے وہاں سے علم فیض نہ کر سکے۔ تاہم عربی فارسی گرامر، منطق و فلسفہ میں خوب مہارت حاصل کی۔ آپ کا اپنا مطالعہ نہایت وسیع تھا۔ نہ صرف علم دین اسلام پر عبور حاصل تھا بلکہ دوسرے مذاہب مثلاً ہندو مذہب عیسائیت اور کئی دوسرے مشہور مذاہب پر بھی وسیع مطالعہ اور علم رکھتے تھے۔

لباس : نہایت سادہ لباس پہنتے۔ جس میں سفید کرتا، شلوار اور سبز عمامہ ہوتا۔ پاؤں میں سادہ میانوالی چپل آپ جبہ و دستار اور روائتی پیروں والے لباس کو قطعی اچھا نہیں سمجھتے تھے، ہاتھ میں ایک معمولی سا عصا رکھتے تھے۔ جو چلتے وقت ٹیک کے کام آتا تھا۔

جسمانی حالت : قد درمیانہ اور مضبوط جسم کے مالک تھے۔ رنگ گندمی تھا۔ گھنی سفید داڑھی۔ آپ کی نگاہوں میں ایک مخصوص چمک تھی۔ دائیں ٹانگ میں تکلیف کی وجہ سے عصا استعمال کرتے جو بچپن میں بیری کے درخت سے گرنے کی وجہ سے چوٹ آئی تھی۔ اس کا اثر آخری عمر تک رہا۔

آواز : آپ کی آواز بلند اور رعب دار تھی۔ لیکن جب تلاوت فرماتے تو آواز میں ایک عجیب سوز پیدا ہو جاتا اور سامعین پر ایک سحر ساطاری ہو جاتا۔ اکثر تقریر اردو زبان میں فرماتے لیکن میانوالی کے مخصوص لہجے کی چاشنی اس میں ہوتی۔ آپ کے بیان میں ایسی دلکشی ہوتی کہ ہر سننے والا آپ کی طرف متوجہ اور محو ہو جاتا۔

حسن سلوک : آپ نہایت خوش مزاج تھے۔ جس محفل میں بیٹھے ہوتے وہاں یہ احساس نہ ہونے دیتے تھے کہ آپ اور حاضرین میں کسی قسم کا فرق ہے ہر سالک سے انتہے پیار و محبت اور بے تکلفی سے ملتے اور ان کے ذاتی دکھ درد میں ایسے شریک ہوتے کہ ہر فرد کو یہ احساس ہوتا کہ آپ اُسے سب سے زیادہ پیار کرتے ہیں۔ مہمان نوازی میں آپ کسی اور کو آگے بڑھنے نہ دیتے اور اکثر جو ساتھی آپ کے پاس حاضری دیتے ان کے لیے خود گھر سے کھانا لے کر آتے۔

مراتب : حضرت جیؒ کے مراتب کا اندازہ لگانا تو مشکل ہے البتہ ایک آدھ خط میں انہوں نے اشارتاً جو فرمایا اُس کے مطابق ۱۹۵۲ء میں آپ سالک المجذوبی میں تھے۔ ۱۹۶۹ء میں قطب وحدت۔ اور حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ کے بیان کے مطابق جب آپؒ پردہ فرما گئے تو ولایت کی سب سے آخری اور اعلیٰ مقام "عبدیت" آپ کو نصیب تھا۔

تصانیف : آپ نے بے شمار پمفلٹ، کتابچے اور مضامین تحریر فرمائیں ان کے علاوہ آپ کی مشہور کتابوں کی تعداد ۲۱ ہے۔ آپ کی تقاریر اور مضامین کو جمع کرنے کا کام جاری ہے "دلائل السلوک" آپ کی شہرہ آفاق تصنیف ہے جس کا ترجمہ انگریزی کے علاوہ اور زبانوں میں بھی ہو چکا ہے

زمینداری : آپ تقریباً ۴۰۰ کنال زرعی اراضی کے مالک تھے۔

۱۹۳۶ء : میں تنگر مخدوم گئے۔ جہاں حضرت مولانا عبدالرحیمؒ سے ملاقات ہوئی اور ان ہی کی وساطت سے سلطان العارفین حضرت اللہ دین مدنیؒ سے رابطہ ہوا۔

بحیثیت مناظر : ۱۹۴۰ء سے ۱۹۵۸ء تک آپ شیعہ علماء کے ساتھ مناظرے کرتے رہے اور مناظر کی حیثیت سے آپ نے بہت شہرت پائی۔

جماعت کے سب سے پہلے ساتھی : قاضی ثناء اللہ صاحب جو تا حیات ہیں اور غالباً عمر ۱۲۰ سے تجاوز کر گئی ہے حلقے کے پہلے ساتھی ہیں۔ ۱۹۵۲ء میں ڈھل والاں کے حاجی محمد خان مرحوم اور حافظ صاحب امام مسجد حلقے میں داخل ہوئے۔

۱۹۵۸ء : میں حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ حضرت جیؒ کے ساتھ منسلک ہوئے۔

۱۹۶۰ء : اس سال ذاکرین کی باقاعدہ جماعت ترتیب دینے کی اجازت ملی اور دعوت عام کا کام شروع ہوا۔ مجالس ذکر کی ابتدا ہوئی جو حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ کی زرعی زمین پر ایک کچے مکان میں منعقد ہونا شروع ہوئی۔

پہلا حلقۂ ذکر : چکوال میں چند ساتھیوں نے مل کر اجتماع ذکر شروع کیا۔

پہلا فوجی ساتھی : حافظ غلام قادری صاحب۔ اُن کی مدد سے فوج میں پہلا حلقہ ذکر قائم ہوا۔

پہلا باقاعدہ اجتماع :- ۱۹۶۲ء میں یہ پہلا باقاعدہ اجتماع تھا۔ اس میں پندرہ ساتھی شامل تھے۔ بارہ دن رہا۔ نور پور ستھی سے شمال میں حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہٗ کے ڈیرے پر ہوا۔

پہلا سالانہ اجتماع: ۱۹۶۸ء میں حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہٗ کے ہاں نور پور موڑ پر ہوا۔

دوسرا سالانہ اجتماع : ۱۹۶۹ء میں ملک خدا بخش صاحب کے گھر منارہ میں ہوا جس کا انتظام بھی حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہٗ نے کیا۔

۱۹۷۰ء سے ۱۹۷۹ء تک : تمام سالانہ اجتماعات مڈل سکول منارہ کی عمارت میں ہوتے رہے۔ اس وقت وہاں نہ بجلی تھی نہ پانی کا انتظام تھا۔ روشنی کے لیے لالٹین اور وضو کے لیے دور سے بالٹیوں میں پانی لایا جاتا۔ جلانے کے لیے ساتھی پہاڑ سے لکڑیاں اکٹھی کر کے لاتے۔

دارالعرفان : ۱۹۷۹ء کے سالانہ اجتماع پر دارالعرفان کی بنیادیں بھری گئیں۔

دارالعرفان میں پہلا سالانہ اجتماع :- ۱۹۸۰ء کا سالانہ اجتماع شروع تو منارہ سکول میں ماہ اگست میں ہوا لیکن یکم ستمبر کو اجتماع دارالعرفان منتقل ہوا۔ یوں یہ دارالعرفان کا پہلا اجتماع تھا۔

ظاہری بیعت : ۱۹۷۹ء میں دربار نبوی ﷺ سے ظاہری بیعت کی اجازت ملنے پر ۸۰-۱۹۷۹ء میں ظاہری بیعت کی ابتدا ہوئی۔ اس سے پیشتر سلسلہ اویسیہ میں ظاہری بیعت نہیں تھی۔

ماہنامہ المرشد : ۱۰ اکتوبر ۱۹۷۹ء کو ماہنامہ "المرشد" کا ڈیکلریشن ملا۔ یوں تو المرشد مختلف پمفلٹ اور کتابچے کی صورت میں پہلے بھی چھپتا رہا۔ لیکن باقاعدہ ماہنامے کی صورت میں اس کا پہلا شمارہ دسمبر ۱۹۷۹ء میں پروفیسر حافظ عبدالرزاق کی زیر ادارت شائع ہوا۔

لائبریری : حضرت جیؒ نے اپنی زندگی میں بے شمار کتب جمع کیں جو تمام ان کی اپنے پیسے سے خریدی ہوئی ہیں۔ برصغیر میں اتنی بڑی ذاتی لائبریری شاید ہی کسی کے پاس ہو۔ جس میں کتب کی قیمت کا اندازہ کئی لاکھ روپے ہے اور جو کئی ہزار کتب پر مشتمل ہے۔

اشاعتِ کتب : کتابوں کی اشاعت کے لیے "اویسیہ کتب خانہ" قائم کیا گیا۔ یہ کتب خانہ اب تک ۷۰ سے زیادہ کتب کی اشاعت کر چکا ہے پمفلٹ اور کتابوں کی اشاعت ان کے علاوہ ہے۔ تقریباً دس مزید کتابیں اشاعت و طباعت کی مختلف منازل میں ہیں اس کی شاخیں اردو بازار لاہور، اویسیہ ہاؤسنگ سوسائٹی لاہور اور دارالعرفان منارہ میں ہیں۔

وصیت نامہ : ۱۸ اگست ۱۹۸۳ء کو بطور وصیت جامع ہدایات قلم بند کروا دیں۔ جو سلسلہ عالیہ کے جملہ امور کی انجام دہی کے لیے اصول و حتمی قوانین سلوک کا مقام رکھتی ہیں۔ اسی وصیت کے مطابق جانشین، ناظم اعلیٰ اور ممبران مجلسِ منتظمہ کا تقرر عمل میں آیا۔

جانشین : آپ نے اس سلسلہ میں خاندانی وراثت کی گدی نشینی کا فرسودہ تصور ختم کیا۔ اور آپؒ کی وفات پر وصیت نامے کے مطابق حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہٗ کو سلسلہ کا شیخ اور اپنا جانشین مقرر کر گئے۔

ناظم اعلیٰ : انتظامی قابلیت، بے لوث خدمت اور اہلیت کی بناء پر کرنل مطلوب حسین (ریٹائرڈ) کو سلسلہ عالیہ کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا۔

ناظم نشرواشاعت : حافظ عبدالرزاق صاحب کو ادارہ نقشبندیہ اویسیہ کے نشرواشاعت کا ناظم مقرر کیا۔

مجلس منتظمہ : ان اکابرین سلسلہ کو مجلس منتظمہ کا ممبر مقرر کیا

۱۔ کرنل مطلوب حسین (ریٹائرڈ) ناظم اعلیٰ	۲۔ پروفیسر حافظ عبدالرزاق
۳۔ امان اللہ لک	۴۔ حاجی الطاف احمد
۵۔ چوہدری بشیر احمد	۶۔ علی احمد

۱۹۸۳ء میں لنگر مخدوم کا اجتماع : ۲۱ اکتوبر ۱۹۸۳ء جمعہ کے دن لنگر مخدوم کا اجتماع آپ کی زندگی کا آخری بڑا اجتماع تھا۔ آپ کا خطاب سن کر ہزاروں حاضرین نے محسوس کیا کہ شاید اس کے بعد آپ اس بڑے اجتماع میں شریک نہ ہوسکیں گے۔ ہدایات کے علاوہ آپ کا خطبہ زندگی موت اور برزخ کے متعلق تھا :

آپ نے فرمایا۔ اب ذرا موت کی حقیقت سمجھ لیجیے۔ یعنی موت کیا چیز ہے۔ موت کوئی عدمی چیز نہیں جو وجود کو ختم کردے موت تو ایک پل کی طرح ہے۔ الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب۔ دنیا ایک دریا کی طرح ہے جسے ہم سوائے پل کے عبور نہیں کرسکتے۔ موت ہمارے لیے پل بنایا گیا ہے۔ کہ اسے عبور کرکے برزخ میں چلے جائیں۔ یا اُسے ایک کشتی یا جہاز سمجھ لیں جس پر سوار ہو کر ہم آگے چلے جائیں گے۔ موت عدمی چیز نہیں۔ جیسا کہ فرمایا: خلق الموت والحیوۃ۔ جس طرح اللہ تعالےٰ نے زندگی کو پیدا فرمایا۔ اس طرح موت کو بھی پیدا فرمایا۔"

۱۹۸۴ء آخری وقت : ۱۸ فروری ۱۹۸۴ء بروز ہفتہ مغرب کے بعد، اسلام آباد میں فضل کریم بٹ صاحب کے گھر آپ کا وصال ہوا۔ آپ کو آخری غسل بیگ صاحب، زاہد صاحب اور بابا قادر بخش نے دیا۔ اتوار صبح ۳ بجے آپ کے جسد مبارک کو حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ اپنی جیپ میں اسلام آباد سے دارالعرفان لاتے اور اُسی دن وہاں سے چکڑالہ لایا گیا۔ عصر کے بعد حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ نے آپ کا جنازہ پڑھایا اور لحد میں اتارا۔ جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد اندازاً ہزاروں میں تھی۔

مزار : آپ کی وصیت کے مطابق، آپ کی پسند کی جگہ پر چکڑالہ سے چند میل باہر آپ کا غیر پختہ اور سادہ مزار ہے۔ جو مرشد آباد کے نام سے مشہور ہے جہاں ہر ماہ ہزاروں عقیدت مند اجتماعی حاضری دینے ملک کے دور دراز گوشوں سے آتے ہیں۔ یہاں ایک وسیع مسجد تعمیر ہوچکی ہے۔ اس کی وسعت اور ترقی پر مزید کام جاری ہے۔

مشن کی موجودہ پوزیشن : گلگت کی فلک بوس پہاڑوں سے لے کر مشرق وسطیٰ اور عرب ریاستوں تک، انڈونیشیا سے لے کر مغرب میں نیویارک (امریکہ) اور مانٹریال (کینیڈا) تک، یورپ میں ناروے اور گلاسگو سے لے کر جنوب میں نیروبی تک اور چین اور روسی ریاستوں تک یہ مشن پھیل چکا ہے۔ دور دراز ممالک کے شہروں میں مراکز ذکر قائم ہوچکے ہیں جو مرکز (دارالعرفان) سے منسلک ہیں۔ جہاں باقاعدگی کے ساتھ اللہ کے مبارک نام کا ذکر کرنے والے جمع ہوتے ہیں۔ صقارہ اکیڈمی جیسے اعلیٰ پائے کے جدید تعلیمی اداروں کے قیام سے لے کر اویسیہ ہاؤسنگ جیسے عظیم رہائشی منصوبے پایہ تکمیل تک پہنچ رہے ہیں۔ جو فیض حضرت جیؒ نے تقسیم کرنا شروع کیا تھا وہ اب حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ کی ان تھک محنت، کوشش اور پابہ سفر رہنے سے روئے زمین کے ہر گوشے تک پہنچ رہا ہے۔ جس مشن کی ابتدا حضرت جیؒ نے ۱۹۵۲ء میں ایک ساتھی قاضی ثناء اللہ صاحب سے شروع کی تھی آج اُس مشن میں لاکھوں افراد شامل ہیں۔ یہ مشن پھیلا ہے اور انشاء اللہ پھیلتا چلا جائے گا۔

آخری ایّام

ڈاکٹر عظمت بُٹر

یہ مئی ۱۹۸۱ء کی بات ہے اس وقت میں فوج میں کپتان کے عہدے پر تھا اور اسکیموں پر چھاؤنی سے باہر ڈیرے لگا رکھے تھے۔ ایک ویک اینڈ پہ گھر آیا تو بڑا بھائی امریکہ سے چند دن کی چھٹی پہ آیا ہوا تھا۔ اس سے پروگرام بنا کر دوبارہ جا کر کمانڈنگ آفیسر سے بصد مشکل تین دن کی چھٹی لی۔ گھر آیا تو چند بارلیش شخصیات سے تعارف کچھ یوں ہوا کہ یہ سفید داڑھی والے کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین ہیں۔ دوسرے بزرگ حافظ عبدالرزاق صاحب ہیں اور یہ تیسرے بغیر داڑھی والے امان اللہ ملک صاحب ہیں اور یہ تینوں اصحاب میرے بھائی کو اپنے مرشد سے ملوانے لے جا رہے ہیں۔ تعارف کے بعد کا آخری فقرہ سُن کر بڑا عجیب سا لگا۔ بے اختیار بھائی کی طرف دیکھا کہ کیا یہ سچ ہے؟ جواباً اس نے اقرار میں گردن جھکا دی۔ دل پہ ٹھیس سی لگی کہ میں نے اس بھائی کے لیے اپنے افسر سے تقریباً جھگڑ کر چند یوم کی چھٹی لی ہے اور یہ مجھے چھوڑ کر ان مولویوں کے ساتھ جا رہا ہے۔ دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد یہ لوگ مغرب سے ذرا پہلے جب روانہ ہونے لگے تو کرنل مطلوب صاحب جو ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھے ہوئے تھے بولے "ڈاکٹر صاحب! آپ نہیں چلیں گے؟" اس بے تکی ملاقات کے بعد مجھے ساتھ لے جانے کے لیے کہنے میں کوئی تک نہ تھا واقفیت نہ آشنائی لیکن یونہی "کہہ دیا ہمیں کوئی لے کر جاتا ہی نہیں" یہ سنتے ہی انہوں نے فوراً جگہ بنائی اور مجھ سے کہا "پچھلی سیٹ پر تشریف رکھیے" اب پچھلی سیٹ پر میں، میرے بھائی صاحب اور ملک صاحب بیٹھے ہوئے تھے جبکہ فرنٹ سیٹ پہ حافظ عبدالرزاق صاحب تھے اور یوں ہم عازمِ چکوالہ ہوئے۔ راستے میں ملک صاحب کی نہ رکنے والی زبان اپنے شیخ اور سلسلے کے بارے میں نجانے کیا کیا کہتی رہی اور میرا ذہن صرف یہ کہتا رہا کہ بیٹا برے پھنسے اب بھگتو۔ رات چکوال کی ایک مسجد میں گزاری۔ ایک تو فرش پہ سونے کی عادت نہیں تھی دوسری گرمی اور پھر اوپر سے مچھروں کی یلغار۔ جو کچھ دل میں آیا اپنے بھائی کو کہتے رہے کہ امریکہ میں سالہا سال رہنے کے باوجود پیروں کے چکر سے نہ نکل سکا اب دیکھنا یہ پیر تمہیں پکڑیں گے۔ تمہارا دماغ سلب کریں گے اور پھر ساری عمر ان کی خدمت میں گزار کر جنت میں جانے کی ایک سند لے لو گے جس کے یہ ٹھیکیدار بنے بیٹھے ہیں۔ انہیں خیالوں میں آدھی سے زیادہ رات بیت گئی۔ اتنے میں کرنل صاحب اٹھے اور بولے کہ فجر کی نماز دارالعرفان جا کر پڑھیں گے۔ آدھے جاگتے آدھے سوئے میں بھی اُٹھ کر گاڑی میں بیٹھ گیا۔

نماز تو خیر آتی ہی نہ تھی پڑھتے کیا۔؟ البتہ باقی لوگوں کی طرح اٹھک بیٹھک ہم نے بھی کر لی ذرا سورج بلند ہوا تو دوبارہ روانہ ہوئے لیکن پتہ چلا کہ اب کے منزل زیادہ دور نہیں ہے قریب ہی ایک منارہ نامی گاؤں ہے جہاں پیر صاحب کے خلیفہ رہتے ہیں ناشتہ ان کے پاس کر کے آگے چلیں گے۔ اس پہ ہمارے ذہن میں خلیفہ کا جو خاکہ بنا وہ بالکل روایتی سا تھا سبز جبہ، سبز ٹوپی اور اٹھنے بیٹھنے سے عاجز ایک زندہ لاش جو دم سادھے اپنی جاہلیت پر پردہ ڈالے ہمیں اپنا اسیر بنانے کی پوری کوشش کرے گی۔ اسی دوران گاڑی بھی گاؤں کے اندر مڑ گئی۔ سامنے سیدھی گلی میں ایک خوبصورت جوان گھنی سیاہ داڑھی، سر پہ زمینداروں کی طرح کپڑا لپیٹے سینے پہ کارتوسوں اور گولیوں کی پٹیاں باندھے، ایک کندھے پہ بارہ بور کی بندوق دوسرے پہ رائفل لٹکائے لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا آ رہا تھا۔ بے اختیار اس کی وجاہت نے ہمیں اپنی طرف متوجہ کر لیا ذہن میں جو سب سے پہلی مماثلت آئی وہ کسی انگریزی فلم کے کاؤ بوائے کی تھی (چونکہ میں ان دنوں بہت زیادہ انگریزی فلمیں دیکھتا تھا اور ان کے ہیرو میرا آئیڈیل ہوا کرتے تھے۔ اس لیے سب سے پہلے خیال اُدھر ہی گیا) پھر دوسرا خیال یہ آیا

کہ کیا ہی اچھا ہو اگر اس شخص کے ساتھ کچھ دیر بیٹھنا نصیب ہو کتنی بھرپور زندگی ہے اس کے ایک ایک انداز میں کیا بہتر ہو اگر مجھے یہ لوگ یہیں چھوڑ جائیں اور واپسی پہ لے لیں گاڑی سست رفتاری سے آگے بڑھ رہی تھی اور جوں جوں فاصلہ کم ہو رہا تھا اس مردِ رعنا کی وجاہت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ دراز قد، ورزشی جسم، چال میں بے نیازی اور ساری دنیا سے الگ انداز لیے اپنی دھن میں مست جب وہ بالکل قریب پہنچا تو گاڑی رکی سب نیچے اتر کر گلے ملنے لگے وہ بھی مسکرا مسکرا کر خوش آمدید کہہ رہے تھے۔ ہم اُس شخص کے ساتھ پیدل چل پڑے۔ کرنل صاحب گاڑی کو لے کر پیچھے پیچھے آرہے تھے۔ میں نے ملک صاحب سے پوچھا یہ شخص کون ہے؟ جواب ملا یہ ہمارے پیر صاحب کے خلیفہ مولانا محمد اکرم اعوان صاحب ہیں۔ اور پھر آگے بڑھ کر مولانا صاحب سے محو گفتگو ہو گئے خلیفہ کا لفظ سنتے ہی میرے دل سے نفرت کا لاوا اُبلا اور اس نے ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ چند قدم چلنے کے بعد ذہن میں آیا کہ تعارف سے پہلے تم اس شخص کو اپنا آئیڈیل سمجھے ہوئے تھے اسکی شخصیت کے معترف ہو چکے تھے اب اگر یہ کسی پیر کا خلیفہ ہے تو صرف اس وجہ سے اس سے نفرت نہ کرو۔ بندہ شاندار ہے ذرا قریب سے دیکھو پھر فیصلہ کرنا۔ گھر پہنچے ناشتہ آیا۔ ناشتے میں مکھن کے پراٹھے اور وہی ساتھ میں نہایت بے تکلف گفتگو، نہ تکبر نہ غرور، نہ نوکر نہ خادم، خود ہی خالی برتن اٹھا کر اندر لے گئے یا الٰہی یہ کیسے پیر ہیں اور کیسے خلیفہ ہیں؟ پھر محفل ذکر ہوئی۔ انوارات ٹوٹ ٹوٹ کر آسمان سے گر رہے۔ میرا گناہگار وجود برداشت نہ کر سکا۔ پھوٹ پھوٹ کر رو دیا تو ذکر بند کرنا پڑا لیکن کسی نے پوچھنا بھی گوارہ نہیں کیا کہ کیوں روئے ہو۔ وہاں سے چلے تقریباً دس بجے دوپہر ملکڑالہ پہنچے گرمیوں کی تیز دھوپ میں اتنی شدت تھی کہ کوئی متنفس نظر نہیں آرہا تھا۔ گاؤں سے باہر گاڑی روک کر ہم پیدل پیر صاحب کے گھر کی طرف چل دیئے۔ ایک دروازے کے سامنے جب کرنل صاحب رک گئے تو حیرت زدہ رہ گیا۔ آنکھوں پہ یقین نہ آرہا تھا لکڑی کا بغیر پالش کے دروازہ، کچی دیواریں، کچا صحن، چھوٹا سا کمرہ بائیں طرف اور سامنے ایک بڑا کمرہ جس کا فرش کچا اور دیواریں گارے سے کھڑی کی گئی تھیں۔ کچھ پوچھنے کی ہمت نہیں تھی۔ اندر اطلاع بھجوائی تو ایک شفیق بارعب ہستی آہستہ آہستہ پروقار انداز میں چلتے ہوئے چھڑی کا سہارا لیے باہر آئی۔ ململ کا کرتا اور تہبند باندھے ہوئے۔ سر پہ سادہ سی سفید ٹوپی اور چہرے پہ عجیب سا نور لیے جب وہ ملنے کے بعد ہمارے ساتھ بیٹھ گئے تو دل میں پہلی مرتبہ لفظ پیر کے لیے ایک لطیف جذبہ ابھرا۔ جس میں محبت بھی تھی اور عقیدت بھی، عزت بھی تھی اور ادب بھی۔ دوپہر کا کھانا آیا تو تنور کی روٹیوں کے ساتھ سادہ سی ترکاری تھی لیکن کھانے کا جو لطف آیا وہ آج بھی یاد ہے گھنٹہ بھر کے قیام کے بعد وہاں سے روانہ ہوئے۔ باہر نکلے تو احساس ہوا کہ موسم تو ویسا ہی گرم ہے اور دھوپ بھی تیز جبکہ گھنٹہ بھر کے قیام کے دوران موسم کی شدت کا احساس تک نہ ہوا تھا۔ یہ چند یادیں لے کر واپسی کا سفر شروع ہوا۔ شام تک گھر پہنچ گئے۔

واپس ڈیوٹی پر پہنچا تو ہر وقت یہ ہستی آنکھوں کے سامنے رہتی اپنی پوری زندگی میں کوئی اچھا کام نہ کیا تھا۔ جوانی کا زمانہ، زمیندار گھر میں پیدائش، پھر ڈاکٹر بننا، باہر ریسرچ کے لیے جانا، چھوٹی عمر میں پیسے کی فراوانی اور علاقے میں ناموری نے رہے سہے انسانی اوصاف بھی ختم کر دیئے تھے، عقائد یہاں تک بگڑ چکے تھے کہ خالق کائنات کے متعلق اپنی لیاقت کے مطابق عجیب بے ہودہ سا عقیدہ رکھتا تھا۔ جسے اب لکھتے ہوئے بھی شرم آتی ہے برسوں گزر گئے کبھی اللہ کی بارگاہ میں جھکا ہوں گا۔ اب تو نماز بھی بھول چکی تھی۔ باقی برائیاں تو چھوڑیں صرف ایک واقعہ لکھتا ہوں اسی سے اندازہ لگالیں کہ اس سے زیادہ لگایا ہو گا ایک دفعہ افریقہ سے واپسی پر ساری دنیا کی سیر کا ٹکٹ بنوایا جس میں یورپ، امریکہ، مصر اور اُردن تک شامل تھے۔ ایک دوست نے جب پروگرام پوچھا تو بتایا کہ کوئی تین ماہ سیر کا ارادہ ہے۔ اُس نے ایسے ہی کہہ دیا کہ جب اتنا سفر بھی کر رہے ہو اور سعودی عرب کے اوپر سے گزر کر جانا بھی ہے تو حج بیت اللہ بھی کرتے جاؤ۔ ایک نظر دوست کی طرف دیکھا اور کمال بے رخی سے صرف اتنا کہا کہ اگر کچھ وقت اور ہوتا تو روم میں دیکھنے کی کافی چیزیں ہیں۔ تمہاری نظر میں پتھروں سے بنی چار دیواروں کے اس کمرے کی کوئی حیثیت ہو گی مجھے تو اس میں کوئی ایسی بات نظر نہیں آئی کہ چھٹی کے کچھ دن ضائع کروں وہ بیچارہ اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔

جب حضرت کے بتائے ہوئے طریقہ سے ذکر کرنا شروع کیا اور اس کے اثرات ظاہر ہونے شروع ہوئے تو اُس ہستی کی قدر و منزلت نگاہوں میں بڑھنے لگی اور بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہنچ گئی کہ میں جو پیروں کا قائل ہی نہ تھا اب ان کے قدموں میں جگہ پانے کو ترسنے لگا دل کہیں لگتا ہی نہ تھا ہر وقت سالانہ اجتماع کا انتظار رہتا کہ صحبت شیخ نصیب ہو گی۔ ایسی ہی ایک محفل میں کسی نے کہہ دیا کہ حضرت یار لوگ اس طریقہ ذکر کو بدعت کہتے ہیں اور آپ کے متعلق خیال رکھتے ہیں کہ آپ نعوذ باللہ گمراہی پھیلا رہے ہیں آپ جلال میں آ گئے اور فرمایا "مجھ پر اللہ نے احسان کیا ہے، مجھ پر اللہ کی اتنی عطا ہے کہ میرے جسم پر جتنے بال ہیں اگر ان سب کو زبان مل جائے اور وہ ہر وقت اُس کا شکر ادا کرتے رہیں تو بھی ادا نہیں کر سکتے۔ میرا قصور صرف یہ ہے کہ میں نے اس چیز کو عام کر دیا ہے میرے پاس وہ لوگ آتے ہیں جو پہلے کلبوں میں ناچتے تھے، شراب پیتے تھے، جوا کھیلتے تھے اور جن کی پیشانیاں کبھی خالق کے حضور نہیں جھکتی تھیں۔ میں نے ان پر محنت کی آج وہ آپ کو مسجد کی چٹائیوں پر لیٹے ہوئے نظر آتے ہیں ان کے قلوب میں اللہ کے انوارات ہیں۔ ہاں میرا یہ قصور ہے کہ میں نے اُن کو بُری راہوں سے اٹھا کر نیکی کی راہ پر لگا دیا ہے اگر یہ سب کچھ کرنا بدعت ہے تو یہ بدعت میں کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا مجھے کسی کی پرواہ نہیں میں نے جواب اپنے رب کو دینا ہے اور وہ خوب جانتا ہے کہ جو کچھ میں کرتا ہوں" میں بھی اُس کمرے میں ایک طرف بیٹھا ہوا تھا حضرت کی باتوں کا ایک ایک لفظ دل میں اتر رہا تھا۔ اپنی سابقہ زندگی کی سرعام نقاب کشائی ہوتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ خوش فہمی تو ایسی کوئی پہلے بھی نہ تھی اپنے متعلق لیکن حضرت کی ان باتوں کے بعد عجز و انکساری کا ایک اور ہی رنگ مجھ پر چڑھ گیا یہ سب اللہ کی دین ہے جس کو عطا کر دے۔

باتیں تو ہزاروں ہیں اور ہر بات اپنی جگہ ایک اہمیت رکھتی ہے لیکن میں اُن کو چھوڑتا ہوا حضرت کی زندگی کے اُس پہلو سے پردہ اٹھانے کی جسارت کرتا ہوں جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھ جیسے ناچیز بندے پر عیاں کر دیا۔

یہ ۲۷ جنوری ۱۹۸۴ء کی بات ہے میں پشاور میں فوج میں ملازم تھا۔ ایک دن پندرہ دن کی چھٹی گزار کر واپس پہنچا تھا۔ رات کو کرنل مطلوب صاحب کا فون آیا کہ حضرت کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی ہے اور انہیں اسلام آباد بٹ صاحب کے گھر لے جایا گیا ہے اگر ہو سکے تو پہنچنے کی کوشش کرو۔ اسی چھٹی کے دوران میں حضرت کے پاس اُن کے گھر گیا تھا کسی دوا کے ری ایکشن کی وجہ سے ساری زبان اور مُنہ میں چھالے نکل آئے تھے۔ بات کرنے میں بھی حضرت تکلیف محسوس کرتے تھے اور کوئی چیز حلق سے نیچے نہیں جاتی تھی جس کی وجہ سے نقاہت بہت بڑھ گئی تھی لیکن یہ مرض اس حد تک بڑھ جائے گا میرے گمان میں بھی نہ تھا۔ اگلے دن چھٹی لینے کا مسئلہ تھا۔ غیر اللہ کی مدد سے چھٹی مل گئی اور میں ایک ہفتے کے لیے اسلام آباد روانہ ہوا۔ جب بٹ صاحب کے گھر پہنچا تو حضرت کا کمرہ کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور ایک ڈاکٹر صاحب حضرت کو گلوکوز کی بوتل لگا رہے تھے۔ جب حضرت کی طرف دیکھا تو آنکھوں میں آنسو تیر گئے بہت کمزور ہو چکے تھے۔ صرف آنکھوں میں وہی لافانی چمک باقی تھی۔ کوئی چیز چاہیئے ہوتی تو کاغذ پہ لکھ دیتے۔ بیچارگی کا یہ عالم دیکھا نہیں جاتا تھا۔ میں بھی ایک طرف بیٹھ گیا۔ جب ڈاکٹر فارغ ہو کر چلا گیا تو میں نے چارج سنبھال لیا۔ حضرت کی چارپائی کے ساتھ بستر لگا لیا اور اپنی ڈیوٹی شروع کر دی۔ حضرت کے منہ کو ایک محلول سے صاف کرتا تھا۔ جب حضرت سے کہا کہ مُنہ کھولیے تو دیکھا کہ اندر زبان کی جگہ ایک خون کا لوتھڑا پڑا ہے ہوا یوں کہ زبان کی اوپر کی ساری جلد جھڑ گئی تھی اور خون نکل نکل کر جم گیا تھا۔ یہی حال اندر سارے منہ کا تھا۔ اس لیے جہاں ایک دفعہ زبان لگ جاتی پھر وہیں چمٹ جاتی تھی۔ آہستہ آہستہ صفائی کرتا رہا۔ درد کا اندازہ صرف ڈاکٹر ہی لگا سکتا ہے لیکن کیا مجال جو حضرت نے شکایت کی ہو۔ جب صاف کر چکا تو خاصی دیر تک حضرت خون تھوکتے رہے۔ خوراک کی نالی اور گلے کا بھی یہی حال تھا جس وجہ سے پانی تک بھی گزرنے نہیں پاتا تھا فارغ ہو کر جب تھوڑی دیر کے لیے باہر آیا تو کرنل صاحب منتظر بیٹھے تھے۔ ان سے عرض کی کہ حالت تو ٹھیک نہیں۔ فوری طور پر سارے ٹیسٹ کروانے چاہیں۔ صبح سب سے پہلا کام یہ کیا کہ خون لے کر ٹیسٹ کے لیے دیا۔ جسم کے اعضائے رئیسہ کا ٹیسٹ کروایا۔ انہوں نے کہا کہ نتائج سہ پہر تک پہنچ جائیں گے۔ سارا دن حضرت نے اسی تکلیف میں گزارا۔ جب نتائج آئے تو کرنل صاحب میرے پاس تھے۔ جگر اس حد تک خراب ہو چکا تھا کہ لیول خطرے کی حد تک دوگنا ہو چکا تھا۔ گردوں کی حالت بھی اس سے مختلف نہ تھی جسم میں نمکیات کا لیول اگر ۱۰۰ ہونا چاہیے تو ۲۰۰ سے زائد تھا یا پھر ۲۰ سے بھی کم۔ ڈاکٹر کی حیثیت سے یقین نہیں آتا تھا کہ اتنے بگاڑ کے باوجود حضرت ہوش میں کیسے ہیں؟ یہ نتائج لیکر آرمی کے چوٹی کے ڈاکٹروں کو بلوایا گیا۔ انہوں نے ایک مکمل طریقہ علاج

وضع کیا۔ اور مجھے ذمہ داری سونپ کر چلے گئے۔ حضرت جب کبھی کچھ لکھتے تو یہی لکھتے کہ تکلیف بہت زیادہ ہے یہ پڑھ کر بے بسی اور بڑھ جاتی۔ آپ کے سامنے آپ کا محسنِ عظیم ہو باپ سے زیادہ شفیق اور راہنما ایسا کہ دنیا و آخرت آپکی نظروں کے سامنے کھول کر رکھ دے اور سخت تکلیف میں ہو تو گزرنے والا ایک ایک پل کتنا بھاری ہوتا ہے ؟ یہ تو وہی جانتا ہے جس نے کسی کو ٹوٹ کر چاہا ہو اور وہ اس کے سامنے درد سے کراہ بھی نہ سکتا ہو۔ ایسی حالت میں جب کھانسی آتی تو درد کئی گنا بڑھ جاتا اور گلے میں سوزش اور زخموں کی وجہ سے کھانسی بار بار آتی۔ گلوکوز تو چلتا رہتا تھا اور ساری رات اس کے قطروں کو دیکھتے گزر جاتی دل میں ایک ہی دُعا ہوتی کہ یا اللہ اس ہستی پر کون سی آزمائش ہے جو نہ آئی ہو لیکن پائے استقامت میں کوئی لغزش نہ آئی۔ اب یہ آزمائش بھی ختم کر دے کہ زبان بند ہے۔ حلق بند ہے کچھ کھا نہیں سکتے، بات نہیں کر سکتے۔ کمزوری اتنی ہے کہ جو کچھ لکھتے ہیں وہ پڑھنا مشکل، جسم کا کوئی حصہ صحیح کام نہیں کر رہا اور درد ایسا کہ کوئی دوسرا اُسے برداشت کرنے سے قاصر۔ غرض اُن راتوں کا قصہ کچھ ایسا ہی ہے کہ کبھی گلوکوز کی بوتل سے ٹپکنے والے قطرے صاف نظر آنے لگتے اور کبھی جب دل کا غبار آنکھوں پر چھا جاتا تو ہر شے دھندلی دھندلی ہو جاتی۔ پھر جب یہ غبار آنسو بن کر ڈھلک جاتا تو کچھ دیر کے لیے ہر شے صاف نظر آنے لگتی۔ ایک درد تھا جو دل کے اندر سے اٹھتا اور بے اختیار کر جاتا۔ ادھر پھر حضرت کے پرانے خادم خصوصی تک جب بات پہنچی تو وہ بھی چھٹی لے کر آ گئے اُن کے آنے سے ہم دو ہو گئے۔ اب کمرے میں آدھی رات میں ڈیوٹی دیتا اور پھر باقی رات احمد نواز صاحب جاگتے۔ جب دلوں میں درد ایک ہو اور محبوب بھی ایک ہو تو زبان کی ضرورت نہیں رہتی، ہر حرکت اشارے کی منتظر رہتی ہے۔ اسی طرح ڈرپ لگے ہوئے ایک ہفتہ بیت گیا اور میری چھٹی ختم ہو گئی۔ حضرت کے پاس بیٹھ کر عرض کی کہ حضرت ایک دن جانا پڑے گا۔ پشاور چھٹی لینے کے لیے۔ اشارہ کیا کہ کاغذ اور پنسل دو جب ہاتھ میں تھمایا تو بڑے مار کر سے لکھا "جلدی آنے کی کوشش کر، بہت جلدی" میں نے جوں جوں حضرت لکھتے گئے ساتھ ساتھ ہی پڑھ لیا تھا۔ آنکھوں تلے اندھیرا سا آ گیا۔ عرض کی حضرت آپ فکر نہ کریں۔ انشاءاللہ کل میں آپ کے قدموں میں ہوں گا۔

اگلے دن جب میں واپس آیا تو حالت قدرے بہتر تھی۔ خون کے نتائج بھی پہلے سے بہتر تھے۔ تکلیف میں بھی بہت کمی تھی لیکن کھانا نہیں سکتے تھے۔ ۱۰ فروری کو سہ پہر کے وقت حضرت کی چارپائی باہر لان میں تھی وہاں جب نبض دیکھی تو طبیعت بے چین و مضطرب ہو گئی۔ ہر پندرہ بیس دھڑکنوں کے بعد ایک دھڑکن غائب ہوتی تھی۔ شام تک یہ بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہنچ گئی کہ ہر سات آٹھ دھڑکنوں کے بعد ایک وقفہ آنا شروع ہو گیا۔ اب کوئی چارہ نہیں تھا۔ وہ چیز جسے حضرت کی قوتِ ارادی دس دن سے روکے ہوئے تھی۔ اور وہ تھی ہسپتال میں داخل ہونا۔ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔ مغرب کے بعد حضرت کے زخموں سے خون رسنا شروع ہو گیا تو فوراً ایمرجنسی ایمبولینس کو فون کیا گیا۔ انہوں نے فوراً حضرت کو ملٹری ہسپتال کے E.C.G والے کمرے میں داخل کیا۔ کیونکہ وہاں کے کمانڈنٹ بریگیڈیر ذوالفقار حضرت کے سلسلے میں ہیں۔ اس لیے چوٹی کے ڈاکٹروں نے علاج شروع کیا۔ ہر قسم کی ایمرجنسی دوائیاں انتہائی ڈوز میں حضرت کے جسم میں انڈیل دی گئیں۔ ساری رات اور اگلا دن اسی حالت میں گزر گیا۔ حضرت کے ہاتھوں، پیروں، چھاتی پر مختلف مشینوں کے آلات جڑے ہوئے تھے اور پل پل کی رپورٹ دیکھنے کے لیے اللہ نے مجھے توفیق دے رکھی تھی ورنہ ایسی حالت میں اپنے پاؤں پر کھڑا رہنا مشکل تھا۔ سارا دن لوگوں کا ہجوم رہتا تھا جو حضرت کی صحت کے بارے میں تازہ ترین صورتحال سے واقف ہونا چاہتے تھے۔ اس حالت میں جب ڈاکٹروں سے میری تفصیلی گفتگو ہوتی تو تمام سپیشلسٹ ایک ہی بات کہتے تھے کہ اگر خون کے رزلٹ یا دل کی حالت دیکھی جائے تو امید نہیں ہے لیکن جب حضرت کی روشن آنکھوں اور پرسکون چہرے کو دیکھتے ہیں تو پھر خیال بدلنا پڑتا ہے کہ یہ چہرہ اس حالت میں بھی اتنا جلال اور اس قدر رعب رکھتا تھا کہ عام آدمی تو کیا معمولی ڈاکٹر بھی زیادہ دیر تک اس کی تاب نہیں لا سکتا۔

پھر وہی ہوا حضرت کی قوتِ ارادی نے بیماری کو شکست دے دی۔ اس حالت میں تین دن گزرنے کے بعد حضرت رو بصحت ہونا شروع ہو گئے۔ چوتھے دن حضرت نے کافی دنوں کے بعد پہلی مرتبہ چائے کا کپ پیا اور تھوڑی دیر گفتگو فرمائی۔ ہر شخص بہت خوش تھا حضرت کو انتہائی نگہداشت والے وارڈ سے عام کمرے میں لایا گیا وہاں ملاقاتیوں پر پابندی نہیں تھی۔ لوگ جوق در جوق اپنے شیخ کو دیکھنے اُمڈ پڑے۔ احمد نواز صاحب کافی عرصہ بعد صحیح معنوں میں خوش تھے۔ ہمارے چہرے ہماری اندرونی مسرتوں کے آئینہ دار تھے ہر وقت

مسکراہٹ، ہر وقت تبسم اور کیوں نہ ہوتا؟ حضرت کا درد، حضرت کی تکلیف ختم ہو چکی تھی۔ اب انہیں لکھ کر بات کرنے کی ضرورت نہیں تھی جو چیز چاہیے ہوتی آواز دے کر مانگ لیتے ان ہی خوشیوں میں چھٹی ختم ہو گئی۔ ایک اور ہفتہ بیت چکا تھا۔ میں حضرت سے اجازت لے کر پشاور گیا اور اگلے ہی دن ایک ہفتے کی مزید چھٹی لے کر آ گیا۔ یہ بہت مبارک دن تھا۔ ۱۱ فروری کو حضرت ہسپتال سے پھر گھر جا رہے تھے۔ اسلام آباد بٹ صاحب کے گھر جب شام کو تمام لوگ اکٹھے ہوئے تو وہی پرانا سماں تھا۔ حضرت کسی مسئلہ پر مفصل بیان فرما رہے تھے اور سب لوگ سن رہے تھے وہی علم کا نور تقسیم ہو رہا تھا۔ میں یہ سب دیکھ دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کر رہا تھا۔ یہ مجاہدہ جو پچھلے دنوں حضرت نے کیا کسی اور آدمی کے بس کا روگ نہ تھا یہ حضرت ہی کا مقام تھا کہ اس تمام عرصہ میں ایک مرتبہ بھی میں نے اُف یا ہائے کی آواز نہیں سنی۔ اگر کبھی پوچھا حضرت تکلیف زیادہ تو نہیں؟ تو انگلی آسمان کی طرف اٹھا دیتے۔ شاید یہ بتانا مقصود ہوتا کہ اللہ کے ساتھ معاملہ ہے بوقتِ شب جب حضرت کے ساتھ نیچے سویا تو وہ راتیں یاد آ گئیں جب حضرت بہت بیمار تھے۔ ایک دفعہ میری آنکھ لگ گئی تو حضرت نے کھانسی کی فوراً آنکھ کھل گئی اور ٹشو پیپر لے کر حضرت کی طرف لپکا کیونکہ حضرت اس کے بعد مُنہ صاف کرتے تھے لیکن حضرت نے جان بوجھ کر آنکھیں بند کر لیں اور لمبے لمبے سانس لینے لگے جیسے سو رہے ہوں۔ میرا دل پھٹا جا رہا تھا کہ اتنی تکلیف میں بھی کھانسی ضبط کر کے مجھے تسلی دے رہے تھے۔ یا میرے آرام کا خیال کر رہے تھے کہ میں دوبارہ سو جاؤں۔ ایک دفعہ سب ڈاکٹروں نے (ان ڈاکٹروں میں کرنل ارشد جیسے سپیشلسٹ بھی شامل تھے) دوا تجویز کی اور حضرت سے کہا کہ کھا لیں آپ نے اشارہ کیا کہ رکھ جاؤ۔ جب وہ چلے گئے تو میں جو لیبارٹری گیا ہوا تھا آیا تو لکھا کہ "یہ دوائی وہ رکھ گئے ہیں اگر تم سمجھتے ہو ٹھیک ہے تو کھا لوں"؟ میں نے دوائیاں دیکھیں اور کہا حضرت وہ سارے کے سارے پاکستان کے مانے ہوئے سپیشلسٹ اور صدر پاکستان کے خاص ڈاکٹر ہیں۔ آپ ضرور ان کی تجویز کردہ دوا کھا لیجیے۔ آپ نے آرام سے لکھ دیا "وہ سارے صرف ڈاکٹر ہیں، تم میرے بیٹے بھی ہو اور ڈاکٹر بھی اس لیے اگر تم مشورہ دو گے تو پھر میں کھاؤں گا" میری آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں جاری ہو گئیں۔ اُس دن کے بعد سے کوئی مجھ سے پوچھے کہ میری ڈاکٹری کی ڈگری میری نظروں میں کتنی قدر و منزلت ہے ان ہی باتوں کو سوچتے ہوئے زمین پر لیٹا رہا۔ لیکن اللہ کا شکر ہے کہ حضرت اب رو بصحت تھے۔ حضرت نے گھنٹوں بات چیت کی، ذکر کروایا۔ اگلے دن بدھ تھا اور دوبارہ ٹیسٹ ہونا تھے

اگلے دن میں اور کرنل صاحب خون لے کر لیبارٹری گئے تو انہوں نے اگلے دن رزلٹ دینے کا کہا۔ وہ سارا دن بھی حضرت لوگوں سے باتیں کرتے رہے۔ سب دوائیاں ختم کر دی گئی تھیں آج حضرت نے شوربے کے ساتھ روٹی بھی کھائی۔ شام کو سب لوگ ذکر میں موجود تھے اور حضرت کا وہی پہلے والا انداز۔ صبح ناشتے سے فارغ ہو کر میں نتائج لینے چلا گیا۔ جب نتائج دیکھے تو فوراً بٹ صاحب کے گھر بھاگا حضرت کے سامنے سارے نتائج رکھ دیئے ہر عضوِ بدن صحیح کام کر رہا تھا۔ گردے ٹھیک، جگر درست، نمکیات کا لیول صحیح غرض جو چیز جسم میں جتنی ہونی چاہیئے تھی، اتنی ہی تھی۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔ حضرت کو جب تفصیلاً سب کچھ بتایا کہ اب دوائیاں کھانے کی ضرورت نہیں۔ ہر چیز نارمل ہو گئی ہے تو بولے "ڈاکٹر اب تم پشاور جا سکتے ہو"

میں نے بے یقینی سے حضرت کی طرف دیکھا اور بولا حضرت کل جمعہ ہے۔ اور مجھے چھٹی ہے۔ میں کل شام چلا جاؤں گا۔ فرمانے لگے "میں اب ٹھیک ہوں اور میں نے اپنی بیٹی کا بہت حق لیا ہے اب تم واپس اپنی بیگم کے پاس چلے جاؤ۔ اس کا حق ہے تم پر" یہ حکم تھا۔ میں نے بیگ اٹھایا۔ حضرت سے اجازت مانگی تو گلے لگا کر رخصت کیا۔ احمد نواز صاحب سے گلے مل کر باہر نکلا تو حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ العالی اندر آ رہے تھے۔ ملے، حال پوچھا۔ بتایا کہ حضرت نے کہا ہے۔ پشاور چلے جاؤ اور حضرت اب ٹھیک ہیں۔ اُن سے مل کر پشاور چلا آیا اور زندگی معمول پہ آ گئی۔ جمعہ گھر پر گزارا۔ ہفتہ کو دفتر گیا۔ سارے کام نپٹائے۔ شام دیر تک دوستوں کے ساتھ بیٹھا رہا جب سو گیا تو رات بارہ بجے کے قریب گھنٹی بجی۔ موسم سخت خراب تھا۔ بارش ہو رہی تھی بیوی نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو سامنے ایک شخص کوئی تحریری پیغام لیے کھڑا تھا۔ بیگم نے وہ کاغذ لے کر مجھے دے دیا۔ میں نے لیٹے لیٹے پڑھا۔ کچھ سمجھ میں نہ آیا کیا پڑھ رہا ہوں؛ پیغام کچھ یوں تھا "حضرت قضائے الٰہی سے اس دنیا سے پردہ فرما گئے ہیں۔ کل عصر کی نماز کے وقت ان کا جنازہ ان کے آبائی گاؤں میں

پڑھایا جائے گا۔ کرنل علی احمد"۔

میں نے کاغذ کو بار بار پڑھا۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ میں حضرت کے ساتھ بیس دن رہا۔ انتہائی نازک حالت میں بھی حضرت کے پاس رہا اور اب تو حضرت ٹھیک ہو گئے تھے۔ اب یہ کیسے جا سکتے ہیں ؟ ان ہی خیالات میں صبح ہو گئی۔ یونٹ میں پیغام چھوڑا کہ میں دس دن کے لیے جا رہا ہوں۔ پہلی بس پر تلہ گنگ کے لیے بیٹھ گیا جب وہاں پہنچا تو ظہر کا وقت ہو چکا تھا اور سارا رستہ زوروں کی بارش ہوتی آئی تھی۔ یا اللہ کیا میں حضرت کے آخری دیدار سے محروم رہ جاؤں گا۔؟ ایک پک اپ والے سے بات کی۔ کہنے لگا اتنے پیسے لوں گا۔ پیسوں کا کسے ہوش و پرواہ تھی۔ کہا پہنچا دو۔ اس نے خوب تیز چلا کر چکڑالہ پہنچایا تو جنازہ گھر سے جایا جا چکا تھا۔ بھاگتا ہوا اس طرف چلا تو سارے راستے پر لوگوں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ بارش تھم چکی تھی۔ میں نے بھاگتے بھاگتے حضرت کے ڈیرے کے پاس لوگوں کو جا لیا۔ سب سے پہلے جس نے مجھے مخاطب کیا وہ کرنل مطلوب صاحب تھے۔ دیکھتے ہی گلے لگا لیا اور خوب روئے اور ایک ہی فقرہ کہا "بہت دیر کی مہرباں آتے آتے"۔

کندھے پر ایک چھوٹا سا تولیہ رکھا تھا۔ وہ مجھے دیا اور کہا "ڈاکٹر یہ تمہارا ہے۔ غسل کے بعد اس سے حضرت کا جسم صاف کیا تھا"۔ میں اسی سے اپنے آنسو پونچھتا ہوا آگے بڑھا۔ جنازہ تیار تھا۔ لوگ نماز جنازہ کے لیے صفیں بنا رہے تھے۔ ہر شخص بچوں کی طرح رو رہا تھا۔ کرنل مطلوب جیسے شخص کی ہچکیاں بند ہونے کا نام نہ لیتی تھیں اگر کوئی اس وقت اپنے اوپر قابو پائے ہوئے تھا تو وہ صرف حضرت مدظلہ عالی کی ذات تھی۔ ایک سکون تھا، ایک ٹھہراؤ تھا۔ سب سے دراز قد سب میں نمایاں۔ آگے کھڑے تھے اور ہدایات جاری تھیں ہر کوئی مشینی انداز میں ہدایات پر عمل کر رہا تھا نماز جنازہ ہوئی۔ ساری صفوں میں سے حضرت کی چارپائی گزاری گئی۔ ہر کسی نے دیدار کیا میں بھی ان میں تھا۔ لیکن کیسے دیکھوں۔ لاکھ چاہنے کے باوجود نہ دیکھ سکا وہ ہمت کہاں سے لاؤں ؟ اپنے شیخ کو کیسے دیکھوں ! جس نے میری دنیا میں مثبت انقلاب پیدا کیا۔ جس نے مجھے اللہ سے آشنا کیا۔ اسے میں اس حالت میں کیسے دیکھوں ؟

ان ہی سوچوں میں چارپائی گزر گئی اور میں کھڑا رہ گیا۔

قبر کے سرہانے کی طرف حضرت مدظلہ عالی کھڑے تھے۔ ایک چٹان کی طرح اور ہدایات جاری تھیں۔ قریب ہی حضرت جیؒ کی چارپائی پڑی تھی ان کی عقابی نگاہوں نے کہیں مجھے دیکھ لیا اور آواز دے کر پاس بلا لیا اور بغل میں بازو دے کر اپنے ساتھ لگا لیا۔ قریب سے جو دیکھا تو اس بظاہر پرسکون سے چہرے پر ایک عجیب سا کرب نظر آیا۔ آنکھیں گو خشک تھیں لیکن خون آلود تھیں اور یوں لگتا تھا اگر برسیں تو خون برسائیں گی جسم گو چٹان کی طرح کھڑا تھا لیکن بدن کا ریشہ ریشہ تھرتھرا رہا تھا اور اس کی تھرتھراہٹ میرے جسم میں سرایت کر رہی تھی تھوڑی دیر بعد جب قبر تیار ہو گئی تو حضرت مدظلہ عالی نے حضرت جی کے چہرے

کسی نے حضرت جی سے کہا "لوگ اس طریقہ ذکر کو بدعت کہتے ہیں اور آپ کے متعلق خیال رکھتے ہیں۔ کہ آپ گمراہی پھیلا رہے ہیں"

آپ نے فرمایا "مجھ پر اللہ نے احسان کیا ہے۔ مجھ پر اللہ کی اتنی عطا ہے کہ میرے جسم پر جتنے بال ہیں۔ اگر ان سب کو زبان مل جائے اور وہ ہر وقت اس کا شکر ادا کرتے رہیں۔ تو بھی عطا نہیں کر سکتے۔ میرا قصور صرف یہ ہے کہ میں نے اس چیز کو عام کر دیا ہے میرے پاس وہ لوگ آتے ہیں جو پہلے کلبوں میں ناچتے تھے۔ شراب پیتے تھے۔ جوا کھیلتے تھے اور جن کی پیشانیاں کبھی خالق کے حضور نہیں جھکتی تھیں۔ میں نے ان پر محنت کی۔ آج وہ آپ کو مسجد کی چٹائیوں پر لیٹے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ان کے قلوب میں اللہ کے انوارات ہیں۔ ہاں میرا قصور یہ ہے کہ میں نے ان کو بری راہوں سے اٹھا کر نیکی کی راہ پر لگا دیا ہے۔ اگر یہ سب کچھ بدعت ہے تو یہ بدعت میں کرتا ہوں۔ اور کرتا رہوں گا۔ مجھے کسی کی پرواہ نہیں۔ میں نے جواب اپنے رب کو دینا ہے اور وہ خوب جانتا ہے جو کچھ میں کرتا ہوں"۔

پر سے کپڑا ہٹایا۔ خوب شوق سے دیکھا۔ میں نے بھی دیکھا۔ بالکل تر و تازہ۔ ڈاکٹر ہونے کے ناطے بے شمار انسانوں کو اس حالت میں دیکھا لیکن یہ تازگی، یہ رعب و جلال! بس یوں لگتا تھا حضرت ابھی اٹھ بیٹھیں گے۔

دوسرے دن حضرت مدظلہ عالی جب منارہ جاتے گئے تو پوچھا "ڈاکٹر کیا ارادہ ہے" عرض کی حضرت جو آپ کہیں۔ کہنے لگے "چلو اکٹھے چلتے ہیں" میں بھی حضرت کے ساتھ جیپ میں بیٹھ گیا۔ آسمان ٹوٹ کر برس رہا تھا۔ راستہ دھندلا نظر آ رہا تھا۔ حضرت گاڑی چلا رہے تھے۔ کچھ دور جا کر گاڑی روک دی اور کہنے لگے "تم گاڑی چلاؤ" میں ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا حضرت فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئے۔ کن انکھیوں سے دیکھا تو آنکھیں نمناک ہو چکی تھیں۔ بس اتنا فرمایا۔ جب باپ فوت ہوتا ہے تو یتیم بڑا بیٹا ہی ہوتا ہے۔ آج میں یتیم ہو گیا ہوں۔ اور پھر وہ بند ٹوٹ گیا۔ جسے حضرت نے کل سے باندھ رکھا تھا۔

اس وقت تو پوری طرح سمجھ نہ آئی لیکن بعد میں جب حضرت کے ساتھ سفر میں جانے کی توفیق ہوئی تو پتہ چلا کہ حضرت نے کتنی خوبصورت بات کہی تھی۔ دوسرے تمام لوگوں نے اپنی امیدیں حضرت سے وابستہ کر لی تھیں۔ حضرت جیؒ کی جگہ ہمیں ہر چیز حضرت مدظلہ عالی سے ملنا شروع ہو گئی تھی لیکن حضرت مدظلہ عالی کے سر پر اب کوئی نہ تھا۔ یتیم صرف بڑا بیٹا ہوتا ہے۔

ایک دفعہ لاہور سے منارہ جا رہے تھے۔ کار میں صرف حضرت مدظلہ عالی اور میں ہی تھے۔ شاہدرہ سے سرگودھا کی طرف مڑے تو حضرت جیؒ کی کوئی بات شروع ہو گئی۔ اس شدت سے حضرت مدظلہ عالی کو کمی کا احساس ہوا کہ اللہ گواہ ہے شاہدرہ موڑ سے لے کر سرگودھا کے قریب جو پہاڑی سلسلہ ہے وہاں تک تین گھنٹے زار و قطار روتے رہے اور میری زندگی کی وہ مشکل ترین ڈرائیونگ تھی۔ جنہوں نے زندگی کے شب و روز اکٹھے گزارے ہوں، تنہائیوں کے رفیق رہے ہوں۔ پھر بھی ان ہی کے لیے ہوتا ہے اور جتنا کوئی قریب ہوتا ہے یہ درد بھی اسی شدت سے محسوس ہوتا ہے

سینے میں تیرے اٹھتے ہیں طوفان فقیرؔ
ہے عجب بات کہ پلکوں میں چھپا لیتا ہے

میں مسلک کے لحاظ سے دیوبندی ہوں۔ شرک و بدعت کا دشمن ہوں۔ انسان پرستی اور قبر پرستی کا دشمن ہوں، نذر نیاز کھانا، مقررہ اوقات پر عرس کرنا، غیروں کے مال پر نظر رکھنا میرے مسلک کے خلاف ہے۔ میرا مسلک یہ ہے کہ دائیں ہاتھ میں کتاب اللہ، بائیں ہاتھ میں سنّت رسول اللہ ﷺ اور سامنے سلف صالحین کی اختیار کردہ صراطِ مستقیم اور بس۔ امورِ کشفیہ کا اعتبار ہو گا جب کتاب و سنّت سے متصادم نہ ہوں ورنہ القائے شیطانی ہو گا۔ میرا سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ ہے جس میں روح سے بھی فیض لیا جاتا ہے۔ مگر روح سے فیض لینے سے مراد وہ نہیں جو جہلاء سمجھتے ہیں

ہاں مبتدی کے لیے روح سے فیض حاصل کرنا محال ہے۔

میں تصورِ شیخ کا حامی نہیں اور ہمارے سلسلہ میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔ وظائفِ لسانی میں ہمارے ہاں سب سے بڑا وظیفہ تلاوت، قرآن مجید ہے۔ پھر استغفار اور درود شریف۔ حلقۂ ذکر میں صرف اللہ ھو کا ذکر کرایا جاتا ہے یا ہر مقام پر آیاتِ قرآنی کا وظیفہ بتایا جاتا ہے۔ سیر کعبہ میں لبّیک کا وظیفہ اور فنا فی الرسول میں درود شریف۔ باقی تمام منازل سلوک میں سوائے اسم اللہ کے کوئی دوسرا ذکر نہیں بتایا جاتا۔

۲۰-۲-۸۲ / ۲۷ جمادی الاول ۱۴۰۲ھ
گلی نمبر ۱۰ ، 6012
۱۵- ... آباد
... نمبر ...

۴۸۶

- اِنتقالِ پُر ملال -

حضرت اکرم مولانا ابوالزمان صاحب بوقت تقریباً ۶-۴۵ شام مورخہ ۱۵ جمادی الاول ۱۴۰۲ھ
مطابق ۱۱ فروری ۱۹۸۲ء بروز جمعرات اپنے مخصوص حجرہ نیاز خانہ جناب فضل کریم بٹ صاحب۔ مکان نمبر ۲۰۵
گلی نمبر ۱۰ سیکٹر ۲/۱-F اسلام آباد رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ آپ کو
حسب منشاء غروب آفتاب کے ساتھ ساتھ ... اپنی زمینوں پر آپ کی خواہش کے مطابق
اپنی آخری آرامگاہ میں دفنا دیا گیا۔ نماز جنازہ حضرت مولانا محمد اکرم صاحب نے پڑھائی جس میں احباب کی
ایک کثیر تعداد نے شرکت کی اور اپنے عزیز از جان روحانی باپ کی آخری زیارت سے مشرف ہو کر
انہیں رخصت کیا۔ ہم ... کا نشانہ رہی۔ خوب فرمایا مولانا اکرم صاحب نے:-

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل ۔ وہ دکان اپنی بڑھا گئے۔

حضرت اکرم کی بلندی درجات کے لئے دعا۔ ایصال ثواب و قرآن خوانی کے لئے دارالزمان ... میں عمومی اجتماع مورخہ ... بروز جمعرات منعقد ہو رہا ہے۔ تمام احباب سے درخواست ہے کہ وہ شرکت فرما لیا کریں۔ نیز:-

(۱) ۲ مارچ ۱۹۸۲ء حضرت الزمانی بروز جمعہ المبارک ۱۰ بجے دن مجلس منتظمہ عاملہ احباب اور تمام ذیلی اراکین حضرت کا ... اجلاس ہوگا۔ جس میں حضرت اکرم کی تحریک تزکیہ نفوس کو جاری و ساری رکھنے کے طریقہ کار پر حضرت اکرم کی وصیت نامہ کی روشنی میں اہم فیصلے کئے جائیں گے۔ ... مولانا اکرم صاحب تمام احباب ... فرما دیں گے۔

(۲) تمام احباب سے یہ بھی درخواست ہے کہ وہ اپنے ذاتی خطوط جو حضرت اکرم نے انہیں تحریر فرمائے ہوں جن میں حضرت کے نصائح اور مسائل ... مناسب اقتباسات الرشاد میں شائع کئے جا سکیں۔ ہمراہ لیتے آویں۔ یہ خطوط ان احباب کی امانت ہوں گے اور مناسب ... کے بعد لوٹا دئے جاویں گے۔ اسی طرح حضرت اکرم کے فرمودات و تقاریر کے کیسٹ بھی ساتھ لے آویں۔

تمام احباب اور خصوصاً اراکین مجلس منتظمہ، عاملہ احباب اور ذیلی اراکین سے درخواست ہے کہ وہ اس دو روزہ اجتماع میں ضرور شرکت فرما لیں۔ ... ۲ مارچ سے قبل ... پہنچ جاویں اور ۴ مارچ کو بعد از نماز جمعہ ... کی اجازت ہوگی۔ والسلام

احقر العباد
...
ناظم ...

پردے کے پار

"۱۲ سال تو بنارہ نے بھی لگائے۔ ۱۶ سال کے بعد معمولی پانی کی بوندیں پھوٹیں۔ ۲۰ سال بعد دریا کی لہریں شروع ہوئیں۔ بائیس ۲۲ سال بعد دریا طغیانی میں آیا۔ ساڑھے ۲۳ سال بعد سمندر کی ٹھاٹھیں شروع ہوئیں"
(۱۴ / اکتوبر ۱۹۶۳ء کو مولوی محمد فضل حسین صاحب کے نام خط۔)

مقاماتِ شیخ ___ حضرت مولانا محمد اکرم ___ ۴۹

پردے کے پار ___ قادری ___ ۵۱

مقاماتِ شیخ

حضرت مولانا محمد اکرم

یہ چند سطور بطور تعارف لکھ دی ہیں کہ احباب کو کسی حد تک اپنے شیخ کی عظمت کا اندازہ نصیب ہو۔

حضرت جی کا تعارف بحیثیت ایک صُوفی

کامل کے کرا دینا ضروری خیال کرتا ہوں۔ اس لیے کسی حد تک مقامات تصوف و سلوک بیان کرتا ہوں گے۔ تو اس راہ میں ابتدا یا ابجد فنا و بقا ہے۔ مراقبات فنا فی اللہ اور بقا باللہ والا اس قابل ہو جاتا ہے۔ کہ راہ سلوک پر قدم رکھے۔ آگے کی پہلی منزل سالک المجذوبی ہے جس کی سات منازل ہیں۔ اور ان سات میں تقریباً سوا لاکھ نورانی حجابات ہیں۔ جو سالک کو طے کرنے پڑتے ہیں اور پھر دریائے رحمت عبور کر کے پہلے عرش کی منازل میں داخل ہو جاتا ہے پہلے عرش کے اندر تقریباً سوا لاکھ منازل ہیں اور یہ شمار حتمی نہیں ہے۔ بلکہ ہم نے اندازہ اسی طرح لگایا تھا۔ کہ حضرت جی رحؒ نے فرمایا۔ مَیں نے ایک سال پہلے عرش کی منازل شمار کیں تو اول سے لے کر سولہ ہزار تک طے کر سکا۔ پھر تین سال اور لگے تب جا کر عرش طے ہوا۔ یاد رہے کہ جُوں جُوں روح آگے بڑھتی ہے اس کی قوت اور رفتار بڑھتی چلی جاتی ہے۔ کوئی صاحب حساب کے قاعدوں میں نہ پھنسیں بلکہ مجھ بے نوا پر ہی بھروسہ کریں کہ میں نے حضرت جی کی خدمت میں بیٹھ کر مختلف چیزوں کا جائزہ لے کر حساب جوڑا تھا تو اندازاً سوا لاکھ شمار ہُوا تھا۔ ان منازل کے درمیان فاصلہ اس قدر ہے کہ ہر نیچے والی منزل سے اوپر والی منزل اس قدر بلند ہے کہ اگر نگاہ کی جائے تو یوں لگتا ہے جیسے زمین پر سے کوئی انتہائی دُور ستارہ جو معمولی ٹمٹماتا ہُوا نظر آتا ہے۔ اب پورے عرش کی اندرونی وسعت کا خیال خود کر لیں کہ سمند عقل یہاں تھک تھک کر گرتا ہے۔

عرش کی تعداد ۹ ہے

آنکہ آمد ز فلک معراج او　　　انبیاء و اولیاء محتاج او

پہلے اور دوسرے عرش کے درمیان کا فاصلہ عرش اوّل کی موٹائی سے زیادہ ہے پھر دوسرے عرش کی موٹائی اس فاصلے اور خلا سے زیادہ۔ علیٰ ہذا ہر عرش کے بعد خلا بھی ہے اور اسی نسبت سے خلا۔ اور عرش کی موٹائی بڑھتی بھی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ نویں عرش کی انتہا عالمِ امر کی ابتداء ہے جسے عالمِ حیرت بھی کہا جا سکتا ہے۔ یہاں سے وہ دائرے شروع ہوتے ہیں جن میں سے ایک ایک کی وسعت میں جہاں گم ہو سکتا ہے۔ اور ہوتا رہا ہے۔ اول تو بے شمار طالبوں کے نزدیک فنا بقا ہی انتہائے سلوک ہے لیکن بعض خوش نصیب جو اس سے آگے چلے سالک المجذوب بشکل بن پائے۔ پھر عرش کی وسعتوں میں خلق خدا سرگرداں رہی۔ ان میں برصغیر کے بھی ایسے نامور حضرات شامل ہیں جن کا نام اس غرض سے نہیں گنا سکتا کہ نااہل یہ کہیں گے کہ یہ اپنے آپ کو ان سے اعلیٰ شمار کرتا ہے۔ حالانکہ یہ ہرگز مقصد نہیں۔ میں اپنے کو اُن کی خاک پا جانتا ہوں۔ پھر وہ اپنی منزل کو پا گئے اور ہم عالم ابتلاء کے گرداب میں ہیں۔ اللہ ہمیں بعافیت ان کے پاس پہنچائے۔ آمین!

ان دائروں کی تعداد ۳۶ ہے اور ان کی وسعت بے کراں پہلا دائرہ مقام تقرب ہے جس کی پہنائیوں کا اندازہ اس بات سے لگا لیں کہ نو عرش اور دنیا و مافیہا اس کے مقابلہ میں اس طرح ہیں۔ جیسے کسی صحرا میں ایک مُندری۔ اس دائرے میں حضرت علی ہجویریؒ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کی وفات ہوئی۔ یہاں سے آگے کے بعض دوائر کی بات حضرت مجدد صاحب نے ارشاد فرمائی ہے مگر وہ سیر نظری ہے۔ جہاں تک ان کی نگاہ نے کام کیا۔ بہرحال چوتھا دائرہ مقام تسلیم ہے۔ جہاں مقامات ولایت اولیاء کی انتہا ہے۔ اس دائرے میں ایک ایسی ہستی ملی ہیں جو بھیرہ میں دفن ہیں اپنے زمانے کے غوث تھے ظلماً شہید کیے گئے۔ اب ان کے اوپر آبادی ہے اور مکان بنے ہوئے ہیں۔ یہ بے نوا ایک بار کسی کام سے بھیرہ گیا تو ملاقات اور حاضری نصیب ہُوئی۔ فرماتے تھے کہ ان مکانوں کے رہنے والے اچھے لوگ نہیں ہیں۔ ان کی عورتیں بدکار ہیں۔ عرض کیا کہ حضرت نشاندہی ہو جائے تو ممکن ہے کہ لوگ جگہ خالی

کروں۔ تو فرمایا۔ میں ہر صاحبِ کشف کو بھی اپنی جگہ دیکھنے کی اجازت نہیں دیتا کہ اگر نشاندہی ہوگئی تو دنیا بھر کے بدکار یہاں جمع ہوں گے۔ اس سے یہ چند بتے ہیں۔

خیر یہ جملہ معترضہ تھا۔ اس سے آگے ولایت انبیاء شروع ہوتی ہے۔ جو نبی کو وہبی طور پر حاصل ہوتی ہے۔ اور قبل نبوت بھی حاصل ہوتی ہے جس میں اُمتی صرف اتباعِ پیغمبر کی وجہ سے باریاب ہوتا ہے ورنہ یہ منازل اُمتی کے لیے نہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے شاہی محل میں بادشاہ کے ساتھ خدام بھی رہتے ہیں۔

یہاں سے چھ دائرے عبور کرنے کے بعد ساتواں دائرہ مقام رضا ہے جس کے آخر میں ایک ایسی ہستی ہے جو سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رح کے خلیفہ اول تھے۔ اور یہاں سے آگے پانچواں دائرہ حقیقت رسالت کا ہے جس کی ابتداء میں حضرت سید نذیر علی شاہ صاحبؒ ہیں جن کا مدفن کشمیر میں ہے۔ اور غیر معروف ہے ان کی وفات ہوئی اور اس دائرہ کی انتہا میں شیخ عبدالقادر جیلانی رح عالم بقا کو سدھارے۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین!

اور بے شمار ہستیاں ہوں گی۔ اُمتِ محمد ﷺ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو اس گزرگاہ میں نقشِ کفِ پائے حبیب ﷺ پہ بوسے دیتے چودہ صد ۱۴۰۰ سال بیت چکے ہیں۔ میں نے صرف ایک دو نام تبرکاً گنوانے کی جسارت کی ہے۔

آگے چھٹا دائرہ مقام افراد ہے۔ جس میں اکثر صحابہ کرامؓ علیہم اجمعین ملتے ہیں۔ یہاں ایک بات یاد رہے کہ یہ بہت نازک مقام ہے۔ حضرت مجددؒ نے جب بات کی تو ان پر فتویٰ لگا تھا کہ یہ اپنے آپ کو صدیق اکبرؓ سے افضل جانتا ہے لیکن یہاں سمجھنے کی بات یہ ہے کہ جب نبی ان مقامات سے گزرتا ہے تو بحیثیت نبی کے گزرتا ہے صحابی گزرتا ہے تو بحیثیت صحابی کے گزرتا ہے اور ولی گزرتا ہے تو ان کا کفش بردار ہو کر۔ ورنہ قرونِ ثلٰثہ مشہود لہا بالخیر کا مرتبہ شانِ ولایت کی رسائی سے بالاتر ہے۔ رہی بات فتووں کی تو وہ لوگوں کا مزاج بن چکا ہے جب معاملہ عنداللہ درست ہو تو فکر کی بات نہیں۔ ممکن ہے فتویٰ لگانے والے بھی خلوص سے کام لے رہے ہوں مگر حالات کو نہ سمجھ سکنے کی وجہ سے معذور ہوں۔ اللہ کریم ہم سب کو ہدایت پر رکھے آمین!

اس کا اگلا دائرہ قطبِ وحدت کا ہے اور اس کے بارے مناسب ہوگا کہ میں حضرت جیؒ کے مبارک الفاظ نقل کر دوں۔

"یہ وسیع دائرہ ہے۔ ڈیڑھ سال بندہ اس میں سرگرداں رہا۔"

اس مبارک روح کی قوت پرواز اور رفتار کا اندازہ کر کے اس دائرے کی وسعت کا خیال کیا جائے تو بات حساب و شمار کی حدود کو پیچھے چھوڑ جاتی ہے۔

اگلا مقام دائرہ صدیقیت ہے اور پھر قربِ نبوت ۱، قربِ رسالت ۲، قربِ اولو العزمی ۳، قربِ محمدی ۴، وصالِ محمدی ۵، رضائے الٰہی ۶، قربِ الٰہی ۷، وصالِ الٰہی ۸، قربِ رحمت ۹، بحرِ رحمت ۱۰، خزانۂ رحمت ۱۱ اور منبعِ رحمت ۱۲ یہ بارہ دائرے ہیں جن کی وسعتیں اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ یہاں حضرت جیؒ فرمایا کرتے تھے کہ تقریباً ایک چوتھائی سلوک یہاں طے ہو جاتا ہے۔ میری ناقص رائے میں جو اصحاب یہ لکھ دیتے ہیں کہ فلاں بزرگ نے سلوک مکمل طے کر لیا۔ شاید وہ کچھ اندازہ کر سکیں۔

اس سے آگے حجاباتِ الوہیت ہیں جن کا شمار ممکن نہیں۔ یہ ۹ اکتوبر ۱۹۶۶ء کی بات ہے کہ حضرت جیؒ نے فرمایا تھا کہ یہ بدکار سوم حجاب میں ہے۔"

میں نے یہاں بھی حضرت جیؒ کے الفاظ نقل کرنے کی جرأت کی ہے۔ حجاباتِ الوہیت ختم ہو کر قربِ الٰہی شروع ہوتا ہے۔ وہاں مقامات و منازل کی تعیین نہیں ہو پاتی۔ لیکن یہ یاد رہے کہ حضرت کا وصال ۱۸ فروری ۱۹۸۴ء کو ہوا۔ یعنی سترہ۱۷ سال چار۴ ماہ اور نو۹ روز بعد ان ساڑھے سترہ برسوں میں اس مسافر کو ربِ ذوالجلال نے جس قدر بلندی منازل طے کرائی یہ بات وہ خود ہی جانتا ہے۔

اب اس کا دوسرا پہلو مناصب کا ہے۔ اقطاب ثلٰثہ وغیرہ اور یاد رہے کہ غوث روئے زمین پر ایک وقت میں ایک ہوتا ہے۔ گاہے ترقی پا کر قیوم بنتا ہے اور پھر فرد۔ اگر اس سے ترقی نصیب ہو تو پھر قطبِ وحدت اور قطبِ وحدت اگر ترقی کرے تو صدیق بنتا ہے۔

خدا کے لیے ان الفاظ کو خارزارِ لغت میں گھسیٹنے کی کوشش نہ کیجیے گا۔ کہ یہ اسمائے مراتبِ ولائیت کے اور مناصب اولیاء اللہ کے نام ہیں۔

پھر میں عرض کر دوں کہ نبی کے مناصب و منازل بحیثیت نبی، صحابی کے بحیثیت صحابی اور ولی کے بحیثیت ولی ہوتے ہیں۔

منصبِ صدیقیت کی آخر ایک اور صرف ایک مقام ہے یا منصب ہے جسے قربِ عبدیت کہتے ہیں۔ اور وہ حضرت جیؒ اللہ اُن پر کروڑوں رحمتیں برسائے کو نصیب تھا والحمد للہ علیٰ ذالک۔

یہ جملہ امور دلائل ذوقیہ سے متعلق ہیں اور صرف صاحبِ ذوق و احوال حضرات ہی جان سکتے ہیں یا پھر اعتماد ہو بیان کرنے والے پر۔ مگر ایک دلیل ایسی بھی پیش کرنا چاہوں گا جسے ہر صاحبِ عقل بھی سمجھ سکے اور وہ یہ کہ برکاتِ نبوی ﷺ میں ایک کمال یہ تھا کہ ہر آنے والا صحابیؓ بن جاتا تھا۔ مرد، عورت، بچہ، بوڑھا، عالم، جاہل، شہری یا بدوی گورا ہو یا کالا۔ ہر آنے والا ایک نگاہ میں درجہ صحابیت حاصل کر لیتا تھا۔ پھر خود صحابہ کرامؓ کے اندر جو مدارج ہیں وہ علیحدہ بات ہے۔ صحابہ میں بھی یہ کمال منعکس اور منتقل ہوا کہ ان کی صحبت اور زیارت سے مشرف ہونے والا تابعی بن جاتا تھا۔ تابعین کو بھی یہ کمال حاصل ہوا کہ ان کی نگاہِ شفقت تبع تابعی بنا دیتی ہے۔ خیر القرون کے بعد اُمتِ مرحومہ میں بے شمار جلیل القدر ہستیاں آئیں اور اللہ نے ہر دور اور ہر ملک میں بہت اعلیٰ مدارج کے حامل اولیاء اللہ پیدا فرمائے۔ لیکن ساری تاریخ میں کوئی ایسی ہستی نہیں مل سکتی جس کے پاس حاضر ہونے والے تمام آدمیوں کے دل منور ہو جائیں۔ لطائف روشن ہو جائیں اور ولایت خاصہ سے کچھ نہ کچھ ضرور مل جائے۔ بلکہ بے شمار افراد آتے جن میں سے مخصوص چند حضرات ایسے خوش نصیب ہوئے جو سینہ روشن لے کر جاتے۔ باقی سب لوگ ظاہراً بیعت اور تعلیمات ہی تک رسائی پاتے اور بس۔

یہ حقیقت کسی ایک یا دو یا چند حضرات کے بارے عرض نہیں کر رہا۔ بلکہ یہ چودہ صدیوں پہ پھیلی ہوئی نظر آتی ہے۔ اور جب اس کے ساتھ نگاہ قلزم فیض بحر العلوم حاملِ قربِ عبدیت حضرت استاذی المکرم و محترم کی جانب اٹھتی ہے تو وہی بہار لٹتی نظر آتی ہے یعنی خدمت میں آنے والے ہر آدمی کا سینہ منور ہو جاتا ہے۔ ایک نگاہ میں لطائف چمکنے لگتے ہیں کوئی بھی فیوضات و برکات روحانی و قلبی سے محروم نہیں رہتا۔ یہ اور بات ہے کہ جس کا جتنا ظرف ہے یا جتنا نصیبہ ہے۔ اتنا ہی پا سکتا ہے۔ لیکن یہ حقیقت واضح ہے کہ یہ سلسلہ جلیلہ اور اس گئے گزرے دور میں بارگاہ نبوی ﷺ میں کشفاً اور روحانی طور پر باریاب ہونے والوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ جاتی ہے۔ سبحان اللہ۔

پردے کے پار

قادری

حضرت لاہوری کا ارشاد ہے "کتنے لوگ جنازہ پڑھ کر دوسروں کو بخشوا لے جاتے ہیں اور مرنے والا خود ان کی مغفرت کا سبب بن جاتا ہے۔ اور کوئی جنازہ پڑھنے والے میت کی بخشش کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔

حضرت گنگوہی سے پوچھا گیا "اللہ نے کیا سلوک کیا؟"

جواب دیا "جیسے سنا تھا اس سے بڑھ کر اللہ کریم کو پایا۔ فرمان ہوا تمہارے جنازے میں شرکت کرنے والوں کی مغفرت فرما دی گئی ہے پھر اس سے بڑھ کر ارشاد ہوا۔ جس کو تمہاری موت کا صدمہ ہوا اس کو بھی بخش دیا۔ پھر فرمایا جس کی تم سے نسبت تھی ان کو بھی بخش دیا۔"

حضرت شاہ رفیع الدین فرماتے ہیں "بھائی عبدالقادر کو دہلی جس روز مہدیوں کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ اللہ نے ان کی وجہ سے قبرستان سے عذاب اٹھا لیا۔

حضرت لاہوریؒ کی وجہ سے اسی طرح اس روز کے لیے میانی کے قبرستان سے عذاب اٹھا لیا گیا۔

اللہ والوں کی بھی اللہ کے ہاں کس قدر شان ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نماز جنازہ حضرت مولانا محمد اکرم صاحب نے پڑھائی۔ ساتھیوں کی کثیر تعداد جنازے میں شریک تھی عجیب سماں تھا۔ دلوں پر رقت طاری تھی۔ وہ محبوب ہستی آج ہمیشہ کے لیے ان سے الوداع ہو رہی تھی۔

جنازے کے ساتھ ہی ایک غیبی ندا سنائی دینے لگی "جنازے میں شرکت کرنے والوں کی مغفرت فرما دی گئی" ع

'بڑے کرم کے ہیں یہ فیصلے اور بڑے نصیب کی یہ بات ہے'

جماعت کا ہر ساتھی آپ کو بے حد عزیز تھا ایک ایک پہ محنت کی۔ خطوط لکھے، وقت دیا گھر رکھ کر اپنے ہاتھوں سے خدمت کی۔ وقت نکال کر ان کے علاقوں میں گئے۔ دین سکھایا اور یوں ایک منظم جماعت تیار فرمائی۔ جو آپ کی قیمتی زندگی کا سرمایہ آخرت تھا۔ جنازے سے فراغت ہوئی۔ قبر کا حساب کتاب ہو لیکن کس

کو کچھ سمجھ نہ آئی کہ کس تیزی سے ختم بھی ہوگیا۔ جماعت کی طرف متوجہ ہوئے زندگی کا یہ قیمتی سرمایہ جس کے حوالے کیا تھا انہیں فرمایا۔

و : میری جماعت کو دنیا کی طرف نہ لے جانا۔

ب : کسی بھی ساتھی کو حقیر نہ سمجھنا۔

ج : جس کو میں نے جو مقام و مرتبہ دیا ہے وہ اس سے لیا نہیں ساتھیوں کی پریشانی پر تسلی دینا۔

احباب میں صاحب مشاہدہ لوگ بھی تھے اور بلند منازل والے بھی۔ برزخی حالات کا مشاہدہ کرنے والے بھی اور دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضوری کا درجہ رکھنے والے بھی۔ لیکن ان عظیم انعامات کے لیے محنت و مجاہدہ کرنیوالے کم تھے۔

شیخ کی صحبت چند روز لگاتار میسر آجائے تو وہ کچھ نصیب ہو جاتا جو اس سے قبل محنت و مجاہدے کرنے والوں کو سالہا سال لگاتار محنتوں پر عطا ہوتا رہا۔ اس نوری انعام کی وجہ حضرت کے عالی منصب بلند مقامات اور توجہ کی قوت تھی۔

کسی کے مقامات بند ہوجائیں، ذکر الٰہی میں وہ کیفیات نہ رہیں، مشاہدات ختم ہوجائیں غرضیکہ کوئی بھی رکاوٹ ہو۔ حضرت کی خدمت میں عریضہ لکھنے، جواب آجانے، زیارت نصیب ہوجانے پر اور پھر نہ پھر ایک توجہ سے ساری رکاوٹیں ختم اور کمیاں پوری ہو جاتی تھیں۔

اب جبکہ یہ ساری نعمتیں چھن گئیں تو محرومیوں کا احساس ہونے لگا۔ کوئی قبر پر جاکر روتا دھوتا تو کوئی گھر میں بیٹھا آنسو بہاتا۔ اس روحانی باپ کو اولاد کے اس رونے نے قبر میں بھی پریشان کر دیا۔ کچھ احباب حاضر ہوئے تو فرمایا۔

ساتھیوں کو تسلی دو۔ دنیا میں میں نے جس طرح آپ لوگوں کا خیال رکھا تھا۔ برزخ میں اس سے بڑھ کر رکھوں گا۔"

نحوست دنیا زیادہ ہو جائے تو

و : میرے خطوط نکال کر پڑھنا۔

ب : میری کیسٹ لگا کر سننا۔

ج : میری باتیں شروع کر دینا۔

د : اور اگر پھر بھی اثر رہ جائے تو میرے پاس آجانا۔ انشاءاللہ سب اثرات گناہ زائل ہو جائیں گے۔

استقامت

آپ کی وفات سے قبل رحمت الٰہیہ کی وہ چھتری میسر تھی جس کے نیچے سب مطمئن تھے۔ کسی کو دنیا نہ آخرت کسی طرح کی پریشانی نہ تھی۔ کیونکہ رب رحمٰن نے ایسی ہستی سے تعلق جوڑا تھا جس کے قدموں میں دنیا کے سارے دکھ لاکے ڈھیر کر دو، مجلس سے اٹھو تو جیسے کوئی غم تھا ہی نہیں۔ قلب پر گناہوں کی نحوست ہو یا صحبت بد کے اثرات ایک نگاہ پڑی تو سب دھل جاتا۔

اور اب سبھی کو ایک ہی طلب، ایک ہی غم اور ایک ہی خواہش کہ مزید کچھ حاصل ہو یا نہ ہو لیکن اس وابستگی اور تعلق پر خاتمہ نصیب ہوجائے۔ لہٰذا ہر ایک استقامت کی طلب لیے حاضر ہوا، دعا کرتا بھی اور کرواتا بھی اور جن کی حضرت شیخ تک رسائی تھی وہاں بھی استقامت کے لیے عرضداشتیں پیش کی جاتیں۔

خوشخبریاں

حضرت بھی اکثر استقامت کے لیے دعائیں فرماتے۔

ایک اجتماع پر جناب ناظم اعلیٰ کرنل مطلوب صاحب نے جب استقامت کے لیے دعا کی درخواست کی تو فرمایا۔

"اس مرتبہ اجتماع پر حاضر ہونیوالوں کو استقامت علی الدین ذکر اللہ نصیب رہے گی"

۱۲ اگست ۸۹ء کو حاضر ہوئے تو صوبیدار عبدالخالق صاحب نے استقامت کی دعا کی درخواست کی آپ نے دعا فرمائی اور پھر صوبیدار میجر صاحب کو مبارکباد دی۔

بارگاہ نبوی ﷺ سے استقامت کی خوشخبری

استقامت کی دعائیں ہر محفل، ہر ذکر کے بعد ہر نماز کے بعد، ہر خط میں اور ہر دفعہ حضرت کے مزار پر حاضری کے وقت۔ ہوتی رہیں کبھی کسی کو بارگاہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری نصیب ہوئی تو وہاں بھی ہر مرتبہ یہی درخواست کی جاتی رہی کہ اللہ کریم نفس و شیطان سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

جنوری ۸۹ ۱۹ء کو عمرے کے لیے حضرت شیخ مدظلہ کی معیت میں ایک وفد حاضر ہوا۔ یہی درخواست پیش کی تو جواب ملا۔

"اب پرانے ساتھی محفوظ رہیں گے۔"
کس قدر بڑی خوشخبری ہے اور کس ہستی کی طرف سے یہ تسلی ہے۔ الحمدللہ

جماعت کیلئے خوشخبریاں

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کرم شفقت و رحمت عطائیں اور نوازشیں حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر ہمیشہ رہیں اور آپ کے واسطے سے ساری جماعت ان نوازشات سے مستفیض ہوتی رہی۔ حج اور عمرے کے وقت جب کبھی آپ بارگاہ اقدس میں حاضر ہوتے آپ سے نسبت و تعلق رکھنے والے سارے کے سارے ساتھی روحانی طور پر دربار نبوی ﷺ میں پیش کئے جاتے۔ دین کے لیے محنت و کوشش کرنے والوں کو انعامات سے نوازا جاتا۔

۷۱ء میں حج پہ تشریف لے گئے جس کی وجہ سے ۳ مارچ ۶۹ء کو آپ نے ایک شفقت نامے میں تحریر فرمائی کہ غوث، قطب، ابدال وغیرہ تمام مناصب میرے حج پہ جانے اور بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضری سے ہمارے سلسلے میں منتقل ہو جائیں گے۔

دوسری مرتبہ ۷۴ء میں حج پہ تشریف لے گئے۔

۷۱ء میں الوداع ہونے کی روضہ اطہر پہ پیش ہوئے تو بارگاہ نبوت سے انعام کے طور پر سارا قرآن کریم ایک کپڑے یا ورق پہ لکھا ہوا آپ کے سینے پر چسپاں کر دیا گیا۔ ارشاد ہوا اس کی برکت سے قرآن فہمی آسان ہو گی۔ باقی ساتھیوں کے لیے فرمایا آپ جس کے سینے پہ بسم اللہ لکھ دیں گے اس کو بھی اس قرآن فہمی میں آسانی ہو گی۔

۷۴ء میں جب حج کے بعد آپ روضہ اطہر پہ حاضر ہوئے تو آپکے ساتھ تمام جماعت کو دربار نبوی ﷺ میں روحانی طور پہ حاضر کیا گیا اور سب کی غائبانہ بیعت ہوئی۔ اور کچھ ساتھیوں کو انعامات سے نوازا گیا۔ آقا ﷺ نے فرمایا میری طرف سے ان کو لکھ کر بھیج دیں۔

آپ نے مدینہ طیبہ سے اق سیب کو مندرجہ ذیل خط لکھے۔

۱۵ جنوری ۷۴ء

عزیزم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

"آج دربار نبوی ﷺ سے آپ کو دو انعام عطا ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسے میرا سلام پہنچا دو اور اسے اس بات کی بشارت دے دو کہ ہم تم سے خوش ہیں۔

میری طرف سے آپکو یہ انعامات ملنے کی مبارک ہو۔

۱۵ آدمی حضور انور ﷺ نے خود تمام جماعت کی جب غائبانہ بیعت ہوئی تو منتخب فرمائے ان پندرہ سے چار آدمی آ گئے آپ۔ اور ان کے گلے میں پھولوں کا ہار ڈالا گیا۔

اللہ یار خان۔ مدینہ طیبہ ۱۶/۱/۷۴

قارئین محترم! ساری امتوں میں نیک اور اعلیٰ لوگ تھے۔ حضور ﷺ کی نسبت سے جیسے اس امت کو اعلیٰ درجہ مل گیا ایسے ہی حضرت کی نسبت سے ادنیٰ کو اعلیٰ اور عام کو خاص بنا دیا۔

ساتھیوں کو صفوں سے بلا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر کیا گیا۔ جن کی دینی محنت پہ آپ ﷺ نے انہیں مبارکباد دی ان کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے اور حضرت سے فرمایا میری مبارکباد اور سلام انکو لکھ کر دے دیں اور یہ ساتھیوں کے پاس اب موجود ہیں۔

مناصب کی تقسیم ہوئی اور تمام مناصب جماعت کے ساتھیوں کو عطا ہوئے جس کا جو مقدر تھا ملا۔ مثلاً عبدالہادی شاہ صاحب PAF میں سکواڈرن لیڈر تھے ۷۴ء میں ان کا انتقال ہوا۔ سرائے عالمگیر کے قریب ایک نہر کے کنارے ان کا مدفن ہے۔ وفات کے وقت ابدال کے منصب پر فائز تھے۔

حضرت جی کی صحت کے لیے دعا کی درخواست پر آپ نے جواباً فرمایا "جسم کمزور ہو رہا ہے اور روح کی طاقت بڑھ رہی ہے۔" کرنل مطلوب صاحب نے آقا ﷺ سے جنت کے لیے دعا کی درخواست کی تو جواب میں فرمایا "جنت بنی ہی ذاکرین کے لیے ہے!"

ایک مرتبہ فرمایا "پسندیدہ عمل ذکر ہے اور ناپسندیدہ عمل ذکر سے غفلت ہے۔"

ایک ساتھی کو فرمایا "اپنی عبادت میں خلوص پیدا کرو!"

ایک اور ساتھی کو نصیحت فرمائی "خلوص اور مستقل مزاجی سے جماعت سے لگے رہو۔ یہی جماعت حق پہ ہے۔ یہی طریقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تھا۔"

ایک مرتبہ فرمایا "اعمال مجھ تک پہنچتے ہیں میں جماعت سے خوش ہوں۔"

ایک دفعہ فرمایا "جو شیخ کا مقرب ہے وہ ہمارا مقرب ہے۔ شیخ کے نائبین ہمارے دستخطوں اور میرے تصدیق شدہ ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ جو شیخ کا مقرب نہیں وہ ہمارا مقرب نہیں چاہے کتنے مقامات رکھتا ہو۔"

رسالپور آپ میجر غلام محمد کے گھر ۱۹۷۰ء میں تشریف فرما ہیں کہ پشاور کے نواح سے کچھ ساتھی حاضر خدمت ہوئے عرض کیا حضرت پشاور سے افغانستان کی جانب بڑے تیز انوار دکھائی دیتے تھے۔ ہم انہی کی جانب روانہ ہوئے اور اس مزار کو تلاش کر لیا۔ صاحب مزار کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بڑے تپاک سے وہ ہمیں ملے۔

ہم نے استفسار کیا! "کیا آپ ہمیں جانتے ہیں؟"

فرمایا "کیوں نہیں،، آپ لوگ مولینا اللہ یار خان کے مریدین ہیں"۔ پوچھا "آپ کو کیسے معلوم ہے؟"

فرمایا "ہمیں اپنے شیخ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ نے بتایا" ہم اپنے شیخ کی خدمت میں معمول کے لئے حاضر ہوئے۔ تو عرض کیا آج کل یہ کون لوگ ہیں جو اتنی کثیر تعداد میں آسمانوں کو چیرتے! سالک المجذوبی اور عرشی منازل کی طرف اس تیز رفتاری سے پرواز کرتے جاتے ہیں۔ جواباً حضرت شیخ نے فرمایا "تم لوگوں کو کیا ابھی تک علم نہیں ہے؟"

"یہ مولانا اللہ یار خان کی جماعت ہے۔ کسی اور کو یہ قوت پرواز حاصل ہی نہیں۔"

حضرت المکرمؒ یہ سن کر بڑی دیر محویت کے عالم میں رہے اور پھر رونے لگے۔ اتنے روئے کہ ساری جماعت نے رونا شروع کر دیا۔"

فرمایا "روئے زمین کی کوئی خبر ایسی نہیں جس پر تم لوگوں نے توجہ نہ دی ہو اور اس کے حالات کا پتہ نہ لگایا ہو۔ میری موت کے بعد اگر خدا نخواستہ میری حالت خراب ہوئی تو تم لوگوں سے پوشیدہ تو نہیں ہوگی۔ پھر کیا کہوگے یہ ہمارا شیخ تھا!

موہڑہ کورچشم جاتے ہوئے آپ ٹانگے پر سوار تھے ہم کچھ ساتھی ساتھ ساتھ سائیکل پہ جا رہے تھے۔ ٹانگے میں سوار ایک صاحب نے پہاڑ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔" اس بلندی پہ انوارات بڑے تیز ہیں،، آپ سُن کر خاموش رہے۔

نماز عصر کے لئے وضو سے قبل باہر کھیتوں کی طرف گئے تو اُس ساتھی سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اس جگہ سفید انوارات ہیں۔ تانگے والے کی موجودگی کے باعث میں نے جواب نہیں دیا تھا حافظ غلام جیلانی صاحب نے عرض کی حضرت قبر میں وہ شخص کھڑا دکھائی دیتا ہے آپ نے انوارات کا مشاہدہ کروایا کہ فنا بقا تک جاتے ہیں۔

واپس گاؤں میں داخل ہو رہے تھے کہ پھر کسی نے عرض کیا حضرت ابھی بھی صاحب قبر بدستور کھڑے ہیں آپ خاموش رہے ساتھیوں کے استفسار پہ صاحب قبر نے فرمایا تم لوگ جس شخص کے ساتھ ہو۔ اس کا مقام نہیں پہچان سکے لیکن میں اُن کے مرتبے سے واقف ہوں۔ لہذا احتراماً اُس وقت تک کھڑا رہوں گا۔ جب تک وہ سامنے ہوں گے۔

حضرتؒ لاہور تشریف لے گئے۔ ملک خدا بخش صاحب حضرتؒ داتا صاحبؒ کے مزار پہ حاضری کے لئے گئے داتا صاحبؒ نے فرمایا۔ "خدا بخش کسی طرح حضرت سے عرض کرو میرے پاس تشریف لائیں۔" ملک صاحب نے جا کر سلام عرض کیا اور داتا صاحب کا پیغام بھی۔ تو آپ مزار پر تشریف لے گئے۔ کیا فوائد و اثرات ہوئے یہ تو اللہ جانے یا وہ بزرگ۔ لیکن حضرت داتا صاحبؒ ملک صاحب کے ابھی تک بے حد ممنون ہیں۔

ایک مرتبہ راقم نے عرض کیا "حضرت بعض مجذوب سنا ہے موت کے بعد بھی یہ کیفیات سینے سے سلب کر لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا "مجھ سے نسبت رکھنے والوں کے کوئی سلب نہیں کر سکتا!"

ایک زمانہ تھا کہ برزخ والے حیران تھے کہ دنیا سے کیسے ہمارے پاس کوئی حاضر ہو سکتا ہے۔

حضرت مولانا محمد اکرم صاحب مع ملک خدا بخش اور راجہ یوسف صاحب کے ملتان حضرت غوث صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ لیکن صاحب مزار نے بالکل توجہ نہ فرمائی۔

ستمبر ۱۹۷۳ء میں حضرت چکوال تشریف لائے تو اس واقعہ کی تفصیل عرض کی آپ نے فرمایا اب خیال کرو۔ اور حضرت غوث صاحبؒ سے پوچھو کہ میرے تین شاگرد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کی طرف بالکل توجہ ہی نہیں فرمائی۔

جواباً فرمایا "میں تو سمجھا یہ برزخ سے ہی حاضر ہوئے ہیں اور اکثر ہوتے رہتے ہیں۔ یہ تو عجیب حیرت کی بات ہے کہ

اِس زمانے میں بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جو برزخ تک رسائی حاصل کر پاتے ہیں۔

برزخ کے تمام اہل اللہ کی توجہ اکثر آپ کی طرف رہتی گھر سے کہیں باہر تشریف لے جاتے تو .... شاہ بلاول ... ے شاہ صاحب کو فرماتے میرے گھر کا خیال فرمایئے ہمیں ... پروگرام بناتے تو مشائخ سے مشورہ کرتے ۔ کراچی کا ایک مرتبہ پروگرام اسی مشورے کی وجہ ... ے ... ہوا جہاں پہنچے تو بعض مشائخ کو مطلع فرماتے ۔

اُس علاقے کے ولی اللہ اکثر خود ہی خیال فرماتے سفر میں کئی مرتبہ ساتھ ہوتے ۔

قارئین ! اصل میں وہی آپ کے مرتبے سے واقف تھے ۔ دنیا والے تو اپنے جیسا انسان سمجھتے رہے خود کو بھی اسی درجے کا سمجھتے ہیں ۔ یا پھر انسانی فطرت اس مکھی کی طرح ہے جو سارے بدن میں صرف پھنسی پھوڑے یا غلاظت کو اپنی توجہ کا مرکز بناتی ہے ۔

انسان بھی ساری خوبیوں کو چھوڑ کسی ایک خاص پر نظریں لگائے محرومیوں کا شکار ہوتے ہیں ۔ اور کچھ تحقیق و شکوک کے دلدل میں پھنسے محروم ہی محروم رہ جاتے ہیں ۔ کیسے خوش نصیب ہیں وہ جو ایسی ہستیوں کے دامن سے وابستہ ہو کر تزکیہ نفس حاصل کرتے اور اپنی عاقبت سنوار لیتے ہیں بقول شاعر ؎

وہ موجوں سے اُلجھ کر اپنی منزل پا گئے
اور ہم ساحل پہ کھڑے غور فرماتے رہے

سالک کو بارگاہ نبوی ﷺ میں پہنچانا

ایک بزرگ حاضر خدمت ہوئے کہ حضرت ... سال سے سودائے دل تلاش کر رہا ہوں کوئی اہل دل نہیں ملا جہاں سے میرے قلب کو تسکین ہو سکتی ۔

حضرت نے مفتی صاحب کو بلا کر اُن کے حوالے کر دیا کہ تیسرے روز میرے سامنے پیش کریں ۔ تیسرے روز مفتی صاحب نے انہیں حاضر خدمت کر کے عرض کیا حضرت ! دربار نبوی ﷺ تک پہنچا دیا ہے ۔

آپ نے توجہ فرمائی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر شام کو بیعت کروا دیا ۔ اس شخص کے رونے کی عجیب کیفیت تھی کہ لمحے میں نے کہاں عمر گنوا دی ! کاش کے پہلے آپ کے حضور پہنچا ہوتا ۔‘‘

برصغیر میں انبیاء علیہم السلام کی قبور

منارہ میں انبیاء علیہم السلام پر بات ہو رہی تھی تو آپ نے فرمایا ہند و پاک کے علاقہ میں بھی انبیاء تشریف لائے ہیں جن کی تعداد چار ہے اور دو ان میں سے اہل کتاب ہیں ۔ ایک مولانا صاحب نے پوچھا ! حضرت ان کے نام ۔

فرمایا ! میں دیکھ رہا ہوں وہ اپنی کتاب پڑھ رہے ہیں د ( ) نبی اپنا نام نہیں بتاتے جن کے نام قرآن میں ہیں وہی بتاتے ہیں ۔ باقی صرف انا النبی جواب دیتے ہیں ۔ اور کسی کی جرأت کب کہ نبی سے نام پوچھے !

حضور ﷺ کے دست مبارک کے سید کبیر احمد رفاعی کا بوسہ دینا

لنگر مخدوم میں ایک غیر مقلد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو کچھ سوالات پوچھے جن کے جوابات آپ نے دیئے انہی میں سے سید کبیر احمد رفاعی کا واقعہ بھی بیان فرمایا کہ روضۂ اطہر پہ حاضر ہوئے تو عرض کی ’’حضور ﷺ دست مبارک بڑھایئے کہ میں بوسہ دوں‘‘ تو آپ کا ہاتھ باہر نکلا اور انہوں نے بوسہ دیا ۔

ایک غیر مقلد نے اعتراض کیا ! یہ کیسے ممکن ہے ۔

آپ نے فرمایا ’’ تمہاری ماں اور باپ کے نکاح کے گواہ کتنے ہیں ۔

جواب دیا ’’ دو ‘‘

فرمایا ’’ دو گواہوں پر تو تمہیں یقین ہے کہ نکاح حلال ہوا ۔ اور تم حلالی ہو ، دست اقدس کے بوسے دینے کے تو ۹۰ ہزار گواہ ہیں پھر بھی تمہیں یقین نہیں تم لوگوں کے نزدیک تو ہم مشرک ہیں اور مشرک سے اب بھی تم فیض حاصل کرنے کیوں آئے ہو ۔

تبلیغی جماعت

ایک محفل میں حضرت مولانا الیاس ؒ کے بارے فرمایا

وہ فرشتہ صفت انسان تھے۔ یہ اُن کے خلوص کا اثر ہے کہ جماعت کے ساتھ جانے والوں کی ظاہری اصلاح ہو جاتی ہے۔

ہمارے لئے اس جماعت کی مثال ایسی ہے جیسے زمیندار حل چلا کر فصل بونے کے لئے زمین تیار کر دے اور بیج بونے سے قبل چھوڑ دیتا ہے۔ اور وہ بیج ہم بو دیتے ہیں یعنی ظاہری تربیت وہ کر دیتے ہیں اور باطنی ہم

بچے کا کلام کرنا

راولپنڈی کے مولوی صاحبان ملاقات کے لئے حاضر ہوئے مختلف سوالات کے جواب میں حضرت فرما رہے تھے مولانا فلاں کتاب پڑھی ہے اس فلاں صفحہ پر یہ عبارت تحریر ہے اور ایک سوال کے جواب میں فرمایا مولانا قرآن پڑھا ہے۔ یہ مسئلہ تو اللہ کی کتاب میں ہے۔ ایک مولانا صاحب نے پوچھا " سنا ہے آپ نے فرمایا بچے کی روح سے بات ہو جاتی ہے۔ کیا قرآن میں اُس کا ثبوت ہے؟"

فرمایا " ہاں! حضرت یوسف علیہ السلام کی گواہی بچے نے ہی تھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تین روز کے تھے تو قوم سے باتیں کیں، کھائیوں والے بادشاہ نے لوگوں کو اُسے سجدہ کرنے پر مجبور کیا اور انکار کرنے پر آگ میں ڈلوا دیا۔ ایک عورت کے سجدہ سے انکار پر اس کا چند روز کا بچہ چھین کر آگ میں پھینک دیا تو بچے نے آگ سے ماں کو آواز دی " اماں! سجدہ نہ کرنا آگ سے جنت دکھائی دے رہی ہے، شرک سے بچ کر آگ قبول کر لو۔"

آخر میں فرمایا میں روائتی جاہل پیر نہیں ہوں۔ مجھے میرے رب نے جو نعمت عطا فرمائی ہے میں تحدیث نعمت کے طور پر لوگوں تک پہنچانا چاہتا ہوں۔

حضرت سلطان باہوؒ کا مزار

ذکر چل نکلا حضرت سلطان باہوؒ کا فرمایا۔ سالک المجذوبی کی ابتدائی منازل میں ان کی وفات ہوئی۔ ان کی قبر تو دریا کے اندر پل کے مشرق کی جانب خشک جگہ پر ہے۔

صاحب مشاہدہ ساتھی دیکھ سامنے بیٹھے تسبیح پڑھ رہے ہیں۔ پتلا سا چہرہ۔ پتلی ناک لیکن لمبی سی ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام

حضرت خضر علیہ السلام کے بارے ایک سوال کے جواب میں کہ حضرت خضر کیسے زندہ ہیں۔

فرمایا! وہ موت کا ذائقہ چکھ چکے ہیں۔ ان کے بدن کو روح کی طرح لطیف شکل دے دی گئی ہے اور وہ اس کے ساتھ ہی دنیا میں ہیں۔ قطب مدار کے ساتھ رہتے ہیں۔ کسی وقت میرے ساتھ ہُوا کرتا تھے اب جماعت کے کسی اور ساتھی کے ساتھ ہوتے ہیں۔

فیض کی بات ہوتی تو فرمایا۔ ان سے کسی فیض کا میں طلبگار نہیں ہمیں محمد رسول اللہ کے واسطے سے تمام فیوضات و برکات حاصل ہوتی ہیں۔

دیوبند کے بزرگ

دیوبند کے بزرگوں کی بات ہو رہی تھی فرمایا " وہاں ایسی ایسی ہستیاں ہیں کہ میرے پر لگ جائیں تو میں اُڑ کر وہاں جاؤں

دیوبندیوں کے پیر حضرت حاجی امداد اللہؒ ہر کام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ کر کیا کرتے تھے۔

مولانا رشید احمد گنگوھی مریدین میں بیٹھے تھے جوش میں آکر فرمایا " کہہ دوں" تین مرتبہ پوچھنے پر ہر مرتبہ مریدین نے عرض کی فرمائیں۔

فرمایا! " میں جو کام کرتا ہوں حاجی صاحب (اپنے شیخ) سے پوچھ کر کرتا ہوں اور دوسری مرتبہ فرمایا میں ہر کام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ کر کرتا ہوں۔

حضرت شاہ ولی اللہ کے بارے فرمایا " حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں میں نے قرآنِ پاک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا ہے۔

بانی دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے بارے فرمایا چند علماء سمیت حج پر تشریف لے جا رہے تھے، تو حاجی صاحبؒ کی ملاقات کو حاضر ہوئے رخصت کے وقت اپنے پیرو مرشد

سے عرض کی "حضرت میرے لئے دعا فرمائیں"۔

حاجی صاحب نے جواباً فرمایا "قاسم مجھ سے دُعا! میں نے آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھے بخاری شریف پڑھتے دیکھا ہے۔" حضرت لاہوریؒ کی قبر سے آنے والی خوشبو کے متعلق برطانیہ کی لیبارٹری والوں نے بھی کہہ دیا۔ اس مٹی کی خوشبو میں تو دنیا کی کسی چیز کی خوشبو نہیں۔

حضرت تھانویؒ کا مقام

مولانا اشرف علی تھانویؒ کا تذکرہ ہُوا تو فرمایا "انہوں نے چودہ سو کتابیں لکھی ہیں تصوف میں بڑا مقام تھا۔ پہلے عرش پہ تھے کہ انتقال فرمایا۔ دین کے لئے بڑا کام اللہ کریم نے ان سے لیا ہے عالم برزخ میں جس مقام پر اب موجود ہیں بڑا اعلیٰ مقام ہے جس کے دروازے پہ لکھا ہُوا ہے "باب علم"۔

حضرت صدیق اکبرؓ کا برزخ میں مقام

آپؓ کے بلند مقام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا انبیاء علیہم السلام کے بعد پوری مخلوق میں آپ کا رتبہ سب سے بلند ہے۔

فرمایا! "عالم بالا میں ان کا مقام میں تلاش کر رہا تھا آخری مقامات تک کہیں نہ ملے۔ بڑی حیرانی ہوئی، دل میں وسوسہ آیا خدایا ساری عمر ان کی شان بیان کرتے گزری ہے لیکن زندگی بھر شیعہ کو جتنے دلائل دیئے وہ بھی اپنی بات پہ اڑے ہوئے ہیں کہیں انہی والی بات تو نہیں۔

فوراً آواز آئی "ایسی بات نہیں، اور آگے تلاش کریں۔" ولایت کی انتہا اور نبوت کے ابتدائی منازل میں آپ کا مقام پایا جہاں منازل میں تنہا ہیں۔ کسی دوسرے کی وہاں گزر نہیں۔

شداد کی جنت اور قارون کا حشر

دارالعرفان میں اپنے کمرے سے ملحق باتھ روم سے وضو فرما کر باہر تشریف لائے تو ایک چڑیا جو کمرے میں آگئی تھی ساتھی اسے باہر نکال رہے تھے اور پنکھا بند کر دیا تھا۔ آپ چارپائی پر تشریف فرما ہوئے تو فرمایا گھر میرے کمرے میں چڑیا بچوں کو دانہ کھلا کر اڑی تو پنکھے سے ٹکرا کر ہلاک ہو گئی۔ جس پر نر چڑا اتنا سخت افسردہ ہوا کہ آدمی سوچ بھی نہیں سکتا۔ پھر کچھ روز تک وہ نر چڑا بچوں کو دانہ لا کر دیتا رہا اور آخر ایک روز وہ بھی پنکھے سے ٹکرا کر ہلاک ہو گیا۔ جس پر مجھے سخت افسوس ہُوا۔

اسی سے شداد کا واقعہ بیان فرمایا کہ کیسے سمندر میں اس کی ماں موجود تھی اور ایک تختے پہ پیدائش کے بعد ماں کی روح قبض کر لی گئی بچہ سمندر کی لہروں میں تختے پہ پڑا ہے کشتی ہے نہ جہاز کوئی دیکھنے بھالنے والا نہ دودھ پلانے والا ہی موجود ہے۔

اللہ کریم نے کیسے اس کو ساحل سمندر پہ پہنچا کر دودھ پلانے کا بندوبست فرمایا۔ پرورش ہوئی اور روئے زمین کی حکومت عطا کر دی۔ لیکن شداد نے منعم حقیقی کو بھلا کر کفر کی روش اختیار کی ساری مملکت سے زر و جواہر اکٹھے کر کے دنیا میں جنت بنائی۔ کیسے خدا کا مقابلہ شروع کر دیا۔

شداد کی جنت کا مشاہدہ

مختار صاحب مفتی غلام ہمدانی صاحب اور باقی موجود ساتھیوں سے پوچھا کیا اس کی جنت کبھی کسی نے دیکھی ہے عرض کی "جی" نہیں۔

فرمایا "میرے قلب کے انوارات میں مشاہدہ کرتے ہوئے دیکھو جس طرف نور کی یہ روشنی جارہی ہے کیا محسوس ہوتا ہے۔ ایک ساتھی نے کہا حضرت جنت کی چار دیواری چاندی کی ہے۔ دیوار تقریباً بیس بیس فٹ اونچی ہے۔

دوسرے نے عرض کی "اندر سے بہت بڑا خوبصورت محل ہے۔" درختوں پہ فروٹ ہیرے جواہرات اور سونے چاندی کے لگے ہوئے ہیں۔

قارون کا انجام

قارون کا واقعہ بیان فرمایا کہ کیسے اللہ کے نبی کی بات ماننے سے انکار کیا اور رب ذوالجلال کو غصہ آیا۔

پوچھا! کیا کبھی قارون کا حشر بھی دیکھا ہے۔

عرض کی گئی "جی نہیں!"

فرمایا چلو میرے قلب کے انوارات کے ساتھ ساتھ۔ تمام صاحب بصیرت ساتھی مراقبہ میں اُس حالت کا مشاہدہ کر رہے تھے۔ فرمایا اللہ کا غضب دیکھو۔ تمام مال و دولت اس کے اُوپر کس طرح لادا ہُوا ہے اور زمین میں نیچے ہی نیچے جا رہا ہے۔ زمین کی آخری سبز رنگ کی تہہ بڑی مضبوط ہے جس کو کوئی مشین نہیں کاٹ سکتی۔ لیکن غضب خداوندی ایسا ہے کہ یہ ظالم اس کو بھی کاٹ کر نیچے چلا گیا ہے۔ اور قیامت تک اسی طرح نیچے چلتا جائے گا۔

فرمایا "ظالم سے کہو سارا سامان سمیٹ کر ساتھ لے گئے کچھ تو ہمیں بھی دے جا۔"

ایک ساتھی نے عرض کیا "کہتا ہے اب میں تو مال کو چھوڑ تا ہوں یہ مجھے نہیں چھوڑ تا۔"

مجلس میں بیٹھے ہوئے ایک مولانا صاحب نے پوچھا "حضرت موسیٰ علیہ السلام کس آسمان پہ جلوہ افروز ہیں۔"

فرمایا "آنکھیں بند کرو، میرے قلب کے انوارات کے ساتھ ساتھ تیسرے آسمان پہ خیال کرو۔"

پوچھا کیا دیکھا ہے۔ انہوں نے عرض کی تیسرے آسمان پر بڑے جلال کے ساتھ تشریف فرما ہیں، گندمی رنگ، مضبوط جسم اور موٹے کپڑے پہنے ہوئے ہیں جسم کے بال کپڑوں سے باہر نکلے دکھائی دیئے۔

تصوف کیا نہیں

تصوف کے لئے نہ کشف و کرامات شرط ہے نہ دنیا کے کاروبار میں ترقی دلانے کا نام تصوف ہے نہ تعویذ گنڈوں کا نام تصوف ہے نہ جھاڑ پھونک سے بیماری دور کرنے کا نام تصوف ہے۔ نہ مقدمات جیتنے کا نام تصوف ہے نہ قبروں پر سجدہ کرنے، ان پر چادریں چڑھانے اور چراغ جلانے کا نام تصوف ہے۔ اور نہ آنے والے واقعات کی خبر دینے کا نام تصوف ہے۔ نہ اولیاء اللہ کو غیبی ندا کرنا، مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنا تصوف ہے۔ نہ اس میں ٹھیکیداری ہے کہ پیر کی ایک توجہ سے مُرید کی پوری اصلاح ہو جائے گی اور سلوک کی دولت بغیر مجاہدہ اور بدون اتباعِ سنّت حاصل ہو جاتی ہے۔ نہ اس میں کشف والہام کا صحیح اترنا لازمی ہے اور نہ وجد و تواجد اور رقص و سرود کا نام تصوف ہے یہ سب چیزیں تصوف کا لازمہ بلکہ عین تصوف سمجھی جاتی ہیں۔ حالانکہ ان میں سے کسی ایک چیز پر تصوف اسلامی کا اطلاق نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ ساری خرافات اسلامی تصوف کی عین ضد ہیں۔

اپنی
خطوط کے
آئینے میں

خطوط کسی فرد کی ذاتی زندگی، اُس کے مشن، تحریک، جذبات اور افعال کی عکاسی کرتے ہیں۔
یہ نوادرات اُس وقت تو عام سی نصیحتیں لگتے تھیں۔ لیکن مشفقانہ انداز میں وہ انمول ہیرے
اور علمی موتی آپ نے تقسیم فرمائے۔ جو آنے والی نسلوں کی راھنمائی کیلئے تاریخ کا حصّہ بن گئے

ایک خط، اُسکا جواب ________ ۶۱

انمول موتی ______ حافظ غلام قادری ____ ۶۴

خطوط کے عکس ________ ۹۴

ایک خط

اُس کا جواب

تاریخ ۲۷ ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ
۲۶ اکتوبر ۱۹۸۱ء

بخدمت اقدس حضرت مولانا اللہ یار خاں صاحب مدظلہ العالیٰ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

عرض ہے کہ چند ضروری باتیں سمجھنی ہیں مگر آپ کی خدمت میں پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ مندرجہ ذیل بزرگانِ دین کی ارواح سے مل کر جوابات ان سے حاصل فرما کر ہمیں راہنمائی فرمائیں عام علماء نے جو جوابات دیئے ہیں وہ کتابوں میں یا عام علماءِ ظاہر سے حاصل ہو جاتے ہیں ان کے علاوہ خاص جوابات ان ہی بزرگوں سے حاصل شدہ ہوں۔

۱ :- بخاری شریف کتاب التفسیر میں " وقیضنا لھم قرنا " کی تفسیر میں عام مفسرین کا اتفاق ہے کہ اس سے مراد شیاطین ہیں مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تفسیر میں فرمایا: تتنزل علیھم الملائکۃ

عرض یہ ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روح سے مل کر اس کا جواب حاصل فرما کر ہمیں مطلع فرمائیں۔ مگر خاص امام بخاری ہی کا جواب ہو عام محدثین علماء کے ذکر کردہ جوابات میں سے کوئی نہ ہو۔

۲ :- بخاری شریف کتاب التفسیر ہی میں " وانت لھم تصدیٰ " تصدیٰ کے معنی تو درپے ہونا ہوتے ہیں لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تصدیٰ کے معنی تغافل کئے۔ یہ بھی ان کی روح سے مل کر برائے کرم جواب حاصل فرما کر ہمیں مطلع فرمائیں۔

۳ :- علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے " القرآن کلام اللہ غیر مخلوق " حدیث بتائی۔ حالانکہ یہ حدیث نہیں۔ علامہ موصوف کی روح سے مل کر اس پر تبادلہ خیال فرما کر اس کا حل بھی بتائیں۔

۴ :- ہدایہ میں ہے " من صلیٰ خلف عالم تقی فکانما صلیٰ خلف نبی " یہ حدیث بتائی ہے حالانکہ یہ حدیث نہیں ہے۔

اس کے متعلق بھی صاحب ہدایہ کی روح سے مل کر ہماری رہنمائی فرمائیں دوبارہ عرض ہے کہ ان اشکالات کے جوابات وہ نہ ہونے چاہئیں جو اساتذہ دوران اسباق بتاتے ہیں یا شروح وغیرہ میں مذکور

ہیں بلکہ خاص ان حضرات کی ارواح سے حاصل فرما کر ان حضرات کی طرف سے حاصل شدہ جوابات تحریر فرمائیں۔

فجزاک اللہ احسن الجزاء فقط والسلام مع الاکرام

خاکپائے اکابر دیوبند۔

گرامی نامہ پہنچا۔ آپ کے ارشادات سر آنکھوں پر مگر ان کی تعمیل میں چند رکاوٹیں حائل ہیں اگر وہ دور ہو جائیں تو تعمیل ارشاد کی شاید کوئی صورت نکل آئے مثلاً

۱ :۔ آپ کو کس مسخرے نے یہ اطلاع دی کہ میں شرعی مسائل اور علمی اور عملی عقیدے ارواح سے حل کراتا ہوں۔؟

۲ :۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے میں نے آپ کو کبھی دعوت نہیں دی کہ میرے ذریعے ارواح سے مسائل حل کرا لو۔ پھر آپ کو یہ غلط فہمی کیونکر پیدا ہوگئی

۳ :۔ جب آپ کو زندہ علماء جو ماہرین فن ہیں ان کی آئے گا اور روحوں کا کلام بھی مجھ سے سننا چاہتے ہیں۔ اور میں زندہ ہوں زندوں کی بات پر آپ کو اعتبار بات پر اعتبار نہیں تو روحوں کے کلام پر کیونکر اعتبار نہیں تو یہ عقدہ کیسے حل ہوگا۔؟

۴ :۔ جو سوال آپ روحوں سے پوچھنا چاہتے ہیں ان کا آپ کی عملی زندگی سے اس لحاظ سے تعلق نہیں کہ آپ اس کے مکلف نہیں یہ کوشش محض دماغی عیاشی کے لئے ہے لہٰذا اتنی جلدی کی کیا ضرورت ہے چند روز کی بات ہے آپ بھی برزخ میں پہنچ جائیں گے وہاں ارواح سے حقائق دریافت کر لینا۔ فی الحال آپ زندہ ہیں اور زندوں کی بات کے مکلف ہیں لہٰذا اسی پر اکتفا کریں حدود سے تجاوز اچھا نہیں ہوتا۔

۵ :۔ آپ کا مطالبہ یہ ہے کہ جواب وہ نہیں ہونے چاہئیں جو کتابوں میں موجود ہیں یا اُن حضرات نے دنیوی زندگی میں دیئے تھے بلکہ ان جوابوں سے مختلف ہونے چاہئیں۔ جو کتابوں میں موجود ہیں یا اُن حضرات نے دنیوی زندگی میں دیے گئے تھے بلکہ ان جوابوں سے مختلف ہونے چاہئیں اب اس کی دو صورتیں ہیں اوّل یہ کہ جب آپ کو موجودہ جواب ہی قابلِ قبول ہیں۔ لہٰذا وہی جواب صحیح تصوّر کر لیجئے جو اُن کے اُلٹ ہیں۔

دوم یہ کہ اگر ارواح نے وہی جواب دیئے جو زندگی میں لکھ گئے ہیں تو پھر اُس کا کیا بنے گا۔ وہ تو آپ کو قابلِ قبول نہیں۔ پھر یہ ساری کوشش رائیگاں جائے گی تو ایسے عبث فعل کا کیا مطلب۔

۶ :۔ پھر یہ بات حل طلب ہے کہ اگر روح مجرد اور زندہ انسان کے کلام میں تعارض واقع ہو جائے تو ترجیح کیسے ہوگی اور کیوں ہوگی۔

۷ :۔ جن حضرات کی ارواح سے کلام کرنے کا آپ نے مطالبہ فرمایا ہے وہ مفسر، محدث، متکلم یا فقیہ ہیں اور امت میں خاص مقام پر فائز ہیں مثلاً ابن حجر عسقلانی رح، علامہ بدرالدین عینی، قسطلانی، ابن ابی جمرہ اور حضرت انور شاہ کاشمیری رحمۃ علیہم اجمعین کی ارواح سے اگر کلام ہوگا تو وہ آپ تو سُن نہیں سکیں گے کیونکہ روح کا کلام لطیف ہوتا ہے اور مادی کانوں سے سُننا ممکن نہیں۔ تو آپ ان سب حضرات کے مقابلہ میں مجھ غریب پر کیسے اعتبار کر سکیں گے اور اگر کر ہی لیں گے تو آپ کے متعلق لازماً کہنا پڑے کا کہ

بدیں عقل و دانش بباید گریست

۸ :۔ چلیئے اگر آپ مجھ پر اعتبار کر بھی لیں تو مجھے اتنا تو فرما دیں کہ آپ کے نزدیک معیارِ صدق کیا ہے ؟

۹ :۔ فرض کیجئے کہ ان ارواح نے وہ جواب دئے جو ان کی زندگی کے فیصلوں سے مختلف ہوں تو خود ان کے کلام میں تعارض واقع ہو گیا اب ترجیح کس کو ہوگی اور کیوں ہوگی۔؟

۱۰ :۔ یہ فرمائیں کہ روح سے کلام کے ذریعے جو دین کا مسئلہ معلوم ہو گیا اُسے شرعی حکم کی حیثیت حاصل ہوگی؟ کیا غیر نبی کا الہام یا کشف مثبت احکام ہے ؟ نبی کریم

عالم برزخ میں جو فرمائیں وہ حدیث رسول ﷺ ہوگی کیا؟ اور اس سے کوئی شرعی مسئلہ ثابت ہو جائے گا؟ اگر نبی ﷺ کا برزخی کلام حدیث رسول نہیں تو علماء کا برزخی کلام حجت کیوں ہو؟

آپ کے گرامی ناموں کے بین السطور سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا مقصد کچھ اور تھا آپ نے اسلوب یہ اختیار کیا اگر آپ کو کلام بالارواح پر تعجب ہی تھا اور آپ کو اس حیرت کا رفع کرنا مقصود ہوتا تو آپ کا انداز سخن اس سے مختلف ہوتا مثلاً آپ کے سوالات کچھ اس طرح ہوتے

۱: کیا روح سے کلام ممکن ہے؟
۲: اگر ایسا ہے تو اس کا طریقہ کیا ہے؟
۳: اس کی کیفیت کیا ہوتی ہے؟
۴: کیا اس پر عمل جائز ہے؟
۵: کیا یہ ظنی ہے یا قطعی؟ وغیرہ

کسی لفظ کے معنی میں اختلاف ہو جائے تو اس کا فیصلہ روحوں سے نہیں کراتے بلکہ اس کا تعلق لغت سے ہے۔

علمائے دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ کتاب و سنت کا فہم توارث سے حاصل کرتے ہیں۔ کہ کسی لفظ کا مفہوم نبی کریم ﷺ نے کیا بتایا صحابہ اور سلف صالحین نے کیا سمجھا۔ انہی کے فہم پر ہم دین کے احکام کی بنیاد رکھیں گے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رح نے تفہیمات الٰہیہ میں فرمایا کہ اپنی تحقیق کو سلف صالحین متقدمین کی تحقیق سے آگے نہ بڑھاؤ۔ چونکہ منقولہ علوم میں ہمیشہ منقول عنہ پر اعتماد ضروری ہے اور دین بھی نقل اور خبر ہے اور خبر میں مخبر عنہ پر اعتماد کے علاوہ کوئی دوسری راہ اختیار کرنا خلاف اصول ہے۔

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جن احکام کا تعلق امور تکوینیہ سے ہو ان میں صوفیہ محققین کا کلام مقدم ہوگا۔ اور جن احکام کا تعلق امور شرعیہ نقلیہ سے ہو ان میں ائمہ مجتہدین اور علمائے حق کا قول مقدم ہوگا۔

اب آپ اپنے سوالات کا جائزہ لیں۔ ان کا تعلق امور شرعیہ سے ہے یا امور تکوینی سے ہے؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ ارواح کے مرکز سکونت میں علامہ ابن قیم رح نے دس بارہ مذہب بیان کئے ہیں۔ ان میں سے آپ کس مذہب کے معتقد ہیں؟ اپنا مسلک بیان فرمائیں تاکہ اس مرکز سے ان ارواح سے رابطہ قائم کیا جائے ورنہ یہ بھی احتمال ہے کہ ارواح سے پوچھا جائے اور آپ فرمائیں کہ یہ قابل قبول نہیں کیونکہ ہمارے نزدیک وہ ارواح کا مرکز نہیں۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ قبر پر جا کر مرکز کا پتہ کیا جاتا ہے کیونکہ روح کا تعلق بدن مدفونہ سے بدستور رہتا ہے اس لئے آپ ہمیں امام بخاری رح علامہ تفتازانی اور علامہ مرغینانی کی قبروں پر لے چلیں وہاں ان سے روح کے مرکز کا پتہ کرکے آپ کے سوالوں کے جواب پوچھے جائیں۔

ان جھمیلوں سے ہٹ کر ایک آسان راستہ بھی ہے جس کی نشان دہی اللہ کریم نے فرمائی کہ ولا تقف ما لیس لک بہ علم

جس فن سے آدمی واقف نہ ہو اس میں دخل دینے کی صرف ایک معقول صورت یہ ہے کہ آدمی طالب علم کی حیثیت اختیار کرے۔

علمائے دیوبند تمام کے تمام ارواح سے فیض کے قائل ہیں۔ ہاں اس استمداد کے قائل نہیں جس کا خاص مفہوم عوام کے ذہنوں میں ہوتا ہے۔ تصوف میں نہ تو کشف مقصود بالذات ہے نہ کرامت، نہ الہام۔ مقصود بالذات صرف رضائے الٰہی ہے، ہاں یہ چیزیں ذکر الٰہی کے ثمرات اور انعامات باری ہیں جس پہ جو انعام چاہے کرے۔ رضائے الٰہی کے حصول کا طریقہ اتباع سنت بطریقہ سلف صالحین اور اصلاح قلب ہے اس وجہ سے صوفیہ کا موضوع بحث روح و قلب ہی ہوتا ہے۔

دونہ خرط القتاد

اَنمول موتی

حافظ غلام قادری

(۱) ۲۷ نومبر ۶۴ء راولپنڈی نئے احباب کو حلقہ میں داخل کرنے کے بارے میں لکھا۔

"امتحان کنندہ سوڈا کی بوتل کا جوش لے کر جو آئے اس کو داخل نہ کریں۔ ورنہ جو بھی آئے اس کو بتا دینا کہ عقائد کی درستی ایسے کرنا ہوگی۔ جیسے شیخ یعنی استاد کے ہوں گے۔ پھر اعمال کی درستی، فرائض کی پابندی لازمی ہوگی۔ حتیٰ کہ نوافل کی پابندی بھی دوامی ہو جاتی ہے۔ روزی حلال صدق مقال، بری مجالس سے اجتناب ضروری ہوتا ہے۔ فلم وغیرہ سے بھی، داڑھی مطابق سنت رکھنی ہوگی۔ گھر میں نماز کی پابندی کرائیں روٹی نمازی کے ہاتھ کی ہونی ضروری ہے۔

ان چیزوں کی پابندی کر نیلے کو بڑی خوشی سے داخل کرکے توجہ دیں۔ جمعدار شریف صاحب کو کہنا اب آپ سابقہ جمعدار نہیں رہے۔ اب تم رسول جماعت و فوج رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمعدار بن چکے ہو چال چلن بدل دو۔ ہادی بن جائے۔ معمول کوشش اور جانفشانی سے کیا کرنا۔"

(۲) ایک ساتھی نے رویت اشکال کے مراقبہ میں ایک شخص کی مشابہت بندر سے دیکھی تو کہنے لگے اس کو کیا ذکر سکھائیں تو حضرت نے خط میں فرمایا۔

"ہم نے بندروں اور ریچھوں کو انسان بنانا ہے۔ اس سے گھبراہٹ پیدا نہ ہو۔ انسان کو انسان بنانا تو کمال نہیں۔ درندوں کو انسان بنانا کمال ہے۔ نرمی اور اخلاق سے لوگوں کے ساتھ پیش آئیں۔ استاد کا رعب کسی پہ نہ ڈالا جائے۔ بلکہ خادم ہونے کا ثبوت دیا جائے۔ لوگ نیک و صالح سمجھ کر خود آپ کا ادب کریں گے۔ خود عملی نمونہ پیش کرو۔ اللہ والے بن کر۔"

نوٹ: حضرت جیؒ کا طریقہ روایتی پیروں سے بالکل جداگانہ تھا۔ اس لیے پیر کا لفظ بھی اپنے لیے استعمال نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ فرماتے میں تمہارا استاد ہوں روحانی تعلیم دیتا ہوں۔ لہٰذا ساتھی آپ کو استاد ہی کہا کرتے تھے۔

کمالات کے حصول کا طریقہ

(۳) صوبیدار میجر محمد صادق مانسہرہ والے ۱۹۶۵ء کی جنگ میں ماڑی پور کراچی میرے ساتھ تھے۔ وہیں انہوں نے ذکر شروع کیا۔ ۶۶ء کے شروع میں چھٹی آئے تو حضرت کی خدمت میں حاضری

دی۔ ان کو خط میں تحریر فرمایا۔

"میری دعا ہے کہ آپ کو خدا تعالیٰ اپنا صحیح مخلص و مقرب بندہ بناوے اور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح اتباع نصیب فرمائے آپ کے حالات سے ایک کمالات میں مشاہدہ کیا آپ انشاء اللہ ایک وقت یگانہ موتی ہوں گے۔ بے فکر رہیں۔ بشرطیکہ خدا تعالیٰ نے آپ کو استقامت فرمائی۔ استقامت کی دعا ہمیشہ کرنا۔ بڑی دولت ہے۔ استقامت پھر خاصکر ذکر الٰہی پر استقامت، قال تعالیٰ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا قال تعالیٰ فی حق رسولہ فاستقم کما امرت:۔ میری خاص لگن ہے اس رات سے۔ میں دیکھتا ہوں غالباً خدا تعالیٰ تم کو ایک وقت موتی نہیں بلکہ ہیرا بنائیگا اتباع شریعت کا بڑا خیال رکھنا۔ یاد رکھنا جو کمالات حاصل ہوتے ہیں وہ تمام کے تمام رسول اکرم صلعم کی جوتیاں مبارک سے ملتے ہیں۔ تمام کمالات کے دروازے بند ہو چکے ہیں۔ ایک دروازہ اتباع محمدی کا مفتوح ہے۔ اس دروازے سے جو گزرا وہ صحیح سڑک پر ہے۔ ورنہ این خیال است و محال است و جنون۔

جو رسول اکرم صلعم کے خلاف کر کے دعویٰ ولایت کا کرتا ہے وہ جھوٹا مکار اور فریبی ہے۔ قرآن اس کو کذاب کہتا ہے"!

(۴)۔ محمد صادق صاحب کو ہی ایک اور خط میں کراچی تحریر فرمایا۔

عزیزم مسلمان خدا تعالیٰ کی جماعت تھی۔ خدائی فوج میں بھرتی تھا۔ ملازم تھا۔ اس پر فرض تھا کہ اپنے اعلیٰ حاکم کا وفادار بن کر زندگی بسر کرتا۔ افسوس ہے کہ جس مالک کی زمین ہے جس کی یہ مخلوق ہے۔

جس مالک نے وجود عطا کیا حیات عطا کی زندگی کے سامان مہیا کیے اسی کی نافرمانی کی جاتی ہے؟ عزیزم! بندۂ عاجز سے تعلق قائم کرو گے تو شیطان سے عداوت پیدا ہوگی اور نفس پر سخت ظلم ہوگا۔ اسکی خلاف جنگ ہوگی۔

فرائض کی سخت پابندی کرنی ہوگی۔ زبان کو کذب بیانی سے بچانا ہوگا۔ بے دین لوگوں کی مجلس سے کنارہ کش ہونا پڑے گا۔ پھر فلم تھیٹر کے تماشے حرام ہو جائیں گے۔ ریڈیو کے گانے بجانے سننا حرام ہوگا۔ اکل حلال کی کوشش کرنی ہوگی۔ رات کو نوافل پڑھنے ہوں گے۔ بعد شام و سحری کو ذکر الٰہی کرنا ہوگا۔ میں ایک ہی چیز جانتا ہوں "کونو اعباد اللہ" اللہ کے بندے بن جاؤ۔ پوری طرح اپنے آپ کو شریعت کے سانچے میں ڈھالیں۔ جیسی کہ عزیزم کو دیکھ کر

خود سمجھ لیں کہ مسلمان ایسا ہوتا ہے۔ سنت کی اتباع اول ہے۔ ہر ہر قدم پر رضائے الٰہی کی طلب دل میں ہو۔ اتباع پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر سلف صالحین علمائے ربانی اولیاء حقانی کی راہ اختیار ہو۔ حال کے علماء عوام کی طرح ہو چکے ہیں۔ صوفیاء تو خود خدا کے بندے دکاندار ہو چکے ہیں۔

حافظ غلام قادری صاحب سے کہنا:

دور ہونا صبر کی دلیل نہیں، بلکہ دور ہونا ہی ضروری ہوتا ہے۔ ہم اور آپ قلبی طور پر بہت نزدیک ہیں۔ بدنی طور پر دور ہیں۔ روحانی طریقہ سے قریب ہیں۔ میں تم کو خدا کے حوالے کرتا ہوں۔

بارِ خدایا یہ میری امانت ہے آپ کے سپرد ہے۔

سالک کیلئے شرائط و ہدایات لکھیں

(۵) ۷، دسمبر ۱۹۶۵ء کو ایک فرمان میں لکھا۔

عزیزم! یاد رکھنا ہم دور الحادی میں سے گزر رہے ہیں جس میں دین کا صرف نام ہی نام باقی ہے۔ مسلمان خدا سے دور ہو چکا ہے رسول خدا سے روحانی تعلق توڑ چکا ہے۔ اُخروی مواخذہ کا قائل نہیں۔ اگر قائل ہے تو برائے نام۔ وہ عقیدہ بے کار ہے جس کے مطابق عمل نہیں۔ مسلمان گناہ کو گناہ نہیں سمجھتا۔ اس بداعمال بے دین، بداعتقاد مسلمان کی برزخی زندگی ہمارے سامنے ہے۔ برزخ میں کفار سے کم حال کی زندگی مسلمان مردہ ہی گزار رہا ہے۔ یاد رکھنا جو عذاب ثواب عالم برزخ کا قائل نہیں۔ درحقیقت قیامت کا منکر ہے۔ دنیا و آخرت ایک ترازو کے دو پلڑے ہیں۔ جس پلڑے پر جس کا جی چاہے چڑھ جائے۔ کوئی دنیا کا بیٹا ہے، کوئی آخرت کا۔ ہمیشہ کوشش کرنا کہ ہمیں خدا تعالیٰ طالب آخرت بنائے نہ کہ طالب دنیا۔ دنیا فانی ہے آخرت باقی ہے۔ وہ سخت بیوقوف ہے، جو دائمی کو ترک کرکے فانی کا طالب ہو۔ دنیا کی زندگی اعتباری چیز نہیں ہے۔ یہ عاریتاً مانگی ہوئی ہے۔ جب مالک چاہے گا۔ اس وقت مطالبہ کرے گا اس کا اعتبار کرنا حماقت ہے۔

عزیزم! میں گنہگار دعوت دیتا ہوں کہ دربار رسولؐ میں حاضر ہو جاؤ۔ فرعونی دربار کی کرسی چھوڑ کر دربار رسول کی کرسی طلب کرو۔ اور دربار رسول میں حاضری کے لیئے شرط ہے کہ احکام شریعت

اور اتباع سنت رسولؐ کی پوری پوری اتباع کی جاوے۔ آپ نماز کی سخت پابندی کریں۔ حتیٰ کہ نوافل تک ترک نہ کریں۔ ریڈیو کا گانا بجانا سننا حرام ہے۔ تماشہ فلم وتھیٹر سے دور رہنا۔ بازار میں اشد ضرورت کے تحت جانا۔ بری مجالس سے دور رہنا۔ بعض دفعہ ایک آدمی ایسا مل جاتا ہے جس کی ایک گھنٹہ مجلس سے دل پر وہ اثر اور نحوست پڑتی ہے کہ سال تک صوفی پہلی حالت پر نہیں آتا۔ ہوٹل کی چائے روٹی، بازار کے مشکوں کے پانی وغیرہ سے پرہیز کریں۔ بازار کی مٹھائیوں سے دوری اختیار کرنا۔ ہر اس آدمی کی صحبت سے دور رہنا جو خدا اور رسولؐ سے دور ہے۔ خدا تعالیٰ کا تعلق اس آدمی سے ہے جس کا تعلق خدا تعالیٰ سے ہے۔ دل میں غور کرنا کہ تمہارا تعلق خدا سے کتنا گوڑا ہے۔ اسطرح خدا تعالیٰ کے تعلق کو خیال کریں۔ ذکر الٰہی سے خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا ہوتا ہے نہ کہ غفلت سے

والسلام

شرائط تصوف اور منور القلوب النساں سے شیطان کی دشمنی

(۶) ۵ر اکتوبر ۶۴ء کو راولپنڈی ایک گرامی نامہ میں فرمایا۔

عزیزم حافظ صاحب! میں خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کو استقامت فی الدین عطا فرمائے اور اپنے خاص بندوں میں شامل فرمائے۔ داڑھی کی بات پہ بڑی خوشی ہوئی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

جمعدار صاحب کو میری طرف سے عرض کردیں کہ جو چیز آپکو میری ایک دو دن کی صحبت سے نصیب ہو گئی ہے یہ آج با آواز بلند پکار کر کہتا ہوں کہ پوری عمر کسی پاکستان کے بزرگ سے حاصل نہ ہوگی۔ کھلی بات ہے کسی کے پاس ہے ہی نہیں اس واسطے آپ خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کریں۔ میری بات کو دل سے مانا کریں۔ فیض کے لیے شرط ہے کہ استاد کی اتباع ظاہر و باطن سے کرنی پڑتی ہے۔ پھر جب نتیجے سے فیض شروع ہو جائے۔ اس واسطے میں جو کہوں اس پر ضرور عمل کرنا۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی تمام مصیبتیں دفعہ فرمائے گا۔

عقیدہ وعمل وہی ہو جو اس ناچیز کا ہے۔ تعلیم الدین لازم پڑھا کرنا۔ اعلیٰ کتاب ہے۔ اگر میری مخالفت آئی تو یقیناً نقصان ہوگا۔ بلکہ شیطان لعین فوری قابو کرے گا۔ آگے بھی آپ کے ساتھ شرارت شروع کرچکا ہے۔ یہ لعین آپ کو بندہ پہ بدظن کرے گا۔ بس قصہ ختم ہو جائے گا۔ اس لعین کو منور القلوب ہرگز اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ منور القلوب کو دیکھ کر اس لعین کے پیٹ میں درد شروع ہو جاتا ہے۔ پھر اس آدمی کو بندہ سے ہر طرح سے جدا کرنے کی کوشش کرتا ہے جب جدا ہوا سب کچھ گیا۔ خدا حافظ۔

نوٹ: علم سلوک میں اول تصحیح عقاید بڑی ضروری ہے۔ جس طرح میں کہوں عقیدہ رکھنا۔

۲ درستی اعمال ضروری فرائض کی سخت پابندی۔
۳ کبائر گناہ سے دوری ضروری ہے۔
۴ مظالم انسانی سے دور رہنا۔
۵ لوگوں سے اچھا سلوک۔
۶ خیال رکھنا خدا سے ڈرنا جماعت اولیاء اللہ پر دھبہ نہ لگانا بتانا یہ کہ ہم جماعت اولیاء اللہ میں داخل ہیں اور کام شیطانی ہوں۔ کتنا غضب ہے۔

(۷) دلائل السلوک ۶۶ء کے شروع میں طبع ہو کر آگئی۔ ۲۳ مارچ ۶۶ء کو اس کے بارے لکھا۔

کتاب ذی علم کو دکھانا، غیر ذی علم کو دکھانا ایسا ہے جیسے اندھے کے سامنے چراغ جلانا۔ اندھا تو سورج کی روشنی سے بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اور ازلی اندھے کو تو کسی کی روشنی سے فائدہ ہو سکتا ہی نہیں۔ ؎

تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل
کہ خضر از چشمۂ حیواں تشنہ مے آورد سکندر را

خضر جیسے راہبر سے سکندر کو فائدہ نہ ہوا۔ یعنی جب تک تم کو ہماری حالت حاصل نہ ہو۔ یہ سکوں کا قصہ تو تمہارے سامنے حکایت وکہانی ہی ہوگی۔

عقل اگر داند کہ دل در بندِ زلفش چوں خوش است
عاقلاں دیوانہ گردند از پئے زنجیرِ ما

اگر عقل کا ڈاکو قلب کے خزانہ پر مطلع ہو سکتا تو یقیناً محبت کے زنجیروں میں پابند ہو جاتا۔ لہذا آپ بھی کتاب جس کو خدا تعالیٰ نے عقل دی ہو اسکو دکھانا۔

(۸) قبولیت اعمال کے متعلق لکھا

عزیزم سورۃ نمل کی آخری آیۃ پر غور کرنا۔

قال تعالیٰ ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون ؛

کوئی عمل قبول نہیں ہو گا۔ جب تک انسان متقی نہ ہو۔ انما یتقبل اللہ من المتقین۔

ترجمہ آیۃ اوّل : اللہ ان کے ساتھ ہے جو متقی ہیں اور ان کے بھی ساتھ ہے جو محسن، احسان کرنے والے ہیں۔

دوم کا ترجمہ ؛ خدا تعالیٰ متقیوں کے اعمال کو ہی قبول کرتا ہے درجہ احسان اَن تعبد اللہ کانک تراہ ؛ خدا کی عبادت اس طرح کریں گویا تم خدا کو دیکھ رہے ہو اور یہ درجہ سوائے اہل اللہ کے حاصل ہی نہیں ہو سکتا۔

(۹) ۱۹۶۵ء کی جنگ کے بارے

۲۰ اکتوبر ۱۹۶۵ء کو خط میں فرمایا۔

پاکستان کی فتح کا خیال تم سے ہم کو زیادہ ہے۔ غالباً علم ہو چکا ہو گا جماعت اولیاء اللہ محاذوں پر پورا تصرف کر رہی ہے۔ اشارہ کافی ہے۔ سبز لباس اور سفید ریش والے جو کفار کو نظر آتے ہیں یہ کون ہیں خوب سمجھ لیں۔ چند دن ہوئے حضرت خواجہ خضر سے ملاقات ہوئی ان سے دعا کروائی۔ انجام بھی دریافت کیا۔

آگے خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ خدا تعالیٰ کفار کے ہاتھوں ہم کو ذلیل نہ کرے ان کفار کو ہم پر تسلط نہ فرمائے ہم عاجزین کو فتح نصیب فرمائے۔ آمین

(۱۰) اللہ کا ذکر قلب انسانی میں بحیثیت بادشاہ ہے نیز انبیاء کی بعثت کا مقصد

۷ مئی کو منیر احمد (شیخ بھٹا راولپنڈی) اور میری تبدیلی ۵۰۲ ورکشاپ راولپنڈی سے کراچی، اینٹی ایئر کرافٹ ورکشاپ میں ماڑی پور ہوئی تو ۶ جون ۶۵ء کو آپ نے گرامی نامہ میں تحریر فرمایا۔

منیر احمد کو ختم قرآن پاک کی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ عزیزان خوب غور سے سن لیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔

رسول خدا نے فرمایا کہ میری طرف دنیا کو جمع کرنے اور تاجر بننے کا حکم خدا تعالیٰ نے نہیں فرمایا۔ میری طرف خدا تعالیٰ نے وحی میں فرمایا ہے۔ واعبد ربک حتی یأتیک الیقین ؛ رب کی عبادت اس وقت تک کر۔ کہ تجھے موت آ جائے۔

✓ یہ جہان دنیا مومن کا وطن نہیں۔ مومن تو ایک راہ چلتا مسافر ہے۔ وہ بڑا بدبخت ہے جو دنیا کو ہی اپنی قیام گاہ بنا لیتا ہے۔ مومن تو دنیا میں آیا کہ جہان جائے اسلام کا تخم قلوب کی زمین پر کاشت کرے اور اللہ کے ذکر سے دل میں چراغ روشن کرے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ایک مکان میں اندھیرا بھی ہو اور روشنی بھی۔ ماجعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ ؛

✓ ایک بدن میں دو دل نہیں۔ دل ایک ہے۔ جس کو خدا تعالیٰ کی یاد سے آباد ہونا چاہیئے۔ چہ جائیکہ ابلیس کا ڈیرہ بھی اسی دل میں ہو۔ تمام ذکروں کا بادشاہ ذکر الٰہی ہے۔ جس مکان میں یہ ذکر داخل ہو ابلیس کا ڈیرہ وہاں سے ذلیل ہو کر خارج ہوا۔ ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا وجعلوا اعزۃ اھلھا اذلۃ ؕ جب بادشاہ جس شہر میں داخل ہوں۔ وہاں سے جو عزت والے بیٹھے تھے ان کو ذلیل کر کے نکال دیتے ہیں۔ آپ خیال کر لینا دل میں غیر کی جگہ نہیں دل رب کے لیے ہے۔ ✓

(۱۱) کسی بالغ کے قبول اسلام پر ختنہ کا مسئلہ

ورکشاپ کا ایک عیسائی مسلمان ہوا۔ اس کے ختنہ کروانے یا نہ کروانے کا جھگڑا تھا۔ ایک رافضی صوبیدار کا کہنا تھا صحابہ کب ختنہ کرواتے تھے۔ انہوں نے بھی تو نہیں کروایا۔ لہٰذا اس کا بھی نہ ہو! حضرت المکرم کو خط میں مسئلہ پوچھا تو فرمایا۔

صدیق و فاروق کا حوالہ دینا کہ وہ ختنہ شدہ نہ تھے غلط ہے عرب میں ختنہ کا دستور تھا۔ دین ابراہیمی سے مشرکین عرب کے پاس غسل جنابت۔ ختنہ۔ بغل کے بال تراشنا، زیر ناف بال تراشنا محرمات سے نکاح نہ کرنا یہ رائج تھا۔ لہٰذا صحابہؓ ختنہ شدہ تھے۔

جوان آدمی اسلام قبول کرے تو اس کو ختنہ کے لیے نہ کہا جائے۔ چونکہ شرمگاہ کا ڈھانپنا فرض ہے کہ برہنہ نہ ہو۔ ستر عورت فرض ہے۔ ختنہ سنت، ترک فرض سے ترک سنت اولیٰ ہے۔ سنت کے پیچھے فرض ترک کرنے پر مرتکب حرام ہو گا۔ لہٰذا

ختنہ ترک کرنا اولیٰ ہے۔ یہ سب جوان کے لیے ہیں نہ کہ بچے کیلئے۔

١٢ نمازِ قصر

پنڈی سے چکوال دورانِ سفر اور گھر پہنچ کر کتنی رکعات ادا کی جائیں تو جواباً آپ نے مارچ ٦٥ کو خط میں فرمایا۔

سفر وطنِ اصل سے باطل ہو جاتا ہے گھر جا کر چار رکعات پوری پڑھا کریں۔ جب آپ پنڈی سے نکلیں تو شہر سے باہر سفر شروع ہو گیا۔ گھر جانے تک۔ حدودِ شہر میں جا کر سفر ختم ہو جائے گا وہ تمہارا اصلی وطن ہے۔ پنڈی سے شروع کر کے گھر جاتے تک راستہ میں سنت و نوافل چھوڑ دیں تو کوئی حرج نہیں۔ اور اگر پڑھ لیں تو بھی حرج نہیں۔

١٣ سجادہ نشین حضرات اس فیض سے محروم ہو چکے ہیں

حضرتِ مکرم سے استفسار کرنے سے قبل میں نے دو جگہ بیعت کی تھی۔ ان میں سے ایک پیر صاحب کو اس فیض کے حصول کے لیے دعوت دی تو چونکہ آپ سے اجازت نہ لی تھی بعد کو خط میں غلطی سمجھ کر حضرت سے معذرت کی تو آپ نے مارچ ٦٥ء کو نوازش نامہ میں فرمایا۔

موہڑہ والے پیر صاحب کو خط لکھ کر اچھا کیا ہے۔ اتمامِ حجت ہو گئی۔ مگر سجادہ نشینوں کے لیے اب یہ نعمت نہیں، وہ بے دین۔ دنیا دار ہیں۔ مکار، فریبی اور دھوکہ باز ہیں۔

وسوسہ

وسوسہ کے لیے معوذتین بار۔ آیۃ الکرسی اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ کثرت سے پڑھنا۔ وسوسہ نقصان دہ نہیں صرف پریشانیٔ خاطر ہے۔

١٤ انبیاؑ و صوفیا کی دعوت کا اثر

جون ١٩٦٥ء کو کراچی ایک نوازش نامہ میں نصیحت کرتے ہوئے لکھا۔

شہر کراچی نہ جانا۔ وہاں تو دنیا کی بے حیائی اور بے پردگی ہے یہ لوگ خدا اور دین سے دور ہو چکے ہیں۔ دین سے دور کا بھی واسطہ نہیں رکھتے۔ قیامت کے بالکل منکر ہو چکے ہیں۔ خدا کے بندے خال خال ملتے ہیں۔ نیکوں کے وجود کی بدوں کے لیے ضرورت ہے۔

آپ ابھی بچے ہیں انشاء اللہ آپ کا کام چار دن میں ہو جائیگا۔ غم کی بات نہیں دل سے خدا کو دور نہ کرنا۔ ہر وقت دل میں یادِ خدا ہونی چاہیئے۔ جو ملے اس کو یہی تلقین دیں۔ انبیاء ایک ایک تشریف لائے۔ اولیاء اللہ ایک ایک نے زمین کے تختے الٹے ہلاکو خاں / جہانگیر کو کس نے بدلا۔ خواجہ محمد بندی نے اور امام ربانی نے۔ خیال کرنا آپ خدا کے ملازم ہیں۔ اور آپ بارگاہِ نبوت کے ملازم ہیں۔ یہ تو کوئی کمال نہیں کہ پوری دنیا نیک ہو تو ایک آدمی نیک بن جائے۔

١٥ جنگ میں حفاظت کیلئے

١٩ مئی ٦٥ء کو کراچی گرامی نامہ میں فرمایا۔

نمازِ تہجد کے وقت جو بلیش آ رہی ہے تو بعد نمازِ عشاء چار رکعات نفل تہجد پڑھ لیا کریں۔ ثواب نفل کا ملتا ہے۔ رات اٹھنے کا نہیں ملتا۔ مگر نفل کا تو مل جائے گا۔

آیت: ان الذی فرض علیک القرآن لرآدک الی معاد: کثرت سے پڑھنا انشاء اللہ صحیح سلامت وطن لوٹو گے۔ سورہ اخلاص اور سورہ بقرہ کا آخری رکوع ہر نماز کے بعد پڑھ لیا کرنا۔ لڑائی کا خوف ہو تو سورہ قریش دن رات میں ١٠١ بار پڑھ کر دعا کرنا خداتعالیٰ کفار سے محفوظ رکھے گا۔ میں تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں وہی تمہارا حافظِ حقیقی ہے۔ مشائخ سے تمہاری اور دیگر فوجی رفقاء کے لیے عرض کر دی ہے وہ متفکر ہو چکے ہیں۔ وہ بھی دعا کرتے ہیں۔ آپ کی حفاظت خدا کے سپرد کی ہے۔ خداتعالیٰ ہم کو اور آپ کو باخیریت دوبارہ ملاقات نصیب فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

علم تصوف پہ ایک کتاب لکھی ہے جلدی چھاپی جائے گی۔ انشاء اللہ تمہارا کراچی جانا حکمت ربی سے خالی نہیں۔ بےفکر رہیں اس میں بھی کوئی راز ہے۔

١٦ کسی افسر سے کام ہو تو

٥ ستمبر ٦٦ء کو ایک نوازش نامے میں فرمایا۔

عزیز کسی افسر سے کام لینا ہو تو وضو کر لیں تو بہتر اور یہی اچھا اور افضل ہے۔ پھر درود شریف تین بار پڑھ کر آیۃ بذا راستہ میں جاتے ہوئے پڑھتے جانا سامنے ہو تو بھی پڑھتے رہنا۔

ولما دخلوا من حیث امرھم ابوھم ما کان یغنی عنھم من اللہ من شئ الا حاجۃً فی نفس یعقوب قضھا۔ تعداد مقرر نہیں جتنی بار پڑھو۔

تمام رفقاء میرے روحانی بچے ہیں۔ کیا والدین اپنے بچوں کے لیے دعا نہیں کرتے کہ دینی اور دنیاوی ترقی نصیب ہو۔ دنیا کی وہ ترقی جو سبب ترقی دین ہی بن جائے۔ میرے لیے بھی دعا کرنا کہ میری اس کوشش کو اللہ کامیاب فرما کر ناچیز کو اجر عظیم عطا فرمائے اور خاتمہ بالایمان فرمائے۔ جو کہ اصل مقصود ہے۔

۱۷ منازل سلوک اور شیطان کے حملے

۱۹ اپریل ۶۶ء کو بدین سندھ میں ایک محبت نامہ میں فرمایا۔

سماع موتیٰ کا نسخہ لکھ کر چکوال حافظ عبدالرزاق صاحب کو بھیج دیا ہے۔ عزیزم شیر علی کے حالات اچھے نظر آتے ہیں۔ ایسے آدمیوں سے ابلیس کو سخت عداوت ہے۔ ان سے کہنا کہ اتباع شریعت پر زبردست قائم رہنا۔ سلوک و ترقی درجات اور منازل سلوک کی دار و مدار دو چیزیں یہ ہے۔ اتباع شریعت میں فتور نہ آنے پائے ورنہ ایمان میں فتور آ جائے گا۔

دوم خلوص بالشیخ۔ ناچیز سے قلبی خلوص ہو ورنہ مانع فیض ہے ابلیس ان دونوں چیزوں پر حملہ آور ہوتا ہے۔ شریعت میں فتور پیدا کر کے خراب کرتا ہے۔ یا شیخ سے بدظن کرتا ہے۔

اس کے بعد یہ لعین ہر طرح کے حربے استعمال کرتا ہے خصوصاً اس کو منور القلوب لوگوں سے سخت عداوت ہوتی ہے۔

اس کی جگہ قیام، وسوسہ قلب ہے۔ اس کو بوجہ نور کے اب دور رہنا پڑتا ہے۔ چونکہ چوری کا موقع ختم ہو گیا۔ گھر میں چونکہ روشنی موجود ہے۔ ذکر اللہ شروع، گھر کا مالک بیدار تو اس لعین کو دور تو رہنا پڑے گا۔ خیال کرنا، اس لعین نے کئی اولیاء اللہ کو اس دنیا سے ایمان سے بھی خالی کر کے بھیجا ہے۔ کئی ایک کو یہاں قرب الٰہی سے گرایا ہے۔ میں تنبیہ کر رہا ہوں ۱۳ سال سے پیچھے پڑا ہوا ہے۔

اب خدا کی مدد سے کچھ کم ہوا ہے۔ والسلام

الداعی الخیر۔ ناچیز

اللہ یار خان

۱۸ اہل اللہ کی صحبت کے اثرات

۶ جنوری ۶۶ء کو کراچی علی قدر کو ایک خط میں فرمایا۔

آپ کو غائبانہ بیعت کی صورت میں حلقہ میں داخل کر لیا ہے اب آپ ذکر کریں انشاء اللہ اچھا کام ہو گا۔ نماز کی سخت پابندی کریں۔ نوافل تک نہ چھوڑیں۔ زبان کو جھوٹ اور برائی بیان کرنے سے بچائیں، کانوں کو حرام آواز سننے سے بچائیں۔ ایسا ہی آنکھوں کو بھی بچائیں۔

عزیزی اگر انسان اپنے نفس و ذات کو پہچان لے تو پھر رب کو بھی پہچان لیتا ہے۔ انسان سوچے تو کہ میں اس مٹی سے پیدا ہوا ہوں جس پہ دنیا بول و براز کرتی ہے۔ نطفہ سے جو پلید ہے۔ پھر سوچے کہ ان چیزوں سے میں کیسے انسان بنا اور رب نے کس طرح بنایا ہے۔

اس وقت دنیا خدا سے دور ہو چکی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی تعلق توڑ چکی ہے۔ قیامت کا نمونہ سامنے رہے ہر برائی طوفان کی طرح پھیل رہی ہے۔ اس وقت وہی لوگ بچیں گے جو کسی خاص خدا کے بندے کے دامن سے وابستہ ہوں گے۔ جیسے چکی میں آٹا پیسنے کے وقت وہی دانا بچ جاتا ہے جو کلی کے ساتھ مل جاتا ہے۔ بہرحال اتباع شریعت و اتباع سنت رسول کا ہر وقت خیال رکھنا۔

یاد رکھیں ہم مدعی تصوف و سلوک اور راستہ اہل اللہ اولیاء کے ہیں۔ خدا کے واسطے وہ کام نہ کرنا جس سے وہ مقدس جماعت بدنام ہو۔ ہم کو پیری مریدی کی ضرورت نہیں ہے آپ صحیح مسلمان بٹھیک نقش قدم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے چلنے والے بنیں۔ حتیٰ کہ دنیا تم کو دیکھ کر بول اٹھے کہ مسلمان ایسا ہونا چاہیے۔ اور ایسے ہی ہوتے ہیں۔ ہم کو بھی زندہ دل لوگوں کی ضرورت ہے۔

نگاہ عشق دل زندہ کی تلاش میں ہے

شکار مردہ سزاوار شہباز نہیں

عزیزم زندہ دل اور منور دل پیدا کرو۔ خدا والے بن جاؤ۔

تم خداوالے بن جاؤ دنیا تمہاری بن جائے گی۔ ورنہ خدا کو پرواہ نہ ہوگی کہ وادی میں ہلاک ہو رہے ہیں۔ عزیزم حافظ غلام قادری صاحب۔ شیعہ کو داخل حلقہ نہ کرنا۔ جب تک سنی نہ ہو جائے۔ کیونکہ اس غریب کی محنت مفت ضائع ہو گی۔

عزیزان حلقہ کو اسلام علیکم عرض کرنا۔ بعدہٗ تاکید نماز کرنا اور اتباع شریعت کی تلقین۔ یادرکھنا مجلس میں تمام رفقا رکو اسلام کی کوئی نہ کوئی بات پہنچا دیا کرنا۔ یہی حق ہے۔ الدین النصیحۃ۔ والسلام۔

١٩ قحط الرجال

ملیر کراچی۔ ورکشاپ کے ایک لڑکے تاج کمال کو ۲ر دسمبر ۶۷ء کو تحریر فرمایا۔

عزیزم خوب سمجھ لیں دورِ حاضر میں طبیب قلوب ختم ہو چکے ہیں۔ اسی وجہ سے اعمال قلبیہ کا انکار ہو گیا ہے دورِ حاضرہ میں قحط الرجال ہے۔ یہ چیز بغیر عاجز کے سمندروں سے اس طرف جناب کو نہ ملے گی۔

٢٠ چار سلسلے برحق ہیں

۱۱ر فروری ۶۷ء کو تحریر فرمایا۔

عزیزم جس طرح چار مذاہب برحق ہیں چار سلسلے بھی برحق ہیں۔ اہل سنت والجماعت کی مدار ہی چار مذاہب و چاروں سلاسل پر ہے۔

٢١ شیطانی وساوس اور ذکر الٰہی در لطائف کے اثرات

۲۵ر نومبر ۶۵ء کو ایک خط میں تحریر فرمایا۔

اب تو تہیہ کر لیا ہے کہ مراقبات تین سال بعد کروائے جائیں اور یا نہ بھی کروائے جائیں کیونکہ لطائف میں طاقت نہ ہونے کی وجہ سے قلب پورا منور نہیں ہوتا۔ اور شیطان سخت حملہ کر کے اپنے وسوسہ ڈالنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ قلب میں قوت مدافعت نہیں ہوتی کہ وساوس کو دفع کرے۔ بلکہ یہ وسوسہ مضبوط ہو کر سبب فتنہ بنتا ہے الٹا شیخ اور ذکر الٰہی سے عداوت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس وسوسہ کو مریض قلب، قلب قاسی فوراً قبول کر لیتا ہے۔ کیونکہ قلب مریض میں پہلے سے ہی اضطراب اور قلق تو موجود ہوتی ہے۔ اس کو اطمینان تو ہوتا نہیں۔ اطمینان تو جب آئے گا جبکہ مرض دور ہو جاتے اور یہ قلب سلیم بن جائے۔

قال تعالیٰ۔ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ:

جب قلب، قلب سلیم ہو جائے تو پھر قوت مدافعانہ بھی اپنے اندر رکھتا ہے پھر اطمینان قلب نصیب ہو جاتا ہے۔ اور اطمینان بغیر ذکر الٰہی کے پیدا نہیں ہوتا۔

قال تعالیٰ۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ:۔

خبردار!! اللہ کے ذکر سے ہی دل کو اطمینان حاصل ہوتا ہے

٢٢ شیطانی وساوس کا بے اثر ہونا

شیطان کا راستہ اس وقت بند ہو جاتا ہے جب قلب مثل آسمان کے ہو جائے۔ اس میں ذکر الٰہی مثل ستاروں کے ہو جائے۔ تو اس وقت ذکر الٰہی کے ستارے ابلیس لعین کو آسمان کے قریب تک نہیں جانے دیتے اور یہ ستارے اذکار الٰہی ہیں۔

قال تعالیٰ: ولقد زینا السماء الدنیا بمصابیح وجعلنٰها رجومًا للشیاطین:۔

ترجمہ:۔ البتہ تحقیق ہم نے دنیا کو چراغوں سے مزین کیا ہے۔ اور ہم نے اس کو شیاطین کے مارنے کا ذریعہ بنا دیا ہے ورنہ تو شیطان منور القلب انسان کو نہیں دیکھ سکتا۔

قال تعالیٰ:۔ لیجعل مایلقی الشیطان فتنۃ للذین فی قلوبهم والقاسیۃ قلوبهم وان الظالمین لفی شقاق بعید:۔

ترجمہ:۔ شیطان کا القا رشدہ چیز یعنی وسوسہ کو ان لوگوں کے لیے فتنہ بنا دے جن کے دلوں میں مرض ہے اور جن کے دل سخت ہیں اور بیشک ظالم بڑی مخالفت میں ہیں۔

اس آیۃ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مریض قلب وسوسہ شیطان کو قبول کر کے احکام خداوندی اور ذکر الٰہی کو فتنہ۔۔ یہ موذی بنا دیتا ہے۔ الٹا ضد اور مخالفت پیدا کرتا ہے۔

مرض دو قسم کے ہیں

(۱) شک نفاق۔ بدعات کفر وغیرہ

دوم مرض خواہشات: حب دنیا۔ حب جاہ۔ حب زر وغیرہ

اور جیسے ہی عدم ذکر قلب میں ہو۔

قال تعالیٰ: فویل للقاسیة قلوبهم من ذکر اللہ۔

ان دلوں کے لیے خرابی ہے جو ذکر اللہ سے قاسی ہو چکے ہیں۔ اور حرام کھانے سے دل قاسی بن جاتا ہے۔ اس میں ظلمت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس ظلمت کو دور کرنے کے لیے ایک ہی دوا ہے "ذکر الٰہی"

جس طرح بدن انسانی بیمار ہو جاتا ہے اور طبیب کی دوا سے اخلاط ردیہ ضائع کئے جاتے ہیں اور بدن میں صحت آ جاتی ہے۔ یہی حال روح یعنی قلب کا ہے۔ روح کی صالح غذا وہ چیز ہے جو انبیاء علیہم السلام نے بذریعہ وحی آسمانی حاصل کی۔ یعنی شریعت اور صالح ذکر الٰہی۔ حرام کھانے سے جو ظلمت پیدا ہو جاتی ہے وہ ذکر الٰہی سے رفع ہو جاتی ہے کیونکہ خبیث اور طیب غذا برابر نہیں۔

قال تعالیٰ: قل لا یستوی الخبیث والطیب؛ خبیث اور طیب برابر نہیں ہوتے اور ان الحسنات یذھبن السیات ترجمہ:- نیکیاں بدیوں کو ضائع کر دیتی ہیں۔

اور قطعی حرام کھانے سے دل قاسی ہو جاتا ہے۔ اگر شیخ اپنی قوت سے کوشش بھی کرے تو انوار کبھی نہ ہونگے۔ جب تک حرام سے باز نہ آیا جائے۔ دل بعد مدت کے پھر وسوسہ قبول کر کے اصل کی طرف عود کر جائے گا۔

یہ تفصیل میں نے اس لیے دی کہ لطائف کے استحکام کی پوری کوشش کی جائے۔ کافی وقت لگایا جائے۔ کہ انوار راسخ ہو جائیں۔ تاکہ ابلیس پورا قابو نہ پا سکے۔ کم از کم تین سال لطائف پر لگائے جائیں۔

اس خط کی نقول چیدہ چیدہ رفقاء کو دیدی جائیں اور اس پر عمل کیا جائے۔

نوٹ:- جس کو حلقہ میں داخل کریں تو دو امر کی سخت پابندی کی تاکید کریں۔

اول: اتباع شریعت۔

دوم: خلوص اور محبت اعتقادی اور دلی محبت شیخ سے ورنہ فیض محال ہے۔

۲۳ قرآن - اردو کا مسئلہ

۲ دسمبر ۶۶ ذکر مندرجہ ذیل مسئلہ اس وقت لکھا جبکہ آپ بیمار تھے اور والدہ مکرمہ کی میت دفن سے قبل گھر میں رکھی تھی۔

گجرات سے طبع شدہ نورانی قرآن اردو زبان میں طبع ہو کر عام لوگوں کے پاس پہنچ رہے تھے۔ پرویزی فرقہ اس کوشش میں تھا کہ طوطے کی طرح قرآن رٹ یا پڑھ لینے سے کوئی فائدہ نہیں۔ قرآن اور نماز اپنی اپنی زبان میں ہو جس کو سوچ سمجھ کر پڑھا جائے۔ تو کچھ فائدہ بھی ہو۔ حضرت استاذی المکرم کی خدمت میں عریضہ لکھ کر استفسار کیا گیا تو آپ نے جواباً مسئلے کی وضاحت یوں فرمائی۔

بیماری کی وجہ سے کمزوری بھی ہے اور والدہ صاحبہ آج رات فوت ہو گئیں ان کی میت کو غسل نہیں دیا گیا مگر غیرت قرآنی سے بیٹھا جواب لکھ رہا ہوں۔

مسئلہ قرآن مجید کے وہ تراجم جو کہ صرف اردو یا انگریزی میں شائع ہو رہے ہیں۔ بغیر عربی عبارت کے وہ نہ قرآن ہے نہ اس کو قرآن کہا جائے۔ ذرائع اور وسائل حکم مقاصد میں داخل ہوتے ہیں۔ علمائے دیوبند نے مدت سے یہ فتویٰ دیا ہے حضرت مولانا تھانوی نے تو ایک مستقل تحریر جو نومبر ۶۵ء میں الابلاغ میں شائع ہوئی۔ میں خریدنا حرام فرمایا۔

اب ذرا سنو!! قرآن و حدیث میں فرق الفاظ سے ہے قرآن کے الفاظ اور معانی دونوں رب کی طرف سے نازل ہوئے اور حدیث کے معانی خدا کی طرف سے پیغمبر پر نازل ہوئے۔ الفاظ حدیث میں اختلاف ہے کہ آیا الفاظ حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں یا کہ جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہیں۔ جس طرح قرآن قلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ اسی طرح حدیث بھی قلب رسول صلعم پر اتاری گئی ہے۔ جسکو قرآن حکمت سے تعبیر فرماتا ہے۔

قال تعالیٰ: واذکرن ما یتلی فی بیوتکن من ایت اللہ والحکمة (۲۲) پ

ترجمہ:- اس چیز کو یاد کرو جو گھروں میں پڑھی جاتی ہیں خدا کی آیات اور حکمت سے۔

معلوم ہوا حکمت وہ چیز ہے جو تلاوت کی جاتی ہے۔ الّٰکی

آیات کے علاوہ مگر چونکہ الفاظ حدیث خدا کی طرف سے نہیں اس
لیے حدیث پڑھنے سے نماز جائز نہ ہوگی۔ کیونکہ حدیث وحی متلو، وحی
مقرو نہیں بلکہ وحی غیر مقرو اور غیر متلو ہے۔ اسی وجہ سے قرآن مجید کو
وحی جلی وحی مقرو اور متلو سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور حدیث شریف کو
وحی خفی وحی سری سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اب ان سے پوچھو! یہ اردو کے الفاظ قرآن سے تعبیر کئے
جاتے ہیں۔ تو کیا ان سے نماز درست ہوگی۔

خوب جان لو! قرآن کو محرف اور غیر معتبر بنانے کا یہی طریقہ
ملحدین نے سوچا ہے۔ یہ انگریز کی چال تھی جس وقت الفاظ اڑ گئے۔
اردو یا انگریزی ترجمہ رہ گیا۔ تو ترجمہ میں جس کا جی چاہے اپنی من مانی
بات داخل کر سکے گا۔ کون کہے گا یہ ترجمہ غلط ہے۔ جبکہ الفاظ تو
قرآنی موجود ہی نہیں ہیں۔ صحت متکلم کی معرفت تو قرآن پاک کے الفاظ
میں تھی۔ جو اٹھ چکا ہے۔ العیاذ باللہ

تورۃ، انجیل اور زبور کی تباہی و بربادی اور ان کے حاملین
کو قرآن کریم نے گدھے سے تعبیر فرمایا ہے۔ وجہ یہی تھی کہ اصل الفاظ
تورۃ انجیل زبور وغیرہ آسمانی کتب کے عبرانی یا سریانی میں تھے وہ
اڑ گئے۔ جب اصل کتب سماوی دنیا سے نابود ہو گئیں تو ان میں جو
دین تھا وہ بھی نابود ہو گیا۔

خوب سمجھ لو! خدا تعالیٰ جو متکلم الفاظ قرآنی ہے۔ اس کی ہیبت
عزت، عظمت اور رعب تمام قرآنی الفاظ میں
ہے۔ قاری کے دل و دماغ اور بدن پر جو ہیبت طاری ہوتی ہے۔ اور
جو عزت و عظمت باری تعالیٰ تمام بدن پر چھا جاتی ہے۔ وہ تو صرف
الفاظ قرآنی میں بند ہے۔ ان الفاظ کا ترجمہ خواہ کسی زبان میں کر دو
یہ چیز ہرگز حاصل نہ ہوگی۔

قرأت قرآن سے مقصود عظمت و عزت معبود ہے کہ دل
میں پیدا کی جائے۔ وہ تمام دنیا کی زبانوں میں مفقود ہے۔ اب آگے
خیال کرنا۔

حدیث شریف میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن کریم کے ایک حرف کے بدلے
دس نیکیاں ملتی ہیں۔ پھر فرمایا ابن عباس نے کہ الٓمٓ ایک حرف
نہیں بلکہ تین حرف ہیں۔ گویا الٓمٓ میں تیس نیکیاں ہیں۔ یہ الفاظ
قرآنی میں اثر ہے اردو ترجمہ میں یہ کہاں؟

نیز جماعت صوفیہ فرماتی ہے کہ الفاظ قرآنی کی قرأت سے جو انوار
پیدا ہوتے ہیں جو قلوب کو منور کرتے ہیں۔ آئندہ خود مراقبہ کر کے دیکھ
لینا۔ انوار قدیم کا نزول شروع ہوگا۔ یہی تو بڑا ہتھیار ہمیں ہمارے
رب نے عطا فرمایا ہے کہ محدثین ایک حدیث کو موضوع کہتے ہیں۔
اور صوفیاء صحیح کہہ دیتے ہیں۔ اور صوفیاء موضوع کہہ دیتے ہیں۔ اور
علماء ظواہر صحیح کہہ دیتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کے انوار ہوتے ہیں۔ جب حدیث پڑھی جاتی ہے۔

حدیث کی مراقبہ میں پہچان

الفاظ حدیث سے سبز انوار کی روشنی معلوم ہوتی ہے اور
موضوع حدیث پڑھی جائے تو انوار کی بجائے ظلمت ہوتی ہے۔

صوفیاء کی صحت سقم انوار کے مشاہدے سے اور علماء کی جرح
تعدیل اسماء الرجال پر ہے۔ گو کشف قطعی نہیں مگر جرح و تعدیل
محدثین بھی ظنی ہے۔ ان انوار کا اقرار خود محدثین کو بھی کرنا پڑا ہے
مقربین محدثین کو جیسا کہ فتح الملہم شرح صحیح مسلم صفحہ ۱۴۰ پر بیان ہے
والدہ کے غسل کی تیاری ہو رہی آدمی آ گئے۔ بس کرتا ہوں۔

والسلام ناچیز
اللہ یار خان

نوٹ:۔ مصروفیتیں، مجبوریاں، معذوریاں، سستی اور کاہلی سے
ہم کتنے بہانے دین پر عمل کرنے کی راہ میں سوچ کر عذر نکال لیتے ہیں۔
پھر دل ہی حقوق العباد کا خیال یا کوئی نہ کوئی تاویل کر کے جواز کا فتویٰ
دیتا ہے اور ہم روزمرہ کی زندگی میں مصروف ہو کر دینی فریضے کو
ترک کر دیتے ہیں۔

قارئین گرامی! جس دل میں عشق مصطفیٰ ہو وہاں
اطاعت اور خدمت دین کے جذبے کی مثال سامنے ہے کہ ماں کی
میت گھر رکھی ہے لوگ آ جا رہے ہیں اور بیٹے کو دینی فریضے سے
کوئی مصروفیت یا مجبوری روک نہیں رہی۔ قابل عمل ہے یہ نمونہ۔

۲۴ مرشد کامل کی ضرورت اور نشانی

۱۹ مارچ ۷۶ء کو انٹیٹی ایئر کرافٹ ورکشاپ ملیر کینٹ میں
نائب صوبیدار محمد اکبر کو ایک خط میں فرمایا!

آپ خوب جان لیں۔ دنیا ہمارا اصلی وطن نہیں ہے۔ اگر

اصلی وطن ہوتا تو پھر ہم اسکو نہ چھوڑتے۔ جس طرح کراچی آپ کا سافری وطن ہے نہ کہ اصلی وطن۔ یہی حال ہمارے دنیا میں قیام کا ہے۔ اصلی وطن ہمارا آخرت ہے۔ جنت یا دوزخ۔ اور آخرت میں دو محل قیام گاہیں۔ دنیا سے سفر کر کے قیامت تک جانا جنگلات اور صحرائے اعظم ہیں۔ پہاڑ حائل ہیں۔ اس تمام سفر کو بغیر زادِ راہ سفر کے طے کرنا محال ہے۔ اس راستے کے زادِ راہ یعنی خرچ اعمال صالح، ورع تقویٰ ہیں۔

آپ خوب جانتے ہیں کہ کسی راستہ کا علم حاصل کرنا بغیر رہبر کے محال ہے۔ اور رہبر شیخ مرشد کامل ہے۔ کامل ہوتا ہے جس کے پاس کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلعم کا صحیح علم موجود ہو۔ صرف ظاہری علم نہیں بلکہ اس کا دل اللہ کے نور سے منور ہے۔ اور علم کا ماہر بھی ہو۔ اور ایسا شخص ملنا محال ہے۔ لہٰذا آپ کو جو ملا ہے۔ اللہ کا شکر کریں، دو امور کا خاص خیال رکھیں۔

اول: اتباع شریعت، دوم: ناچیز کا دامن خلوص سے پکڑیں۔

نوٹ:- حافظ غلام قادری سے کہیں کہ آدمی حلقہ میں لے لیا کریں میں صرف لطائف کرانے کی اجازت دیتا ہوں۔

۲۵ دوست کون لوگ ہیں

۲۶ مارچ ۷۶ء کراچی مرید الحسن کو ایک شفقت نامے میں فرمایا۔

بدکاروں کی مجلس سے کنارہ کش رہنا۔ بدکاروں کی مجلس آج کل سخت زہریلا اثر رکھتی ہے۔ خاصکر نوجوانوں کے لیے، دورِ ظلمت وگمراہی ہے۔ آئے دن گمراہی سیلاب کی طرح آرہی ہے اس میں نجات بغیر کشتیٔ ہدایت کے مشکل ہے۔ اس سیلاب میں علماء وفقراء بھی تباہ ہوگئے ہیں۔ علماء کے اندرونی حالات بدتر ہو چکے ہیں۔ ان کا ظاہر اور ہے باطن اور۔ سخت بدکار دنیادار ہو چکے ہیں۔

میں نے تم کو اھدنا الصراط المستقیم، صراط الذین انعمت علیھم کا راستہ دکھایا ہے۔ انعمت علیھم سے مراد انبیاء، صدیقین شہداء اور صالحین کی جماعت ہے۔ بیٹا! ہر راہ پہ چلنے والے کو رہبر کی ضرورت ہوتی ہے صراط مستقیم انبیاء، صدیقین، شہداء اور صلحائے امت کا راستہ ہے یہی تمہارے پیشوا ہیں۔ اولٰئک حسن رفیقاً۔ یہی صحیح رفقاء دوست ہیں۔ دوست بھی وہی ہونا چاہیئے جو اللہ اور رسول کا بھی دوست ہو نہ کہ خدا اور رسول کا دشمن۔ خدا اور رسول کا دشمن دوسروں کا کب دوست ہو گا۔

برائے خدا! اپنے نفس کو برائیاں لگا کر تباہ نہ کر دینا۔

خدا کے بندے بن جاؤ۔ اللہ والوں کے دامن مضبوطی سے تھام لو۔

۲۶ اہل کتاب کا ذبیحہ، کھانا اور ان سے نکاح

۲ اپریل ۷۶ء کو کراچی میں مجھے ایک خط میں اس مسئلے کے بارے تحریر فرمایا۔

لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلٰثۃ ط

اس آیۃ میں اللہ تعالیٰ نے عیسائی قوم کو کافر کہا ہے۔ کیونکہ یہ تثلیث کے قائل ہیں۔ دوسری آیۃ اسی سورۃ کی

لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم

اس آیۃ سے ثابت ہوتا ہے کہ قوم عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا تسلیم کرتے ہیں۔

سورہ توبہ میں وقالت النصری المسیح ابن اللہ

اس آیۃ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا تصور کرتے تھے، دوسری جگہ اسی سورۃ میں ہے۔

اتخذوا احبارھم ورھبانھم ارباباً من دون اللہ والمسیح ابن مریم:- اس آیۃ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ پیروں اور مولویوں کو بھی رب سمجھتے تھے۔

اہل کتاب کا کھانا

تفسیر ابن کثیر صفحہ ۱۹/۲۰، قال تعالیٰ: وطعام الذین اوتوا الکتٰب حل لکم۔

قال ابن عباس وابوامامہ، ومجاھد۔ سعید بن جبیر عکرمہ وعطاء والحسن، ومکحول۔ وابراھیم النخعی، والسدی ومقاتل حیان یعنی

دبائحهم وهذا امر مجمع عليه بين العلماء
وان ذبائحهم حلال للمسلمين لانهم ليقصدون
تحريم الذبح لغير الله ولا يذكرون على ذبائحهم
الا اسم الله:۔

یہ تمام امام دین جن میں ایک صحابی ابن عباس رسول اللہ کے چچا کے بیٹے جو پوری امت سے زیادہ قرآن کو سمجھنے والے ہیں ان کا فتویٰ ہے کہ اہل کتاب عیسائی اگر وقت ذبح خدا تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کریں تو وہ جانور حلال ہو گا۔ اس کا کھانا مسلمان کے لیے جائز ہو گا۔ لیکن آج کل کے یہ عیسائی ایسا نہیں کرتے۔

شکار میں جس جانور کو گولی ماریں وہ بھی حلال ہوتا ہے۔ ان کے ہاں نہیں ہے ان کو تو یہ علم بھی نہیں کہ ذبح کس طرح کیا جاتا ہے نیز قرآن نے لفظ طعام کا بیان فرمایا ہے نہ کہ ذبح جانور کا۔

طعام پاکیزہ ہو جس طرح مسلمان کا ہوتا ہے تو کھالینا جائز ہو گا۔ جس طرح ہندوؤں کی مٹھائی وغیرہ مگر جانور کے ذبح کا قرآن نے بیان نہیں کیا۔

اہل کتاب سے نکاح

قرآن نے مشرکہ عورتوں سے نکاح حرام قرار دیا ہے۔ ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن:۔

عیسائی قوم کا مشرک اول ثابت ہو چکا ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر ابن الخطابؓ کا فتویٰ دور صحابہؓ میں یہ تھا کہ جو عیسائی شرک کرتے ہیں۔ ان سے نکاح حرام ہے۔ ابن کثیر ص۲۰ قد کان عبداللہ بن عمر لا یری التزویج بالنصرانیہ، ویقول لا اعلم شرکا اعظم من ان تقول ان ربها عیسیٰ:۔

یہ فتویٰ ہندوستانی مولوی کا نہیں۔ یہ صحابہ کرام و تابعین کا ہے اور ابن کثیر دمشق کا مفتی تھا نہ کہ ہندوستان کا۔ اور آٹھویں صدی میں ہوا ہے۔ ان تمام کا فتویٰ ہے کہ صحیح ذبح جانتے ہوں اور اللہ کا نام لے کر ذبح کریں تو حلال ہو گا ورنہ نہیں۔

نکاح اس عورت کا جائز ہو گا جو حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا نہیں مانتی بلکہ اس کا رسول تسلیم کرتی ہو۔ مگر پھر بھی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا فتویٰ تھا کہ ان سے نکاح نہ کیا کرو۔ کیونکہ یہ اولاد کو عیسائی بنا دیں گی۔ یا کوشش تو ضرور کریں گی۔ ماں کی غلط تربیت بچے کو کافر بنا دیتی ہے۔ اس واسطے مصلحت دینی یہی ہے کہ ان کے نکاح سے اجتناب ہی کیا جائے۔

قربانی کا گوشت غیر مسلم کو دینا

قربانی کا گوشت غیر مذہب کو دینا درست نہیں۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ولا تصحب الا مومنا ولا یاکل طعامک الا تقی:۔

رسول خدا کا فرمان ہے دوستی بھی مومن سے اور تمہارا طعام بھی متقی و پرہیزگار ہی کھائے۔

کیا اب تم کو مسلمان نہیں ملتے کہ قربانی کا گوشت غیر مسلم کو دیتے ہو؟

۲۷ رزق حرام کے اثرات اور اس کا علاج

۲۲ جنوری ۶۷ء کراچی بنام مریدالحسن۔

کہیں بلاواسطہ اور کہیں بالواسطہ سود پر تنخواہ میں موجود ہے سخت تنگی ہو تو چند روز کے لیے بلاواسطہ والی نوکری اختیار کر لو۔ لیکن دوسری کی تلاش جاری رکھو۔ سکول و کالج کی تنخواہ بھی سود سے آتی ہے لیکن بلواسطہ جبکہ بنک کی بلاواسطہ ہے۔

جونہی دوسری نوکری مل جائے فوراً ایسی کو ترک کر دیں۔ خواہ دوسری میں تنخواہ کم ہی ہو۔

رزق حلال گو ملتا تو نہیں مگر بیٹا تلاش ضروری ہے۔ گوشت بدن غذا سے پیدا ہوتا ہے جب غذا حرام ہو تو سوچیں۔ حرام گوشت جہنم کا ایندھن ہی ہوگا۔ حرام غذا دل کا مرض ہے اور بدن کی بیماری ہے۔ اس کا علاج اللہ کا ذکر ہے کہ مرض بڑھ نہ جائے۔ ذکر تو مونس جان ہے۔ تکلیف میں خدا نہ بھول جائے اس پر توکل کر کے بیٹا کام کریں۔

یک صد بار:۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل پڑھ لیا کرنا اکیس بار اول و آخر درود شریف پڑھ لینا اور کشائش کی دعا طلب کرنا

۲۸ مومن کا کمال

(حضرت المکرم نے کراچی کا ارادہ فرمایا۔ انتظامات پہلی مرتبہ خلاف منسل تھے۔ ڈنڈوٹ کے محمد ایوب ہمارے ساتھ

تھے ۔ انہوں نے خوب بھاگ دوڑ کرکے تمام بندوبست مکمل کئے۔
ان کے بڑے بھائی خیبر کراچی میں ملازم تھے ۔ ان سے خصوصی مدد لی اور بہتر انتظام کروایا۔ بعد میں کمیشن حاصل کرکے بلوچ رجمنٹ میں میجر کے عہدے پر فائز رہے ۔ لیکن عرصہ ہوا کہیں دکھائی نہیں دیتے۔ اللہ انہیں نیکی پر قائم رکھے اور خاتمہ بالایمان ہو۔ آمین بڑے جذبے اور ایثار کے مالک)

۲۴ر اپریل ۷۶ر کو انہیں حضرت المکرم نے تحریر فرمایا۔
لاٹری اور انعامی بانڈ کی مفصل صورت تحریر کریں پھر ہی جواب دے سکوں گا۔ لاٹری کی یہ صورت حرام ہے۔
حیلہ بازی اور چیز ہے۔ مسلمان حیلہ باز نہیں ہوتا۔
قطر اور کویت سے فی الحال کتابوں کی ضرورت نہیں۔
عزیزم ! سخت الحادی دور ہے بے دینی عام ہے ۔ یہ دنیا پوری طرح زیب وزینت سے آراستہ ہوکر نوجوان خوبصورت لڑکی کی طرح سامنے آچکی ہے۔ مرد وہی ہے جس نے اس کو تین طلاق دے دیں ۔ اور خدا کا بندہ بن گیا۔ عزیزم یہ تو کمال نہیں کہ تمام دنیا دیندار ہو تو آپ بھی نیک وصالح بن جائیں۔
کمال تو یہ ہے کہ اس گمراہی کے طوفان بدتمیزی میں نیک بن جاؤ۔

۱۹ صاحب مجاز کی ذمہ داری

اپریل ۷۶ء میں میجر امان شاہ صاحب کو ایک والا نامے میں فرمایا۔
آپ صاحب مجاز ہیں صاحب منصب ہیں ۔ آپ کے سر پر مشائخ بالا اور دربار رسالت سے یہ بوجھ رکھا گیا ہے ۔ آپ کا فرض ہے اس بوجھ کو پوری طرح نبھائیں ۔ دوسرے رفقاء کو سنبھالیں دوسروں کو دعوت دیں ۔ دنیا سست ہو جائے لیکن صاحب مجاز سست نہیں ہو سکتا۔

۳۰ رمضان المبارک میں محنت زیادہ کرنا

اگست ۷۷ء

عزیزم ! امان شاہ ۔ جماعت سے عرض کرنا کہ رمضان المبارک کی برکات سے محروم نہ ہونا ۔ ذکر کی برکات سے ہی باقی برکات ملتی ہیں۔ رمضان المبارک میں تمام جماعت کو ذکر کی تاکید کرنا۔

۳۱ علماء اور دینداروں کی مدد کرنا

چھاٹلہ تحصیل تلہ گنگ میں علماء پر دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی کا مقدمہ بنا کر مخالفین نے انہیں پھنسانے کی کوشش کی ۔ آپ ایک خط میں ۱۶ر جولائی ۷۶ر کو اٹک میجر امان شاہ کو خط میں فرماتے ہیں۔
ان لوگوں پہ الزام لگا کر مخالفین نے پھنسانے کی کوشش کی ہے۔ میں مولانا کو بھیج رہا ہوں۔ بہت جلد ان کی ضمانت کی کوشش کروا اور تصدیق ضمانت کے لیے وکیل سے اور حافظ مولا داد سے کہنا کہ وہ کروا دیں۔ ۱۷ر اگست تک ان کی ضمانت ہو جانی چاہیے۔ ڈی سی کو بھی اصل حقیقت سے آگاہ کر دینا کہ ان کے کوئی سیاسی مقاصد نہیں تھے۔

۳۲ مالی مشکلات کے باوجود دینی ذمہ داریوں کو پورا کرنا

(حضرت نے ملک غلام محمد تھیے والی سے ۲۰۰ کنال زمین خریدی لیکن حکومت نے مزدوروں کسانوں کو اکسا رکھا تھا کہ کارخانوں اور زمینوں کے اب تم لوگ مالک ہو چکے ہو۔
زمین کاغذات میں انتقال ہو چکنے کے باوجود مزارعین کے قبضہ سے نہیں چھوٹ سکی۔ تو اخراجات کا بوجھ اور بڑھ گیا۔ سٹرنی شکرانے کا شروع سے رواج نہیں ڈالا۔ ان مشکل حالات میں بھی اخراجات کا بوجھ جماعت پر نہیں ڈالا)
فروری ۷۸ء میں میجر امان شاہ کو ایک نوازش نامے میں تحریر فرماتے ہیں۔
"عزیزم جو حکم آپ نے فرمایا ہے۔ سر آنکھوں پہ۔ قبولیت کے لیے تیار ہوں۔ اٹک والی جماعت بے شک جمعرات کو آجائے۔
آپ یہ خیال فرمائیں کہ باہر زمین کے قبضہ کے لیے ۵۰ کے قریب مرد عورتیں ہیں ان کے خورد و نوش بندہ ہی کرتا ہے۔ چار بوری غلہ ماہوار، آٹا، چائے ہانڈی وغیرہ وغیرہ۔ اور گندم فی بوری ۲۰۰ روپے تک جا چکی ہے۔ اور وہ بھی گندم ملتی ہے نہ آٹا۔ چکڑالہ میں شدید پریشانی ہے۔

آپ لوگ ۲/۳ ۹ کو عزیزم کرنل صاحب کے ہمراہ آجانا۔ ان کو آج ہی لکھا ہے کہ شہر میں غلہ کی شدید قلت ہے۔ دو یا تین بوری آٹا ہمراہ لانا۔ رقم میں ادا کر دوں گا۔ آپ پر بوجھ نہیں ڈالوں گا۔ گھر بار مل ملا کر کم از کم ۱۰ آدمی فی وقت موجود ہوتا ہے۔

والسلام

اللہ یار خان

۳۳ باکردار سیاسی لوگوں سے تعاون اور ان کی مدد کرنا

مولانا عبدالستار نیازی کیمبل پور (اٹک) جیل میں تھے ان کے لیے ایک والا نامے میں ۳۰ مئی ۷۷ء کو امان شاہ صاحب کو فرمایا۔

عزیزم! مولوی عبدالستار نیازی میانوالی کے کیمبلپور جیل میں سیاسی قیدی ہیں۔ ان سے اگر ملا جا سکتا ہو تو ان کو میرا اسلام علیکم عرض کرنا اور کہنا کہ حضرت استاد صاحب نے لکھا ہے کہ ان کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو جو ان کو دی جا سکتی ہو تو ان کو دی جائے۔ ان سے پوچھ لینا۔ کیا آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہے۔

تمام جماعت مل ملا کر مدد کرنا۔ ان سے یہ کہا جائے کہ ہم کیا کریں استاد صاحب کا حکم ہے کہ نیازی صاحب کو جو چیز ضرورت ہو وہاں تک پہنچاؤ۔ سستی نہ کرنا۔ بشرطیکہ اجازت ہو تو۔ اور پھر مجھے جواب دینا۔

۳۴ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آپکو عمرہ کیلئے بلوانا

نومبر ۷۵ء میں۔ امان شاہ صاحب کو لکھا۔ "حج کے لیے کوششیں جاری ہیں۔ اگر ناکام ہوا تو پھر انشاء اللہ تعالیٰ عمرہ تو ضروری ہے۔ وہ تو کریں گے ہی۔

گزشتہ سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آتے وقت فرمایا تھا کہ جب ہجوم نہ ہو تو آنا تاکہ روضہ اطہر کے قریب بیٹھ کر قریب سے فیوضات حاصل کرنا۔ بہت فائدہ ہو گا۔

کل اکرم صاحب نے بھی لکھا تھا۔ عمرہ کی تیاری کریں۔ بندہ کے پاس حج کی رقم ہے نہ عمرہ کی۔ اللہ کوئی اسباب فرمائیں گے۔

اللہ یار خان۔

(۴ مارچ ۷۶ء کو رات ۱۰ بجے عمرہ کے لیے پنڈی سے روانگی ہوئی)۔

۳۵ غیر مسلم کی رقم سے مسجد کی تعمیر یا کنواں کھود کر وقف کرنا

مئی ۱۹۷۵ء میں میجر امان شاہ صاحب نے مسئلہ دریافت فرمایا کہ اگر غیر مسلم کوئی رقم دے کہ مسجد کی تعمیر میں لگا دو یا کسی کار خیر میں صرف کر دو تو کیا حکم ہو گا۔

جواباً فرمایا: غیر مسلم کی رقم اگر تعمیر مسجد میں قلیل ہو اور مسلمانوں کی کثیر ہو تو خیر ہے۔ مگر اچھی نہیں۔

کنواں کھودنے میں حرج نہیں کہ وقف کر دیں۔

والسلام

۳۶ عالم برزخ میں حالات

۳۰ جنوری ۷۵ء

ایک والا نامہ میں فرماتے ہیں۔

عزیزم! اگر عالم برزخ میں نجات ہو جائے تو بھی بڑی حکومت ہے۔ اور خدا کا انعام و رحمت ہے۔ آپ کے ابھی مشاہدات نہیں ہوئے ورنہ برزخ میں جو ہو رہا ہے خدا کی پناہ جو بھی آج کل جاتا ہے۔ اکثر کتے کی طرح بھونک رہے ہیں۔ بُری شکلیں ہیں زیادہ لوگ معاملات میں مبتلا ہیں۔

۳۷ عورتوں کو قبر پر جانے کی اجازت

کیا عورت کسی صورت میں قبر پر جا بھی سکتی ہے کہ ہر صورت میں منع ہے۔ جواباً آپ نے لکھا۔

عورتوں کو اجازت تو ہے زیارت قبور کی مگر متاخرین فقہاء نے اختلاف کیا ہے۔ کہ جا کر جزع فزع کرتی ہیں۔ تحمل و صبر کریں فاتحہ پڑھیں شریعت کے مطابق ہی کام کریں تو جائز ہے۔

والسلام

۳۸ احباب کی تکالیف سے آپکو پریشانی

۲۶ دسمبر ۶۹ء کو کراچی محمد نواز صاحب کو لکھا۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ آپ کے سابقہ خط سے بندہ کو تکلیف محسوس ہوئی۔ بیٹا ہرگز نہیں! نہ بندہ کو کسی رفیق حلقہ کی تکلیف بیان کرنے سے تکلیف محسوس ہوئی نہ ہوتی ہے۔ میں ان کا

روحانی والد ہوں وہ کسی کے سامنے بیان کریں۔ ہمیشہ لیکن صرف اولاد والدین کے سامنے ہی بیان کرتے ہیں۔ پھر آپ کا معاملہ آپ سے تعلق جو بندہ کو ہے وہ خدا کو علم ہے۔ اور میرا دل جانتا ہے۔

دل من دانستہ و من

دانم و دانستہ دل من

بیٹا ہرگز دل میں خیال بھی نہ کریں۔ باقی حافظ غلام قادری صاحب اور رفقاء کو اسلام علیکم عرض کر دیں۔

والسلام

(۳۹) ۷۶ء میں مکانات کی تعمیر میں کچھ مشکلات اور مالی وسائل کی کمی کی وجہ سے حضرت کی خدمت میں دعا کے لیے عریضہ لکھا گیا تو جواباً آپ نے لکھا۔

میرے محبوب بیٹے حافظ غلام قادری۔

اسلام علیکم! تمہارے خط نے مجھے بڑا پریشان کر دیا ہے اب جواب لکھتے ہوئے بھی میرے آنسو نہیں رک رہے۔ خدا جانے تم کتنے پریشان تھے۔ جب یہ خط لکھا۔

بیٹا جتنا کام آسانی سے ہو سکے کر لو۔ خدا باقی کے لیے پھر اسباب پیدا فرمائے گا۔ میری دعائیں ہر وقت تمہارے لیے ہیں۔

والسلام

۴۰ جنات اور جادو کا اثر کیسے ہوتا

۱۳؍ فروری ۷۰ء کو کراچی ایک خط میں محمد نواز صاحب کو فرمایا۔

"آپ نے جنات کے متعلق پوچھا ہے کہ انسانی بدن میں کس طرح سرایت کر جاتے ہیں۔ جن ایک لطیف چیز ہے۔ جس طرح فرشتہ لطیف ہے اور انسانی بدن میں داخل ہو کر روح کو پکڑ لیتے ہیں۔ اور یہ بھی اس طرح لطیف ہے انسانی مسامات اور منافذ سے داخل ہو جاتا ہے۔

قرآن کریم سے ثابت ہے کہ جن اور شیطان کی مس سے بھی انسان بے ہوش ہو جاتا ہے۔ یتخبطہ الشیطان من المس اور کئی بار کشفی صورت میں یعنی دلیل کشفی سے۔ نور بصیرت سے بھی دیکھا گیا ہے کہ انسان کے پاؤں کو جب پکڑتا ہے۔ انسان اسی وقت بیہوش ہو جاتا ہے۔ صرف دو تین قسم کے انسانوں پر اس کا اثر نہیں ہوتا نہ اس کی مس کا اور نہ ہی مسلط ہو سکتا ہے۔ ایک ایک ولی اللہ! قرآن کریم میں ہے۔ ان عبادی لیس لک علیھم سلطان ہ میرے بندوں پہ تیرا کوئی غلبہ نہیں کیونکہ اگر شیطان کے ہاتھ لگانے سے یہ بیہوش ہو جائیں تو پھر اس کا غالب ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔ کئی بار کچھ سال پہلے اس لعین کی اور میری ٹکر آ جاتی تھی۔ یہ رات کو کہیں پاؤں کو مس کر جاتا تھا۔ تو اس کا اثر صرف نحوست تک محدود رہتا تھا۔ اور بیداری کے بعد فوراً بھاگ جاتا تھا۔ یہ دونوں چیزیں کتاب اللہ سے ثابت ہیں۔ پھر آپ نے بھی کئی آدمیوں کو دیکھا ہو گا۔ کہ جس آدمی کو جن نے پکڑا ہو وہ جاتے وقت اپنا اثر یوں ظاہر کرتا ہے کہ آدمی جمائی لیتا ہے۔ جس سے وہ نکلنے کی کوشش کرتا ہے اگر اللہ کو منظور ہوا تو آپ اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ لیں گے۔ یہ کس طرح پکڑتا ہے اور کیسے نظر آتا ہے۔ رہا سلسلہ جادو کا تو یہ ایک قسم کا علم ہے۔ جس میں زیادہ تر ابلیس سے مدد لی جاتی ہے۔ یا ارواح خبیثہ سے لیا یا بھی اسی قسم کے اعمال ہیں۔ مجھے اس کی پوری خبر نہیں۔ کیونکہ یہ عمل حرام ہے اور میں اس فن کا آدمی نہیں ہوں۔ اس لیے میں اس کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔

تمام رفقاء کو اسلام علیکم عرض کرنا۔

۴۱ آؤ مرزا صاحب کے جہنم میں جلنے کا مشاہدہ کر لو

۸؍ فروری ۱۹۷۰ء کو محمد نواز صاحب کو کراچی ایک خط میں لکھا

ایئر فورس کے لیفٹیننٹ رفیق احمد صاحب کا والد اور دادا تمام مرزائی ہیں۔ رفیق احمد صاحب آج جو جماعت چکوال آئی تھی۔ ان کے ہمراہ چلا گیا ہے۔ میں نے اسے مرزا صاحب اور مرزائیوں کے حالات پیش کئے کہ مرزا صاحب کا برزخی حال دیکھیں اور مرزائیوں کے حال بھی دیکھیں۔ اس کے مشاہدات اچھے ہیں۔ بیعت کروا کر روانہ کیا ہے۔ پوری تسلی کروا کر روانہ کیا ہے۔ پرسوں جمعہ پہ بڑے ہجوم میں اعلان کیا تھا کہ رفیق ایک مرزائی جماعت کا آدمی ہے۔ فوجی آفیسر ہے۔ میں نے اس سے کہا ہے کہ خالق کل کی قسم ہے میں آپکو دکھا سکتا ہوں کہ مرزائی جہنم میں جل رہا ہے بمعہ مرزا صاحب کے۔ اسی طرح میں دکھا سکتا ہوں۔ شیعہ اور پرویزی بھی۔ جس کا جی چاہے وہ ان شرائط کے مطابق جو میں پیش کروں گا بندہ کے پاس آ جائے اور کچھ وقت لگے گا میں دکھا دوں گا۔ کہ بعد موت ان کے حالات

کیا ہیں۔ اور سُنیوں کے کیا ہیں؟ یہ بھی اعلان کیا کہ دنیا میں ان تینوں فرقوں میں سے ایک بھی آدمی پیش کریں پوری روئے زمین سے لے آئیں جس کو دربارِ نبوی کی حاضری نصیب ہو۔ میں اپنی جماعت سے بفضل تعالےٰ پانچ دس آدمی پیش کر سکتا ہوں۔

الحمد للہ علےٰ ذالک

۴۲ سلسلہ میں مناصب کی منتقلی

۲ ستمبر ۶۹ء کو محمد نواز صاحب کو ایک شفقت نامے میں لکھا۔

"حج کی مکمل تیاری ہے۔ دعا کیا کرنا کہ اسال خدا تعالیٰ قبول فرمائے حج پر نہ جانے سے سلسلے کو بڑا نقصان پہنچا ہے۔ یقیناً بعد حج غوث، قطب، ابدال ہمارے سلسلہ میں تبدیل ہو جائیں گے۔ یہ رکاوٹ محض حج نہ ہونے کی بنا پہ ہے۔ تمام دنیا اور مخلوق کے مرشد و پیر اور شیخ رسول خدا ہیں۔ جب تک ان کی خدمت میں حاضر نہ ہوں گا۔ یہ مناصب ہمارے سلسلہ میں منتقل نہیں ہوں گے۔ چیزیں دربارِ نبوت میں پیش ہوتی ہیں۔ حافظ غلام قادری صاحب، عبدالرحمان صاحب خیرات علی صاحب، غلام فرید صاحب اور باقی تمام دوستوں کو رفقائے حلقہ کو اسلام علیکم! وقت نازک ہے۔ الحاد کا زور ہے۔ خدا کے بندے بن جاؤ جو انعام تم پہ ہو۔ وہ غیروں پہ نہیں۔ دنیا داروں کو اگر کرسیاں دنیا کی ملتی ہیں تو ہم کو بفضل اللہ دربارِ نبوی میں ملتی ہیں جس پہ پوری دنیا کی کرسیاں قربان ہیں۔ آپ بھی کوششیں کریں اپنا کوشش کریں

والسلام

۴۳ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم

۱۶ اکتوبر ۶۹ء کو ایک شفقت نامے میں فرمایا۔

"خوب سمجھ لو! ابدالیت، نجبائیت، نقبائیت، اوتادیت قطبیت، غوثیت، افرادیت۔ قطب وحدیت، صدیقیت یہ مناصب ہیں اولیاء اللہ کے۔ حتیٰ کہ قیومیت تک ہر منصب رسول اکرمؐ کی جوتیوں سے نصیب ہوتے ہیں۔ جو کمال ہے وہ اتباع رسولؐ سے ہی ملتے ہیں۔ ہر طرح کوشش کر اتباع شریعت کا پورا پورا خیال رکھیں۔

۴۴ صوفیائے کرام کی ڈیوٹی

۳۰ مئی ۶۹ء بخدمت عزیزم محمد نواز صاحب۔

السلام علیکم! گرامی نامہ ملا کاشفِ حال ہوا۔ یاد آوری کا شکریہ یاد رکھنا وقت سخت نازک ہے۔ مخلوق خدا سے دور ہو چکی ہے۔ اور رسول خدا سے روحانی تعلق توڑ چکی ہے۔ اخروی مواخذہ کی قائل نہیں رہی۔ حرام و حلال کی قائل نہیں رہی۔

بیٹا! ہمیشہ سے سنت الٰہی اسی طرح چلی آتی ہے کہ جب سخت بے دینی دنیا میں پھیل جاتی ہے تو اس وقت خدا تعالیٰ جماعت انبیاء مبعوث فرماتے ہیں۔ لیکن سلسلہ نبوت ختم ہو چکا ہے۔ کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ سوائے سابقہ نبی حضرت عیسٰےؑ کے۔ اس واسطے خدا تعالیٰ وقتاً فوقتاً صوفیاء، عارفین اولیاء اللہ کی جماعت سے کسی نہ کسی کو منتخب فرماتے ہیں۔ کہ جو مخلوق خدا سے دور ہو گئی اس کو شیطان کے چنگل سے نجات دلا کر خدا رسیدہ بنائیں۔

عزیزم! میں پیری مریدی کے لیے نہیں پیدا ہوا۔ بلکہ میری ڈیوٹی یہی ہے کہ جو کام کر رہا ہوں۔ آپ بھی محبوب رب العالمین کی جماعت میں داخل ہو کر ایک فرد بن گئے۔ آپ کا بھی اور ہر رفیق حلقہ کا فرض ہے کہ خدا کے بندوں کو تلقین کریں۔ ذکر الٰہی میں مشغول بنا دیں۔ نمازی بن جائے۔ متبع رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بن جائے۔

آپ کو خدا تعالیٰ استقامت نصیب فرمائے۔ آگے چلو گے تو رنگ دیکھو گے۔ آپ جس طرح ظاہری فوج میں ملازم ہیں۔ اسی طرح کوشش کریں باطنی حکومت کے بھی فرد بن جائیں۔ پوری کوشش کرنا۔ مولوی صاحب (عبدالکریم ۳۴ لائٹ) کو اسلام علیکم عرض کرنا۔ کوئٹہ میں بڑی کامیابی ہوئی۔ علماء کی جماعت بفضل تعالیٰ داخل حلقہ ہوئی۔ درست عقائد و اعمال کی کرنا۔

والسلام مع الاکرام

اللہ یار خاں۔

۴۵ وساوس شیطانی اور ان کے اثرات

۹ نومبر ۶۹ء کو صوبیدار محمد نواز صاحب کو کراچی ایک خط میں لکھا۔

جناب نے وساوس کی شکایت کی ہے۔ عزیزم بار بار ایک

ہی بات نہیں لکھی جاتی خوب سمجھ لو وسوسہ سے نہ نقصان ولایت ہے نہ نقصان کمال۔ بس ولایت اور وسوسہ میں کوئی منافات نہیں وسوسہ بھی ہوتا رہتا ہے۔ اور ولایت بھی قائم رہتی ہے۔

حضرت آدمؑ کو وسوسہ ہوا جو اللہ کے نبی تھے۔ وسوسہ صرف پریشانی قلبی ہے۔ دوسرا جس گھر میں دانہ نہ ہو اس گھر میں کیڑے بھی داخل نہیں ہوتے۔ وسوسہ صاحب خزانہ کو ہوتا ہے۔ ہمیشہ چور اور ڈاکو وہاں ہی چوری اور ڈاکہ ڈالتا ہے۔ جہاں مال ہوتا ہے۔ جب لطائف میں انوار پیدا ہوتے ہیں انوار کا خزانہ پیدا ہوا۔ تو ابلیس ملعون جو چور اور ڈاکو ہے اس کے پیٹ میں درد پیدا ہو جاتا ہے کہ میں اس مکان میں نقب زنی کر کے مال نکالوں۔ انوار لطائف سے اوّل باطن میں اندھیرا تھا اور ابلیس چور خوب چوری کرتا رہتا تھا اب اندر انوار کی روشنی پیدا ہو گئی۔ ذکر الٰہی کے نور سے پھر لطائف کے ذکر اللہ اللہ کی آوازیں بھی آئی ہیں۔ اب چور پوری طرح کامیاب نہیں ہو سکتا۔ تو وہ ہر طرح کے حیلہ سے کام لیتا ہے۔ جس سالک نے سمجھ لیا کہ یہ میرا دشمن ہے یہ ہم سے لوٹنا چاہتا ہے تو پھر وسوسہ کی پرواہ نہیں کرتا بلکہ ذکر پر ڈٹا رہتا ہے۔ صوفیاء و عارفین کی جماعت ۵۰۰ھ کے آخر سے شروع ہو کر ۱۰۰۰ھ کے آخر تک کافی تعداد میں ہر طرف رہی۔ ان کا زور تھا صلحائے امت کی جماعت حد سے زائد تھی ۴۰۰ھ تک تبع تابعین کی جماعت کے شاگرد موجود تھے اور پھر ان کے خاتمے پر یہ جماعت اولیاء اللہ کی رب العالمین نے پیدا کی۔ کثرت سے عالم برزخ میں جن کاملین سے ملاقات ہوتی ہے اکثر ۵۰۰ھ سے ۱۰۰۰ھ تک کے ماہین ملتے ہیں ہم نے بھی جن سے فیض حاصل کیا ہے وہ بھی اس زمانے کے ہیں۔ پھر ۱۰۰۰ھ کے بعد بہت کم رہ گئے پھر چودھویں میں تو خدا ہی حافظ ہے۔ صرف دکاندار ہی رہ گئے ہیں۔ دوکاندار صوفیاء تو بہت ہیں۔ جو رنگ نما رنگ فروش ہیں رنگ ساز کوئی نہیں۔ ہاں یہ ضروری ہوتا ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ زمین کو خالی نہ چھوڑے گا۔ یہ حضرات ایک یا دو یا کئی زمین پر رہتے ہیں ان تمام نیچے والوں طبقوں کو کسی وقت جس طرح بارش رحمت برستی ہے اسی طرح تجلیات باری کی رحمت برستی ہے جس کا محل بھی یہی لوگ ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کو وقتاً فوقتاً پیدا کرتا رہتا ہے۔ ان کی حالت جس طرح انبیاء علیہ السلام کی ہوتی ہے۔ کوئی اولوالعزم کوئی رسول کوئی صرف نبی۔ اولوالعزم رسول صدیوں کے بعد پیدا ہوئے۔ رسول بھی دیر بعد پیدا ہوئے۔ انبیاء علیہ السلام ہر زمانے میں آتے رہتے ہیں۔ ان کے خاتمے پر جب رسول خدا کی بعثت سے ختم ہوا تو پھر ہر قسم کی نبوت ختم ہو گئی۔ اور وصالِ رسول کے بعد زمین سخت روئی جیسا کہ قاضی عیاض کی شفاء فی حقوق المصطفیٰ اور اس کی شرح ملا علی قادری نے شرح میں ہے۔ اور نسیم الریاض علامہ شہاب خفاجی میں مذکور ہے کہ زمین کو رب العالمین نے تسلی دی کہ میں زمین پر صدیق پیدا کروں گا اور قطب وحدت پیدا کروں گا۔ تمہارے شیخ معظّم کا منصب بھی قطب وحدت ہے۔ اور افراد پیدا کروں گا۔ قیوم اور قطب پیدا کروں گا۔ کوئی قطب ارشاد ہو گا کوئی قطب مدار ہو گا۔ کوئی قطب الاقطاب ہو گا۔ کوئی قطب ابدال ہو گا۔ اور ابدال بھی ہوں گے جو قطب ابدال کے چیلے سی ہوں گے۔ ان سے زمین کو خالی نہ چھوڑوں گا یہ حضرات جو ہیں ان تمام نیچے والے طبقوں کو بھی فیوضات سب اونچی ہستی سے ملتے ہیں اور صدیق ہو۔ تو جو آج موجود نہیں۔ صدیق سے نیچے جاتا ہے۔ اگر قطب وحدت موجود ہو تو تمام کو اس سے فیض ملتا ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو پھر افراد کی وجہ سے ملتا ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو قیوم کی وجہ سے ملتا ہے۔ اگر قیوم نہ ہو تو غوث کی وجہ سے قیوم اور افراد۔ قطب وحدت اور صدیق یہ کہیں کہیں صدیوں بعد خدا تعالیٰ پیدا کرتا ہے۔ یہ اولوالعزموں کے نائب ہیں۔ باقی رہا آپ اپنے اپنے کاروبار میں باوجود مشغول ہونے کے روزی حرام کھاتے اور بدکار لوگوں کی مجالس میں رہ کر گانے بجاتے سن کر نظر کو حرام کا مرتکب بنا کر پھر بھی اس جماعت کے فرد ہیں۔ اور ذکر کے انوار سلب نہیں ہوتے یہ بھی تمہارے شیخ کی قوت روحانی کی برکت ہے اور خدا کی مہربانی ہے ورنہ کہاں تم ملازمت پیشہ اور کہاں یہ نازک چیز۔ بیٹا خدا کا شکر ادا کریں۔ اپنی استقامت کی دعا کریں اور اپنے رفقاء کو یہ خط سنا نا پورا مضمون حافظ غلام قادری سنا دیں گے۔ مگر خاص خاص رفقاء کو صرف۔

والسلام

نوٹ:۔ ص۱۰:۔ ۹۶ء میں آپ کا منصب تھا۔ ۸۴ء تک تو یہ درجات بڑھتے رہے۔

۴۶ انبیاء کی بعثت کا مقصد

۱۵ جولائی ۷۶ء کو ایک والانامہ میں حضرتؒ نے کراچی میں اپنے ایک روحانی بیٹے محمد ایوب کو نصیحت کرتے ہوئے لکھا۔

عزیزم! شدتِ گرمی کے بعد انشاء اللہ حاضرِ خدمت ہوں گا۔

اس دورِ فتن الحاد میں باحسن وایمان رکھے۔ اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع نصیب فرمادے وہ کام کرائے جن پر وہ اور اس کا رسولؐ راضی ہوں۔

۳ عزیزم! روٹی تو کتے، بھیڑیئے، گیدڑ، سانپ، خنزیر اور کافر بھی کھارہے ہیں۔ خزانہ تو قارون کے پاس بھی بڑا تھا۔ یہ چیزیں تو وہ کافر سے کافر کو بھی دیتا ہے۔ دین تو سوائے دین دار و محبوبین کو نہیں دیتا۔ ابنیاء تاجر، راجے اور بڑے زمیندار بن کر نہ آئے۔ انبیاء پر وحی نہیں آئی کہ تم مال جمع کرو۔ بڑے تاجر بنو۔ بڑی بڑی ملیں اور فیکٹریاں بھی بناؤ۔ مربعے خرید کر آباد کرو۔ نہیں نہیں۔ انبیاء جو تمام دنیا اور مخلوق میں خدا کے مقرب ہیں ان کو مذکورہ چیزوں کا حکم نہ ہوا۔ اور نہ ہی یہ چیزیں قرب الٰہی کا سبب ہیں۔ سبب قرب الٰہی صرف عبادتِ رب اور یادِ رب و ذکرِ رب ہے۔ اور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ نے اس منصب کو سنبھالا ہے۔ خدا اس پر استقامت عطا فرمادے انبیاء دنیا کو مال دنیا سے آباد کرنے کو نہیں آئے بلکہ یادِ خدا سے دنیا کو آباد کرتے آئے ہیں۔ دنیا کو دنیا سے آباد کرنا فرعون، قارون شداد وغیرہ کی میراث ہے۔ مومن قوت لایموت پر اکتفا کرتا ہے۔

۴۷ تبدیلیٔ جنس بذریعہ اپریشن مرد و عورت

۱۳ فروری ۷۶ء کو حضرت شیخ سے ایک مسئلہ دریافت کیا گیا ان دنوں آئے روز اخبارات میں تبدیلیٔ جنس کا شور تھا۔ آپ نے اس کی وضاحت ذیل کے الفاظ میں بیان فرمائی۔

اول مسئلہ کہ عورت کو مرد کی شکل میں اور مرد کو عورت کی شکل میں تبدیل کرنا اول سن لو۔ کتاب الزواجر عن الکبائر علامہ ابن حجرؒ کی صفحہ ۱۲۶ باب الکبیرۃ الی بعیہ لبعد المائۃ تشبہ الرجال بالنساء رقی ما فیھا یتحعض اس باب میں بیان ہوا کہ عورت کو مرد سے تشبہ بنانا حرام ہے۔ مرد کو عورت سے تشبہ بنانا حرام ہے۔ حتیٰ کہ متشابہت کلام میں لباس میں شکل و حرکات میں نشست و برخاست میں تمام حرام ہے۔ بلکہ اس فعل سے مرتکب مرد و عورت بفرمان رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ملعون ہے۔ فرمائیں؟

جب تشبہ بنانا ایک دوسرے کی جائز نہیں تو بالکل شکل تبدیل کرنا کہاں تک جائز ہے۔ عن ابن عباس قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ المتشبھین من الرجال من النساء والمتشبھت من النساء بالرجال (رواۃ البخاری ومشکوٰۃ ۳۸۰)

ترجمہ:۔ ابن عباس نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی مردوں پر جو عورتوں کی تشبہ بناتے ہیں، اور ان عورتوں پر بھی لعنت فرمائی جو مردوں سے مشابہت بناتی ہیں۔

وعن ابن عمر عن نبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لعن اللہ الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة (متفق علیہ صفحہ ۳۰۹)

ترجمہ:۔ ابن عمر نے فرمایا کہ رسول خدا نے اور خدا تعالیٰ نے لعنت فرمائی۔ اس عورت پر جو اپنے بالوں سے دوسری عورت کے بال جوڑتی ہے۔ تاکہ لمبے ہوں اور اس عورت پر بھی لعنت فرمائی جو دوسری عورت سے اپنے بال جڑواتی ہے۔ اور اس پر بھی لعنت فرمائی جو خود بدن پر سرخ سبز دھبہ کھودتی ہے یا کھدواتی ہے۔

وعن ابن مسعودؓ قال لعن اللہ الواشمات والمستوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ؛

ترجمہ:۔ ابن مسعودؓ نے کہا خدا نے دھبہ کھودنے والی عورت پر اور کھدوانے والی عورت پر لعنت فرمائی اور جو منہ صاف کرتی ہے، بال نوچ کر اور ان پر بھی لعنت فرمائی جو دانت رگڑ کر باریک کرتی ہے۔ حسن کے لیے پیدائش خدا تغیر کرتی ہے۔

زواجر صفحہ ۱۲۶:۔ لعن الرسول اللہ الرجل یلبس لبسۃ المرءۃ تلبسۃ الرجل:۔

ترجمہ:۔ رسول خدا نے لعنت فرمائی اس مرد پر جو عورت کا لباس اوڑھتا ہے۔ اور اس عورت پر جو مرد کا لباس اوڑھتی ہے۔ ان تمام احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے واضح ہوگیا کہ تشبہ ایک دوسرے میں دونوں ملعون ہیں۔ بفرمان رسول خدا۔ اور ملعون رحمتِ خدا سے دور ہونا ہوتا ہے۔ اور ملعون کی دو قسم ہے ایک ملعون فی الدنیا، دوسرا ملعون فی الآخرت۔ اول اگر تائب ہوجائے تو مغفرت کی امید ہوسکتی ہے۔ دوئم جہنمی ہے۔ نجات محال ہے اور لعنتِ دارین کا تحفہ کہاں سے حاصل ہوا۔ محض تشبہ

ایک دوسرے سے۔ حتیٰ کہ تشبیہ مہندی لگانے سے مرد کی تشبیہ عورت سے ہوتی ہے۔ ہاتھ پاؤں پہ مہندی لگا کر سرخ کرنا حرام ہے۔ کم از کم مکروہ تحریمی۔ اگر زینت کی خاطر لگائی تو۔ سر اور داڑھی پہ نہیں۔ صرف ہاتھ پاؤں پہ۔ اب آپ بتائیں جنہوں نے تشبیہ تو دور رہی سرے سے مشکل ہی بدل دی کیا ابھی اس انعام کا مستحق نہیں ہوگا جس سے ابلیس ہوا تھا۔ اب ذرا غور سے سنیں جب ایک عورت دوسری عورت کے بال اپنے بالوں سے لگا کر ملعون بن گئی ہے تو وہ مرد جو غیر کے اعضاء شہوانی کاٹ کر اپنے اعضاء بنا کر استعمال کرتا ہے تو کہیں درجہ ہا ان انعاموں کا مستحق ہو سکتا ہے یعنی مستحق ہے۔ بالفرض کوئی مولوی جواز کا فتویٰ دے دیتا ہے اس سے یہ دریافت کریں ایک جوان مرگیا اس کے بوڑھے باپ نے اس کے اعضائے شہوانی کاٹ کر اپنے بدن میں داخل کر کے زید کی والدہ پہ استعمال کئے جو زید بیٹا تھا۔ اب خاوند بنا یا نہیں کیا جائز ہے؟ غور کرنا اس سے آگے مثال خود تلاش کر لینا۔ اصل مسئلہ شرعی ہے کہ انسان مکرم ہے قال اللہ تعالےٰ ولقد کرمنا بنی آدم ہم نے بنی آدم کو بہت بزرگی عطا کی ہے۔ خوب سمجھ لیں انسان کی ہر جزو مکرم اور عزت والی ہے۔ بال ہڈی گوشت پوست رگ و ریشہ خون وغیرہ اس کا کاٹنا اور استعمال کرنا حرام ہے۔

انسانی اعضاء سے نفع اٹھانا حرام ہے۔ اس بنا پہ ایک آدمی کے بال دوسرے آدمی پہ استعمال کرنا حرام ہے۔ امام نووی شارح مسلم نے فرمایا اور صاحب مرقاۃ نے شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث مذکورہ کے تحت نقل کیا۔

وقالوا ان وصلت لتبعی ادحی هو حرام بلا ولا لاحرم الانتفاع لبشو الانسان وساعیه احزایه لعرته وکرقیه

(مرقاۃ)

پس کہا علماء نے اگر ایک عورت دوسری عورت کے بال اپنے بالوں سے جوڑتی ہے پیوند لگا کر تو بس یہ حرام ہے۔ اس میں کسی مسلمان کا اختلاف نہیں تمام حرام ہونے پر متفق ہیں۔ کیونکہ انسان کے بالوں سے اور اجزائے انسانوں سے نفع اٹھانا قطعاً حرام ہے۔ بوجہ عزت و کرامت انسان کے ختم اور بحرالرائق صفحہ ۳۰۵ مطبوعہ مصر۔

امرأة حاملة اعتراض الولد فی لعلها ولا یمکن الابقطعه ای جاعاولولم یفعل ذالك لحیات علی امه فی الموت فان کان للولا لیتاً فی البطن فلاماسولیه

وان کان حیاً لا یجوز لان احیاء النفس بقتل نفس اخری لم یرد فی الشرع :-

ترجمہ :۔ اگر حاملہ عورت کے پیٹ میں بچہ اٹک گیا اس کا نکالنا ممکن نہیں بغیر والدہ کا پیٹ چاک کئے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو عورت کی موت کا خوف ہے یعنی بچہ کو جب تک ٹکڑے ٹکڑے کر کے نہ نکالا گیا تو بس بچہ اگر پیٹ میں مرگیا یا مرچکا ہے تو بچے کا ٹکڑے ٹکڑے کرنا جائز ہے۔ اور اگر زندہ بچا ہے تو بچہ کا ٹکڑے ٹکڑے کرنا جرم اور حکم قتل میں ہے لہذا ناجائز ہے۔ عورت مرتی ہے تو مرنے دو۔ اس واسطے کہ ایک نفس کو زندہ رکھنا دوسرے نفس کے قتل سے شریعت محمدیؐ میں یہ حکم وارد نہیں ہوا۔

علمائے مصر سے یہ سوال ہوا جس کا جواب شائع ہو چکا ہے سوال یہ تھا کہ ایک مریض جو کہ سخت مرض میں مبتلا تھا سخت بے چین ہے۔ اس کے متعلق ڈاکٹروں اور حکیموں نے فیصلہ کر دیا کہ ہے کہ یہ شخص چھ گھنٹے زندہ رہے گا کیا اس شخص کو ایسی دوا دے دی جائے جس سے اس کی موت واقع ہو جائے۔ اور سخت مصیبت سے نجات پا جائے۔ تو کیا یہ حرام ہوگا۔ جواب۔ کوئی انسان یہ مجاز نہیں رکھتا کہ وہ سانس کو نکالے جو خدا نے جاری کیا ہے وہ خواہ چھ منٹ بھی ہو اور اگر ایسا کیا تو وہ قاتل تصور ہوگا۔ دن قیامت کے ماخوذ ہوگا خوب سمجھ لو اس طرح انسان کے تمام اجزاء بدن قابل عزت قابل قدر ہیں۔ حتیٰ کہ ہڈی کافر کا توڑنا بھی ناجائز ہے۔ (موطا امام مالک اور مشکوٰۃ صفحہ ۱۴۹) میں حدیث شریف موجود ہے کہ انسان کی ہڈی بعد موت توڑنے والا اتنا ہی گنہگار ہے جتنا کہ زندہ کے توڑنے میں گنہگار ہے اسی طرح ہے۔

عن عائشہ ان الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کسیر عظم المیت لکسر حیا؛

تحقیق فرمایا رسول خدا نے میت کی ہڈی توڑنی ایسی ہے جیسے کہ زندگی توڑنی ہے۔ بتاؤ زندہ کے اعضاء کاٹ کر دوسرے کو دینا کب جائز ہوا۔ بلکہ یہ تو صاف زنا ہے فعل حرام ہے (مشکوٰۃ شریف ۱۴۲۲ فرض المیت)

قال تعالےٰ: ان یدعون من دونه الا اناثا وان یدعون الا شیطانا مریداً لعنه اللہ، وقال تعالےٰ لاتخذن من عبادك نصیباً مفروضاً ولاضلنهم ولامرنهم فلیبتکن اذان الانعام ولامرنهم فلیغیرن خلق اللہ۔

(النساء)

سورہ نساء اس آیت کی تفسیر میں ابن مسعود سے یوں منقول ہے
لعن اللہ الواصلات والواصمات بال غیروں کے جوڑنے والی پر رسول خدا نے لعنت فرمائی ہے۔

قال و ذالک ان المرء مستولصل بھذا الافعال الی الزنا (تفسیر کبیر صفحہ ۲۱۶ جلد کبیر جلد نمبر ۳)

فرمایا ابن مسعود نے کہ لعنت کی رسول خدا نے ان عورتوں پر کہ وہ غیروں کے بال اپنے بالوں سے جوڑواتی ہیں اور جلسے بناتی ہیں۔ فرمایا کہ عورت ان افعال سے مزین ہو کر زنا کرواتی ہیں تو بتا دیجیے بال غیر کے جوڑنے وسیلہ زنا بنایا تو ملعونہ ہوئی۔ اور جو غیروں کا نقص کاٹ کر دوسروں کو دیتا ہے کہ وہ خوب زنا میں مبتلا ہو جائے تو وہ کب حلال ہوا۔ اللہ اکبر خوب جان لو آخری فیصلہ۔

نمبر ۱۔ ایسے کاموں کا آپریشن کرنا کرانا حرام کرتے اور کراتے والا ملعون اور جہنمی۔

نمبر ۲۔ کسی زندہ انسان کے اعضاء کے کسی حصہ کو کاٹنے والا ملعون اور کاٹنا حرام

نمبر ۳۔ کسی انسان کے کسی حصہ سے نفع اٹھانا حرام اور نفع اٹھانے والا ملعون۔

نمبر ۴۔ ہر انسان کے اعضا قابل عزت و کرامت ہیں توہین اور ایذا حرام ہے۔

نمبر ۵ انسان میں جو سانس اللہ نے ڈالی ہے اس کے نکالنے کی کوشش کرنا یا معاونت کرنی جیسا کہ قرب موت اپریشن اور بعد موت ہے یہ حرام اور حکم قتل میں ہے۔

نمبر ۶۔ کسی انسان کے عضو تناسل سے کام لینا حرام ہے۔

نمبر ۷۔ کوئی عورت مرد کا لباس پہن نہیں سکتی اور نہ ہی مرد عورت کا یہ تشبیہ فی اللباس ہے اور حرام ہے۔

نمبر ۸۔ مرد ہاتھ پاؤں پر زینت کے لیے مہندی نہیں لگا سکتا کہ یہ فعل مونثات کا ہے۔ مکروہ تحریمی ہے۔ اس میں تشبیہ آتی ہے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ قوا انفسکم واھلیکم نارا پر عمل کر کے بیوی بچوں کو آگ سے بچائے۔ خدا کی مخالفت نہ کرے۔

والسلام

۴۸ والدین یا شیخ کس کی اطاعت مقدم ہے

(ایک ساتھی کے والد نے ذکر سے اور حضرت کے پاس جا کر رہنے سے منع کر دیا۔ اس کے لیے بڑی مشکل تھی۔ والد کی اطاعت بھی ضروری ہے۔ لیکن شیخ کو کیسے چھوڑ دے۔ مولانا اکرام الحق صاحب نے حضرت سے استفسار کیا تو جواباً فرمایا)

سوال:۔ پھر سوال کیا اطاعت والدین اور شیخ کا کہ اگر والدین اور شیخ میں مخالفت ہو جائے تو کون مقدم ہوگا۔

جواب:۔ والدہ محکوم ہے اور والد حاکم۔ قال تعالیٰ الرجال قوامون علی النساء

ترجمہ:۔ مرد حاکم ہیں عورتوں پر عورت کی مخالفت اپنے خاوند کی نافرمانی میں داخل ہے۔ بچے کو والد کی اتباع کرنا ہوگی۔

سوال:۔ پیر افضل ہے یا والد یعنی رتبہ میں کون ان میں سے افضل ہوگا۔

جواب:۔ از امداد التقویٰ ص ۳۲ حصہ حقوق خدمت میں تو والد مقدم ہے اور اطاعت و اتباع میں شیخ۔ اطاعت واجبات میں بھی پیر مقدم ہے۔ قال تعالیٰ وصاحبھما فی الدنیا معروفا۔

ترجمہ:۔ والدین اگر غیر مسلم بھی ہوں قرآن کی رو سے روٹی پانی رہائش میں اچھی طرح سے برتاؤ کرو۔ پیر کے متعلق ارشاد فرمایا واتبع سبیل من اناب الی۔ اتباع اس شخص کی کرو جس کا رجوع میری طرف ہو۔
(شیخ)

علم ظاہری کا مقصد

(کچھ علماء نے ذکر الٰہی کی مخالفت شروع کر دی کہ زاہد کی عبادت سے تو عالم کی نیند بہتر ہے۔

حضرت کی خدمت میں لکھا تو جواباً ۳ اپریل ۶۵ء ایک والا نامے میں لکھا)۔

عزیزم سب سے اول خود محنت شاقہ سے کام لیں۔ ہر وقت احدیت اور فنا فی الرسول میں قیام کریں۔ حرام سے پیٹ کو بچائیں، کذب سے زبان کو۔

اتباع شریعت سے قدم باہر نہ رکھنا انشاء اللہ تعالیٰ مشاہدات میں ترقی ہو جائے گی مگر پھر ساتھ بات یہ بھی ہے کہ مشاہدات و مکالمات

الہامات شرطِ ولایت نہیں اور نہ ہی مقصود دی چیزیں ہیں۔ مقصود تو ذات باری ہے نیز خواہ مخواہ کسی کو حلقہ میں داخل کرنے کی ضرورت نہیں اگر کوئی خواہشمند ہو تو اس کو ذکر کروا لیا کریں۔ آپ مولوی صاحبان کو کیوں زور سے دعوت دیتے ہیں۔ تم کو کیا ضرورت ہے۔ عزیزم ہم موتی اور ہیرے جمع کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں سنگریزوں کی ضرورت نہیں۔ میں خوب جانتا ہوں علماء عمل سے جی چراتے ہیں۔ ان خدا کے بندوں کی تبلیغ و تدریس محض روٹی کے لیے ہے۔ ان کو خدا پر توکل ہی نہیں ہے جب خود مولانا کا اقرار ہے کہ میں یہ مشکل بار نہیں اٹھا سکتا پھر ان کو کہنا کوئی فائدہ نہیں رکھتا۔ یہی ہے عمل سے جی چرانا۔

مولانا کا یہ فرمانا کہ تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ ذکر تم بھی ترک کر دو اور کتب دینی پڑھو۔ ان سے یہ دریافت کرنا کہ مولانا کہ کتابیں اور علوم محض اس لیے پڑھے جاتے ہیں کہ یادِ الٰہی کا طریقہ ان سے حاصل ہو وہ علم کس کام کا، وہ کتابیں کس کام کی جو یادِ خدا سے دور کریں۔ تمام علوم اور کتابیں پڑھنا وضو کرنا ہے۔ یادِ الٰہی تو منزلِ نماز کے ہے قرآن مطلقاً۔

فاذکروا اللّٰہ ذکراً کثیرا۔ فرماتا ہے احادیث کے دفتر بھرے ہوئے ہیں کلام روح سے! اسی طرح صحابہ کرام سے۔ اولیائے عظام سے۔

سب کا علاج ہمارے پاس نہیں۔

روح کی پرواز

روح اور بدن کا تعلق دورانِ مراقبہ :-

(ابتدائی دور تھا لوگوں نے مراقبات کا نام سنا تک نہ تھا احباب سے سنتے تو عوام تو کیا علماء بھی حیران ہوئے۔ طرح طرح کے سوال پوچھتے جن کا جواب حضرت کو لکھ کر پوچھا جاتا۔)

سوال :- کشف سے دور کی چیزیں نزدیک معلوم ہوتی ہیں یا کہ روح پرواز کرتی ہے۔ اگر روح پرواز کر جائے تو بدن سے تعلق نہ ہو گا مر جائیگا۔

جواب :- کشف میں دور کی چیزیں نزدیک معلوم ہوتی ہیں۔ یہ ٹھیک ہے مگر کشف اور چیز ہے اور منازل سلوک طے کرنا اور چیز ہے۔ کشف سے منازل طے نہیں ہوتے، البتہ منازل سے کشف ہو جاتا ہے۔ منازل سلوک طے کرنیوالے ہر شخص کو ہر آدمی کو کشف نہیں ہوتا۔ مگر منازل روح طے کرتا چلا جاتا ہے طے کرنے کے معنی یہی ہیں کہ مسافت کو طے کرنا ہے یہ منازل سلوک مسافت روح کی ہے جس کو روح طے کرتا ہے۔ یہ نظری نہیں ہوتا بلکہ روح کا سیر الی اللہ فکری ہوتا ہے۔

روح اور بدن کا تعلق

موت موت نام ہے انقطاع تعلق روح از بدن ظاہری و باطنی ہیں۔ نیند نام ہے انقطاع تعلق روح از بدن ظاہری نہ کہ باطنی۔

پروازِ روح پروازِ روح میں انقطاع تعلق روح از بدن نہ ظاہراً ہوتا ہے نہ باطنی۔

بلکہ تعلق روح بدن سے بدستور قائم ہوتا ہے۔ خروج روح از بدن نہ موت واقع ہوتی ہے نہ نیند تعلق روح کا بدن سے دور ہونے کی صورت میں اسی طرح قائم رہتا ہے۔ جس طرح سورج کا دور ہونا پھر زمین سے تعلق کا قائم ہونا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مسلم شریف میں روایت ہے قالوا یارسول اللّٰہ رایت تنازلت شیئاً فی مقامک ھذا ثم رایت تلعلعت فقال انی رایت الجنۃ فتناولت منھا عنقوداً ولو اخذتہ لاکلتم ما بقیت الدنیا (مشکوٰۃ شریف)

صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ ہم نے دیکھا آپ نے کسی چیز کو اس مقام میں پکڑا۔ فرمایا۔ جنت میں دیکھا تھا اس لیے ایک خوشہ انگور کا پکڑنا چاہا تھا اگر میں پکڑ لیتا تو تم پوری دنیا میں کھاتے رہتے اور ختم نہ ہوتا۔ دیکھا جنت ساتویں آسمان سے اوپر ہے عرش کے نیچے۔ رسول خدا مدینہ منورہ میں نماز کسوف پڑھا رہے ہیں۔ جنت سے خوشہ کس نے پکڑنا چاہا۔ روح تھا بدن تو یہاں تھا حاضر تھا حاضر ہے۔ حاضر ہے تو غائب نہیں۔ مثال مشکل اس واسطے نہیں کہ آپ نے فرمایا تم ہمیشہ کھاتے۔ مثال کھانے کی چیز نہیں ہوتی۔ شیشہ میں منہ نظر آتا ہے۔ یہ مثال ہوتی ہے نہ کہ اصل۔ اسی طرح یہ میوہ اصل تھا نہ مثال۔ نیز ان سے عرض کرنا کہ یہ پیالہ بغیر نوش کئے۔ سمجھ نہیں آتا۔ جس نے سمجھنا ہے وہ اس ناچیز کے پاس آ جائے سمجھا دے گا۔

عزیزم میں خود اس بات کو جانتا ہوں میرا مال خدا کا مال ہے اور رفقاء کا ہے میرا ارادہ ہے کہ میں تمام کتب خانہ اور باقی منقولہ جائیداد تمام جماعت کے سپرد کروں گا۔ یہ تمام مال خدا اور جماعت کا ہے بشرطیکہ بندہ کے پاس ہے تو۔ میں نے زمین فروخت کر کے رقم لینی ہے کہ چکوال میں کسی بھٹے اینٹوں والے میں شرکت کی جائے جس سے میری اور رفقاء کی بسر اوقات ہوتی رہے زمین کی رقم محفوظ رہے گی۔ پھر جب کوئی مصیبت ہوئی تو اس پہ ہی لوٹائی جائے گی۔ زمین ٹھیک کرائی جائے یہ بوجھ بندہ کے سر نہ رہے فی الحال تو تکلیف ہے کہ غلہ نہیں ہوا۔ ۱۷ بوری غلہ خریدا ہے اور ابھی قرض سر پہ ہے یہ تھی بیٹا وجہ کہ میں نے کرایہ کے متعلق عرض کر دی ورنہ ہرگز نہ زبان پہ لاتا۔ اب میرے روحانی بیٹے ہیں اور دیگر رفقاء بھی بیٹے ہیں۔ میں نے آپ کو بیٹا سمجھ کر یہ ظاہر کر دی ہے ورنہ یہ شکوہ ہے خدا تعالیٰ کا۔ خدا تعالیٰ معاف فرمائیں اور محفوظ فرمائیں۔

دینی خدمات پر حضرتؒ کے تاثرات

میرے محبوب روحانی بیٹے حافظ غلام قادری صاحب

السلام علیکم، کوئٹہ سے محمد صادق کے لفافے میں آپ کا خط مل گیا۔ بیٹا میں آپ کی قربانی اور خلوص کا اور خدمت رفقاء اور بندہ اس کا حق ادا نہیں کر سکتا اس کی جزاء آپ کو اللہ تعالیٰ دیں گے۔ آپ کی اس خدمت نے اور خلوص نے جو بندہ کے دل پر اثر چھوڑا وہ خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے اور بندہ ناچیز جانتا ہے یہ نمونہ تو سابقہ شاگردوں میں ہے۔ بیٹا دنیا فانی ہے اس سے کوچ کرنا ایسا وعدہ ہے جو یقینی پورا ہو گا۔ چونکہ موت ایک ایسا پیالہ ہے جس کو ہر نفس نے نوش کرنا ہے یہ دار نفاق اور شقاق اور فساد کا یہ وطن عبور اور فراق ہے آخر اس کی موت اور قبور ہے اول اس کا ضعف اور فتور ہے آخر لباسِ انسان کفن ہے۔ اس پر اعتماد جھوٹ اور گمراہی ہے اس سے خلاصی اور آخرت کی طرف جانا بغیر شرع متین کے نہیں ہے۔

باقی رہا کھانا کھانا تو عزیزم جو خدمت رفقاء کی اور میری جناب نے خلوص اور شفقت سے کی ہے اس کا بدلہ آپ کو خدا تعالیٰ ہی عنایت فرمائیں گے اور اس خدمت و سیرتِ خلوص کا اثر جو میرے دل میں ہے وہ خدا ہی جانتا ہے آپ کی اس بے لوث قربانی کا بدلہ آپ کو جنت الفردوس عطا فرمائیں اور دنیا میں سرخرو رکھیں اور شاد رکھیں۔ آمین

والسلام مع الاکرام

اللہ یار خان

نوٹ:۔ علم دین کی طرف توجہ لازمی مبذول فرمانا بغیر اس کے ترقی منازل کم ہوتی ہے پھر راستہ پُر خطر ہے بغیر اس علم کے اس سمندر میں راہ کی تلاش مشکل ہو جاتی ہے عالم امر اور عالم حیرت میں زیادہ مشکلات پیش آتی ہیں۔

اس نعمت کا کوئی طلبگار بھی تو ہو!

۸ر جولائی ۷۶ء کراچی میں دو مولوی صاحبان کے حلقہ میں داخل ہونے پر آپ نے تحریر فرمایا۔

دو مولوی صاحبان جو داخل حلقہ ہوئے ہیں ان کو سلام علیکم عرض کرنا اور میرا انتظار فرمانا جو وہ مانگیں گے وہ دیا جائیگا، انشاء اللہ، کاش کہ ہم تو بُلا کے دیتے ہیں مگر کوئی لینے والا نہیں۔ لینے والے تیار کریں ہم تیار ہیں۔ کاش، اس عظیم نعمت کا کوئی طلبگار بھی ہوتا۔

مسائل اسقاط حیلہ اور اُجرت کلام پاک

۳ر اگست ۷۶ء کو نیوی کے ایک افسر کو شفقت نامہ میں درج ذیل مسائل لکھے۔

بخدمت عزیزم صوفی محمد دین صاحب السلام علیکم!

گرامی نامہ ملا کہ کاشف حال ہوا۔ استغراقات! بسم اللہ ۷۸۶ بار پڑھنا غیر کو اجازت آپ کی اجازت سے فائدہ کم ہوگا تعزیت میت کی موت پر اچھا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون لکھا جائے اگر رنج و غم لکھا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے باقی اسقاط کرنا قبرستان پہ یہ شرعاً کوئی چیز نہیں۔ جیسا آج عوام الناس کرتے ہیں۔ ختم قرآن ایک حرف کے بدلے دس نیکیاں ملتی ہیں میت کو ثواب پہنچتا ہے بشرطیکہ اجرت پر نہ ہو اگر اجرت دے کر ختم کیا جائے تو پھر نہ قاری قرآن کو ثواب ملتا ہے نہ میت کو بخش سکتا ہے اس کا عام رواج ہے یہ اہل بدعت

کا شیوہ اور فریب ہے۔ قرآن خود پڑھیں۔ اور ثواب بخشیں۔ اُجرت داروں سے اُجرت دے کر نہ پڑھانا۔

ثواب بخشنے کا اعلیٰ طریقہ خود قرآن پڑھیں اور ثواب میت کو بخشیں یا صدقہ غربا کو دو۔ ثواب میت کو بخشیں، ثواب نوافل کا بھی پہنچتا ہے نوافل۔ قرآن اسی طرح پڑھیں اور اس کا ثواب میت کو بخشیں۔ سب جائز ہے۔ باقی رہا مسئلہ عقیقے کا، تو بچوں کا عقیقہ قربانی کے وجود سے پہلے سنت تھا۔ جب سے قربانی واجب ہوئی۔ تو اس کی سنت ختم ہو گئی۔ اب صدقہ ہے اگر کوئی امیر آدمی کرے نہ کہ غریب، غریب تو خود مستحق صدقہ ہے نہ کہ خود صدقہ دے گا۔ باقی نماز کی سخت تاکید کی جاتی ہے اور اتباع شریعت و اتباع سنت کی پوری پابندی کریں وقت نازک ہے۔

بیت المقدس اور کعبۃ اللہ

بیت المقدس یہود کے قبضہ میں چلا گیا تو آپ کی خدمت میں عریضہ لکھا آپ نے بیت المقدس اور کعبۃ اللہ کی حیثیت واضح فرماتے ہوئے ۱۹ر فروری ۱۹۶۸ء کو   نامہ میں جواب میں فرمایا۔

بخدمت عزیزم حافظ صاحب

السلام علیکم۔ بیت المقدس کو یہ شرف تو حاصل تھا کہ سابقہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ مگر یہ حاصل نہ تھا کہ حج کرتے۔ حج کے لئے قبل از بنا ابراہیمی کے بھی جب کہ اس کی بنیادیں اٹھائی گئیں تھیں اس وقت ایک ٹیلہ اونچا تھا۔ بخاری شریف میں ہے۔ کانت البیت مرتفعا من الارض کالرابیۃ تاتیھا السیول تاخذ عن یمینہ وشمالہ ...... وکان زمن الطوفان رفع البیت وکان الانبیاء یحجونہ ولا یعلمون مکانہ حتی بواہ اللہ لابراھیم۔

بیت اللہ زمین سے بلند تھا۔ ٹیلہ کی مثل اور طوفان اور بارشوں کے سیلاب آتے تھے۔ دائیں بائیں سے نکل جاتے تھے اور زمانہ طوفان میں بیت اللہ کو اٹھا لیا گیا تھا۔ تو اس وقت بھی انبیاء حج کرتے تھے۔ حالانکہ خاص مکان کا انکو علم بھی نہ تھا حتیٰ کہ خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ سے اس کی بنیاد رکھائی۔

بیت المقدس اور کعبہ کی شان میں بڑا فرق ہے ان میں نمازوں کا پڑھنا بھی بڑا فرق رکھتا ہے اگر میں دلائل شروع کروں تو پھر ایک کتاب بن جائے۔ اور اتنی تفصیل کا وقت نہیں ہے۔ الالقاء جاری ہو گیا ہے دلائل السلوک کو طبع ثانی میں مزید ضمیمہ اور حاشیہ چڑھایا جائے گا۔ وقت تو آئے۔ باقی ماہوار رسالہ فی المال مشکل ہے۔ پھر جماعت کے سرپاور دہ آدمیوں کے   پر موقوف ہے۔ گو حافظ عبدالرزاق صاحب اب فارغ ہو چکے ہیں۔ اُن کی پنشن ہو گئی ہے مگر پھر بھی بڑا کام ہوتا ہے ایک آدمی نہیں کر سکتا۔ میں تو ڈاک کے خطوط کے جوابات سے فارغ نہیں ہو سکتا۔ جماعت کی ڈاک بھی جماعت سے ہے پھر عمر کمزور ہو رہی ہے۔ بندہ کو معاش کے لئے اپنا کام بھی کرنا پڑتا ہے ویسے گزر کس طرح کی جائے۔

اخراجات دن بدن بڑھ رہے ہیں۔ جماعتی مہمان کثرت سے آتے ہیں۔ اور کوئی ذریعہ بھی نہیں ہے۔ کسی غیر کے رسالہ میں مضمون دینا میں اس کو صحیح نہیں سمجھتا۔ خود کس طرح دوں جماعت صوفیہ اس طرح نہ کیا کرتے تھے۔ میں تو اپنا حال بھی ظاہر کرنے کو تیار نہ تھا یہ بھی تو جماعت نے ظاہر کر دیا۔ جس سے شہرت ہو گی۔ میں نے ۲۸ سال تک ظاہر نہ کیا۔

غیبت:- صدر ایوب کا آخری دور تھا اس کی برائیاں ہر جگہ بیان ہوتیں۔ حضرت سے استفسار کیا کہ کیا یہ بھی سب غیبت میں آئے گا۔ تو جواباً آپ نے فرمایا۔

"کسی کی ذات کو مدنظر رکھ کر بات کرنا غیبت ہے اس کی صفات کو مدنظر رکھ کر بیان کرنا جرم ہیں۔ فاسق معلن یا اعلاناً فاسق کی غیبت نہیں بنتی۔ وہ اگر اعلاناً فاسق نہ ہو تو پھر جماعت ظالم جماعت وغیرہ کی بات جو ان میں ہو جائز ہے اگر اُن میں نہ ہو تو بہتان ہوا۔ باقی صدر صاحب یہ تو خدا جانے مسلمان بھی ہے یا نہیں ظاہری حالت تو اس کی یہ ہے۔ تخریب دین، عائلی قوانین، خاندانی منصوبہ بندی وغیرہ وغیرہ ورنہ اس کے اعلاناً فاسق اور بدترین فاسق ہونے میں تو شبہ نہیں۔

تمام رفقاء کو سلام عرض

والسلام علی الاکرام

اللہ یار خان

شفقتوں کی بارشیں

حضرت ایک شفیق باپ کی حیثیت سے دینی اور دنیاوی ہر معاملے میں ساتھیوں کی راہنمائی فرماتے، دنیاوی نقصان سے بھی بچانے کی تدبیر فرماتے۔ سرگودہا میں ہماری زمین کا مسئلہ تھا جس کے بارے آپ نے ۱۵ دسمبر ۸۶ء کو لکھا۔

بخدمت عزیزم حافظ صاحب

اسلام علیکم۔ گرامی نامہ مل کر کاشف حال ہوا۔ بندہ کو اب ذرا آرام ہے اسی درد کا دورہ ہوا جس کا کراچی ہوا تھا پیٹ کا پھر روزہ تھا علاج بھی ہو سکا۔ عاجز ہوں لکھا نہیں جاتا۔ عزیزم میں آپ کی کسی تکلیف کو برداشت نہیں کر سکتا۔ زمین کا معاملہ میں غالباً دھیدوال بھی جاؤں گا پھر چکوال اور موہڑہ میں بھی بعد عید کے۔ زمین کے معاملہ میں فی الحال آپ کی رائے سے میں متفق نہیں جس سے آپ کی تباہی ہو جاتے اس وقت تک میں نہ لکھوں گا جب تک مشائخ بالا کی اجازت نہ مل جائے آپ کے مشاہدات نہیں تو کیا۔ آپ کو پتہ نہیں کہ آپ مشائخ کی نگاہ میں کیا ہیں۔ پھر آپ محبوبین رب العالمین جو کہ اولیاء اللہ کی جماعت ہے اور خاص الخاص جماعت ہے اس کے عظیم الشان رکن ہیں اور پرانے شاگردوں سے ہیں آپ کی ہستی کوئی معمولی ہستی نہیں آپ خدا تعالیٰ کی بارگاہ اور رسالت مآب ﷺ کی بارگاہ کے ملازم ہیں۔

باقی وکیل صاحب کو خط لکھنا یہ چور کو چھری دکھانی ہے قبل از نصف نہ لکھنا چاہیئے۔ شاید آپ دونوں بھائیوں کے خلاف اور کسی قسم کا قدم اٹھائیں۔ بہر حال ماہ چیت کے آخر پر جب میں خود انشاء اللہ تعالیٰ کراچی آیا تو یہاں کے حالات سے واقف ہو کر آؤں گا پھر مشورہ کریں گے میں آپ سے وہ قدم ہرگز نہیں اٹھوانا چاہتا جس سے خواہ مخواہ نقصان ہو۔ بغیر فائدہ کے۔ آپ کو علم نہیں کہ میرا آپ سے قلبی تعلق ہے میں تو آپ کے نقصان کو آپ کی ذات سے نہیں اپنی ہی ذات اور اپنا نقصان جانتا ہوں۔

خدا تعالیٰ آپ کو محفوظ رکھے اور آپ کی مشکل کو آسانی سے حل فرمائے۔

حضرت علیؓ کے مشکل کشا کا واقعہ اور وجہ

حضرت علیؓ کو مشکل کشا کہنے کے بارے میں استفسار کیا تو آپ نے دسمبر ۸۶ء میں اس کی وجہ ان الفاظ میں بیان فرمائی۔

حقیقی معنوں میں مشکل کشا صرف ذات خدا ہی ہے۔

یہ الفاظ حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر بولنا ٹھیک نہیں ویسے اس کی شہرت ہو گئی ہے کہ حضرت عمرؓ ایک عورت جس کو زنا سے حمل ہوا۔ یا زنا کیا گیا تھا اس پر حد جاری کرتے لگے تو حضرت علی نے فرمایا کہ عورت پر تو آپ حد جاری کریں گے۔ مگر اس کے پیٹ میں جو بچہ ہے اس پر تو آپ کو کوئی اجازت نہیں بچہ پیدا ہونے دو۔ پھر دودھ چھوٹ جائے۔ کھانے پینے لگے تب اس کی ماں پر حد جاری کی جائے۔ یہ اس وقت سے مشہور ہوا قضیۃ لیس لہا ابو الحسن۔ یعنی ایک مشکل سا قضیہ پیش آ گیا اس کے لئے ابو الحسن ہی سے حل ہوا۔ وہ ایک جزوی واقعہ اور وہ بھی مسئلہ دینی تھا۔ مگر شیعہ جہلا اور اہل سنت نے پھر یہ علی کریم کا لقب ہی مقرر کر دیا ہے۔ مشکل کشا صرف ذات خدا تعالیٰ کی ہیں۔

کشف و کرامات کا اظہار

۳ مارچ ۶۹ء

بخدمت عزیزم حافظ غلام قادری صاحب

السلام علیکم

گرامی نامہ مل گیا۔ سر کو سخت درد ہے میں انشاء اللہ تعالیٰ ۱۲ / ۳ / ۶۹ کو چکوال زبانی غلام یزدانی سے گفتگو کر کے حال دریافت کروں گا۔ باقی زمین کے متعلق بیٹا میری دعا تو ہر وقت آپ کے شامل حال ہے انشاء اللہ بغیر تکلیف اٹھانے کے ہم کامیاب ہو جائیں گے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین۔

صوبیدار صاحب کو عرض کرنا کہ نماز نہ چھوڑے غالب رائے پر ہی قیاس کر کے نماز پوری کرے ساتھ ہی رکعت / دمعانی پر غور کیا کرے۔ شرارت ابلیس ہے، ہوا (ریح) روک کر نماز پڑھ سکتا ہے بوجہ بیماری کے ورنہ ویسا بول براز ریح کے روکنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ مگر بیماری مستثنیٰ ہے اپنے ذاتی کمال کا اظہار کرنا بوجہ اظہار نعمت کے کہ

دوسروں کو علم ہو اور فائدہ اٹھائیں یہ اظہار نعمت خداوندی ہے قال رب تعالیٰ واما بنعمۃ ربک فحدث کے ماتحت جائز ہے بلکہ ثواب میں داخل نہ کہ ریاکاری میں۔ اصل میں مدار تمام افعال کا نیت پر ہے۔

نوٹ:۔ حضرت سے اس نعمت کو دوسروں تک پہنچاتے ہوئے جو بیان کرنا پڑتا ہے۔ استفسار کیا کریں۔ کشف یا واقعات میں کیفیات کا اظہار جائز ہے تو آپ نے مندرجہ بالا جواب سے اس کی وضاحت فرمائی۔

اسلام اور ایمان، اسلام کے دو درجے

۶۹/۱/۳۰

بخدمت عزیزم جناب حافظ غلام قادری صاحب

السلام علیکم

بڑی دیر کے بعد حاضر ہوئے اتنی دیر کہاں رہے آپ کے خط کی انتظار میں دل سخت بے چین تھا تین چار دن ہوئے دورے سے واپس آیا ہوں۔ میرا بدن کمزور ہو رہا ہے بوجہ عمر کے اور جماعت کا کام بہت زیادہ بڑھ رہا ہے۔ پھر ۶۹/۲/۸ کو دورہ پر چلا جاؤں گا۔

اسلام اور ایمان، مسلم اور مومن میں فرق

اسلام کے دو درجے ہیں، درجہ اول ایمان سے بہت کم ہے قالت الاعراب آمنا لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا۔ یہ صرف زبانی مان لینا۔ اقرار کرنا بغیر اطمینان قلبی کے۔ درجہ دوم جو ایمان سے بھی افضل ہے کیونکہ ایمان لانے کے بعد پھر تمام احکام کو مان کر ان پر عمل کرنا کما قال تعالیٰ اذ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العالمین۔ میں ہے اگر عزیزم مرید الحسن پہنچ چکا ہو تو اس کو یہ پیغام دینا کہ الفرق بین الفرق عبدالقاہر بن طاہر بغدادی کی کتاب اور دوسری کتاب ثواب الاعمال ابوالشیخ کی اور تیسری کتاب جواہر المعظم فی زیارت قبر النبی المکرم ابن حجر مکی کی ان تینوں میں سے جو جلد از جلد ملے کتب خانہ والوں کو کہیں کہ منگوا دیں۔

باقی تمام رفقاء کو السلام علیکم۔ قبول باد۔

والسلام مع الاکرام

اللہ یار خان

شیعہ مذہب کو چیلنج

ملتان کے علاقہ میں ہر سال مناظرہ یا تقاریر کے سلسلے میں آپ تشریف لے جایا کرتے تھے ایک مرتبہ آپ نے مخالفین سے تین سوالات پوچھے اور شرائط ترکِ مذہب مقرر ہوئیں شیعہ مذہب کے ساتھ مناظرہ کرتے ہوئے ایک مرتبہ حضرت جیؒ قبلہ نے شاہ جیون کے مقام پر شیعہ حضرات کو چیلنج کیا کہ

(ا) فنا بقا کا مراقبہ کہاں کروایا جاتا ہے۔

(ب) کائنات پر اس وقت کیا کیفیت طاری ہوتی ہے۔

(ج) خود سالک کی روح پر کیا کیفیت ہوتی ہے

یہ سوال تم اپنے مذہب کا جو بھی مولوی یا بزرگ سمجھتے ہو اس کو کہو کہ مجھے اس کا جواب دے۔ اگر درست جواب دے سکو تو میں تمہارا مذہب قبول کر لوں گا۔ مگر تم ہرگز نہیں دے سکتے کیونکہ تم میں سے یہ چیز کسی کو حاصل نہیں ہوتی۔

نیز فرمایا۔ کوئی چار آدمی اپنے میں سے منتخب کر دیں ان کو اپنے ساتھ رکھوں گا۔ اور تربیت کر کے کچھ عرصہ بعد ان کو صحابہ الکرام کی زیارت کروا دوں گا۔ وہ خود یہ دیکھ لیں گے کہ شیخین کا کیا مقام ہے دیگر کوئی تیار نہ ہوا)

طالب حسین شاہ چکڑالہ میں شیعہ مذہب کا مولوی تھا۔ وہ مر گیا۔ مرنے کے بعد ایک اپنے ساتھی نے لیٹی والے قاضی صاحب جو کہ حضرت جیؒ کے خاص شاگرد ہیں کو اس کی قبر پر لے گیا۔ ان کو بہت کشف ہوتا ہے اور اپنے علاقے میں بابا قاضی کاشف مشہور ہے۔ قاضی صاحب نے کشف سے اس کو دیکھا کہ اس کا موٹا سا سر ہے اور ریچھ کی مانند شکل اتنے میں حضرت جیؒ بھی دندہ شاہ بلاول سے گھوڑی پر سواری ادھر ہی آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ قاضی صاحب نے اس کو فرمایا کہ تمہارا مخالف مولینا اللہ یار خان صاحب تشریف لا رہے ہیں۔ دیکھ کر کہنے لگا افسوس ہے کہ میں ان کی مخالفت کرتا رہا۔ دراصل میں نے حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھے رکھا۔

وساوس

بخدمت عزیزم محمد نواز۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

گرامی نامہ مل گیا۔ اور جناب نے وسوسوں کی شکایت کی ہے عزیزم بار بار ایک بات نہیں لکھی جاتی۔ خوب یاد کر لو۔ وسوسہ سے ولایت کو کوئی نقصان نہیں ہوتا ہے نہ نقصانِ کمال ہے۔

حضرت آدم کو وسوسہ ہوا جو اللہ کے نبی تھے۔ وسوسہ صرف پریشانی ہے قلب کی۔ دوسرا جس گھر میں دانے غلہ نہ ہو وہاں کیڑے بھی داخل نہیں ہوتے۔ وسوسہ بھی صاحب خزانہ کو ہوتا ہے ہمیشہ چور اور ڈاکو وہاں پر چوری اور ڈاکا ڈالتا ہے جہاں کوئی مال ہوتا ہے جب لطائف میں انوار پیدا ہوتے ہیں۔ جو کہ عظیم خزانہ ہے تو ابلیس ملعون جو چور ڈاکو ہے اُس کے پیٹ میں درد پڑھ جاتا ہے کہ کسی نہ کسی طریقے سے اس مکان کی نقب زنی کر کے مال نکالوں۔ انوارِ لطائف سے اول تو باطن میں اندھیرا تھا۔ ابلیس خوب آرام سے چوری کرتا تھا اب اندر (باطن) میں انوار کی روشنی پیدا ہو گئی۔ ذکر الٰہی کے نور سے پھر لطائف سے اللہ اللہ (ذکر) کی آوازیں بھی آتی ہیں تو اب چور پوری طرح کامیاب نہیں ہو سکتا تو پھر وہ ہر طرح کے حیلے اور وسوسوں سے کام لینا چاہتا ہے۔ جب سالک نے سمجھ لیا کہ یہ میرا دشمن ہے۔ یہ ہمیں لوٹنا چاہتا ہے تو پھر وہ اس کی پرواہ نہیں کرتا بلکہ ذکر پہ ڈٹ جاتا ہے خوب اللہ اللہ کرتا ہے۔

حضرت جی منصب اور اولیاء اللہ کے مناصب اور ارواح

حضرت رحؒ نے اہل اللہ کے متعلق تفصیل لکھی اور اپنے منصب کا بھی ذکر کیا اس وقت تک آپ مقام صدیقیت تک نہیں پہنچے تھے۔

اصل بات یہ ہے کہ صوفیہ عارفین کی ۵ صدی ہجری کے آخر میں سے شروع ہو کر ۱۰ صدی ہجری کے اول تک کافی تعداد میں رہی۔ ہر طرف ان کا دور تھا۔ صلحاء امت کی جماعت حد سے زائد تھی اور چار صدی ہجری تک تو تبع تابعین کی جماعت کے شاگرد موجود تھے پھر اُن کے خاتمہ پہ یہ جماعت اولیاء کی رب العالمین نے پیدا کی کثرت سے عالم برزخ میں جن کاملین سے ملاقات ہوتی ہے ۵ ہجری سے ۱۰ ہجری تک کے مابین ملتے ہیں۔ ہم نے بھی جن سے فیض حاصل کیا ہے۔ وہ بھی اسی زمانہ کے ہیں۔ پھر ۱۰ ہجری کے بعد بہت کم ہوئے۔ پھر چودھویں صدی میں تو خدا ہی حافظ۔ صرف رنگ نما رنگ فروش ہیں۔ مگر رنگ ساز نہیں کوئی جس طرح بارش رحمت کی برستی ہے اسی طرح تجلیات باری کی رحمت کا محل بھی یہی لوگ ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کو وقتاً فوقتاً پیدا کرتا رہتا ہے۔ ان کی حالت بھی مختلف ہوتی ہے جیسے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرح کہ کوئی اولوالعزم کوئی رسول کوئی صرف نبی اور اولوالعزم رسول صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔ اور رسولؑ بھی مدتوں بعد آتے ہیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہر زمانہ میں آتے رہتے ہیں تو رسول خدا کی بعثت سے انبیاء کا آنا ختم ہوا تو پھر ہر قسم کی نبوت آپ پہ ختم ہو گئی۔

آپ کے وصال کے بعد زمین سخت روئی جیسا کہ قاضی عیاض کی شفاء فی حقوق المصطفیٰ اور اُس کی شرح۔ ملا علی القاری نسیم الریاض علامہ شہاب خفاجی میں مذکور ہے کہ زمین کو رب العالمین نے تسلی دی کہ میں اس میں صدیق پیدا کروں گا۔ قطب وحدت پیدا کروں گا (تمہارے شیخ کا منصب بھی ق ... و ... ہے) اور افراد پیدا کروں گا۔ کوئی قطب ارشاد ہو گا کوئی قطب ابدال ہو گا اور کچھ ابدال بھی ہوں گے۔ جو قطب ابدال کے چیلے اسی ہوں گے ان سے میں زمین کو خالی نہیں چھوڑوں گا۔ یہ حضرات ایک سے دو کی زمین پر رہے ہیں ان تمام نیچے والے طبقوں کو سب سے اونچی ہستی سے فیض ملتا ہے اگر صدیق ہو تو جو آج موجود نہیں صدیق سے نیچے جاتا ہے۔ اگر قطب وحدت موجود ہو تو تمام کو اُس سے فیض ملتا ہے اگر یہ نہ ہو تو فرد سے اور اگر یہ بھی نہ ہو تو قیوم سے ملتا ہے اگر یہ بھی موجود نہ ہو تو پھر غوث کی وجہ سے۔ قیوم اور افراد اور قطب وحدت اور صدیق یہ کہیں کہیں صدیوں بعد خدا تعالیٰ پیدا کرتا ہے یہ اولوالعزم کے نائب ہوتے ہیں۔ باقی رہا اب اپنے اپنے کاروبار میں باوجود مشغول ہونے کے اور روٹی حرام کھانے اور بدکار لوگوں کی مجالس میں رہ کر گانے بجانے سُن کر نظر کو حرام کا مرتکب بن کر پھر بھی اس جماعت کے فرد ہیں اور ذکر کے انوار سلب نہیں ہوتے اس سیاہ دور میں بھی ذکر و فکر تم کر رہے ہو۔ یہ بھی تمہارے شیخ کی قوتِ روحانی کی برکت و اثر ہے اور خدا کی مہربانی ہے ورنہ کہاں تم ملازم اور کہاں یہ نازک چیز۔

بیٹا خدا کا شکر ادا کریں۔ اپنی استقامت کی دعا کریں اور اپنے رفقاء کو بھی بتائیں اور اس نعمت سے آگاہ کریں۔

امام کو نماز میں لقمہ دینا

۳۰ دسمبر ۱۹۶۹ء عزیزم حافظ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

گرامی نامہ سابقہ کا جواب غالباً مل چکا ہوگا۔ نامنظوری درخواست حج کا صدمہ تو ہوا مگر جو منظورِ خدا ہو۔

مسئلہ نمبر ۱: امام کو لقمہ دینا۔ ٹھیک بات تو یہ ہے کہ اتنا پڑھ چکا ہو جس سے نماز جائز ہوگی تو رکوع کر دے لقمہ نہ لے۔

۲۔ اگر اتنی قرأت نہیں پڑھی جس سے نماز جائز ہو تو انتقال کر جائے۔

۳۔ لقمہ دینے والا جلدی نہ کرے

۴۔ الصلوٰۃ کے مقدار نہیں پڑھی تو لقمہ جائز ہے

کبیری۔ والفتح۔ ان لم یقرء قدر الواجب شدۃ تاکہ الواجب دقربدمن الغرض

۵۔ اتنی قرأت پڑھ چکا جس سے نماز جائز ہو گی تو پھر لقمہ کسی نے دیا تو اس کو امام نے لے بھی لیا تو اس میں اختلاف ہے بعض فقہا مشائخ نماز مفسد فرماتے ہیں مگر عام فقہاء کا فتویٰ عدم فساد کا ہے دنی الکافی والصحیح ان لا تفسد بکل حال کبیری۔ مگر بہرحال اختلاف سے بچنے کے لئے لقمہ دینے والا جلدی نہ کرے۔

حضرت کاشن رح

۲۲ جولائی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

جناب کا گرامی نامہ مل کر کاشف حال ہوا آپ کے خط کے ساتھ عزیزم بشیر صاحب کا خط ملا ہے کوئٹہ کی کاروائی تحریر فرمائی ہے۔ عزیزم میری ایک بات ذہن نشین فرمالیں۔

میں کوئی پیر نہیں ہوں نہ ہی ظاہر بیعت اپنے ہاتھ پر لیتا ہوں میں ایک معلم ہوں۔ تعلیم سلوک اسلامی کی دیتا ہوں جو دنیا سے نابود ہو چکا ہے آپ ایک فوجی افسر ہیں خوب سمجھ سکتے ہیں تعلیم فن کے لئے شرط ہے کہ استاد معلم ماہر فن ہونا چاہیئے نہ کہ مقبول بھی مقبولیت کا علم خدا ہی کو ہے ہم کیا جانیں۔ باقی بیعت میں شافعِ امت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس پر روحانی بیعت کرتا ہوں اور انا من الرجال لا یشقی جلیسہم میں اُن مردوں سے ہوں انشاء اللہ وبفضل اللہ کہ جس کا جلیس بدبخت نہ رہے گا بشرطیکہ بندہ سے خلوص کے ساتھ تعلق قائم کیا ہو تو۔ عزیزم انسان دنیا میں محض عبادت ومعرفت الٰہی کے لئے پیدا ہوا ہے۔ انسانی تخلیق کا فلسفہ قرآن کریم نے وَ مَا خلقت الجن والانس الا لیعبدون میں فرما کر بیان کر دیا ہے انسان کے لئے اولین فرض ہے کہ رضا الٰہی کو تلاش کرے اور ظاہر باطن اپنے مالک کا مطیع بن جائے۔ عزیزم جب تک انسان کا باطن صاف نہ ہو جائے اُس وقت تک ظاہری اطاعت خطرہ میں ہے باطن کی خرابی سے آہستہ آہستہ ظاہر بھی خراب ہو جاتا ہے پھر ظاہری احکام شرعی کے بجالانے میں تعطل پیدا ہوتا ہے۔ عزیزم جس طرح علوم ظاہر بغیر عالم ظاہر کے حاصل کرنا محال ہے اسی طرح علوم باطن بھی بغیر عالم باطن کے حاصل کرنا محال ہے عزیزم انسان خود ہزاروں چلہ کشی کریں مجاہدہ وریاضت کرے اور بے خوابی تخلیہ وغیرہ مدت مدید تک کرے شیخ کی ایک توجہ کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ بشرطیکہ شیخ کامل ہو۔ عزیزم کاملین کا وجود الفقار ہو چکا ہے اور کچے صوفیوں کی دوستی خود تباہ کن ہے پھر عام بھی اور جاہل بھی۔ مولانا جامیؒ نے اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ

مکن با صوفیاں خام یاری — کہ با خاصان نیاشی خام کاری
کہ باللہ دوست آں یار خدائی — و نش روشن زنور آشنائی
چنیں یارے کہ یابی خاک او شو — اسیر حلقہ فتراک او شو

عزیزم ملازمت کا ہونا عیب نہیں بشرطیکہ خدا نہ بھول جاوے قرآن کریم نے بتایا ہے رجال لا تلہیہم تجارۃ

مردانِ خدا کو دنیا کا کوئی کام ذکر خدا سے ونماز سے نہیں روک سکتا۔ عزیزم اگر آپ لوگوں کو خدا تعالیٰ نے استقامت عطا فرمائی اور سلوک کی وہ منزل جسے مقام رضا کہا جاتا ہے طے ہوئی تو اُس وقت آپ خود سمجھ جاؤ گے کہ یکدم با خدا بودن بہ از تخت سلیمانی۔ عزیزم ایں آں سعادت است کہ حسرت برد بر آں جوہریان تخت و قیصر ملک سکندری۔ عزیزم یہ چیز دنیا سے نابود ہو چکی ہے کوشش کریں اتباع سنت واتباع شریعت۔

عزیزم ہم تو ضروری کراتے ہیں کہ دربارِ نبویؐ میں سالک کو پہنچا دیں حضورِ اقدس کے دستِ اقدس میں سالک کا ہاتھ پکڑا دیں اور عرض کر دیں یا رسول اللہ یہ آپ کا امتی ہے۔ ہمارا کام

تھا۔ آپ کے دربار میں پہنچا نا آگئے یہ جانیں آپ جانیں۔ یہ کوئی انوکھی بات نہیں بلکہ سینکڑوں حضوری ہو چکے ہیں۔

عزیزم اس نعمت سے بڑھ کر کوئی دنیا میں نعمت نہیں تمام دنیا کی حکومت اس کے مقابلے میں ہیچ ہے خدا والے بن جائیں خدا آپ کا ہو گا۔ ۵۷

عزیزم کپتان حنیف سے عرض کرنا بیٹا جتنی ترقی کرو گے اتنی ذمہ داری بڑھے گی۔ خیال کرنا اپنے ماتحتوں کو نماز کی تلقین کرنا۔ دنیا خدا سے دور ہو چکی ہے۔ رسول خدا سے روحانی تعلق توڑ چکی ہے۔ اُخروی مواخذہ کی قائل نہیں۔ خوف خدا نہیں رسولؐ کا حیا نہیں ہم دورِ الحادی سے گذر رہے ہیں گمراہی و الحاد کا طوفان ہے۔

نوٹ:۔ یہ شفقت نامہ حضرتؒ نے جماعت میں شامل ہونے والے ایک افسر کو کوئٹہ لکھا۔ جنہوں نے پروموشن کا انتظار کیا نہ پنشن کا اور ریٹائرمنٹ لے کر کچھ اس طرح کا کاروبار کرنے لگے ہیں اللہ سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے اور خاتمہ بالخیر ہو۔

ملک کی سلامتی کی فکر

ستمبر ۱۹۶۵ء کو ایک شفقت نامہ میں حافظ غلام جیلانی صاحب کو فرماتے ہیں پاکستان کو خیر ہے بے فکر رہیں حکومت سے ہم کو زیادہ فکر ہے۔ انشاء اللہ خیریت ہو گی۔ تمام اولیاء کو بفضل تعالیٰ زاری سے ہم نے اس طرف متوجہ کر دیا ہے۔ ہاں خدا کی بے نیازی سخت ہے۔ کانٹا بدل دے تو اس سے دور نہیں۔ ہم اس کے فضل کے امیدوار ہیں انشاء اللہ ہم کو فتح عطا کرے گا۔

۱۹۶۴ء میں حضرتؒ کے منازل

دل کی حالت رقیق ہو چکی ہے معصوم بچہ کی طرح شاید رمضان کے بعد کچھ سختی آ جائے۔ ورنہ کام کار محال ہو جائے گا۔ یہ سگِ دنیا جب منازل تبدیلی کی انتہا میں پہنچا تو یہ حالت شروع ہو گئی۔ اب منازل افراد میں افراد سے آگے قطب وحدت کے منازل آتے ہیں۔ میں منازل افراد میں چل رہا ہوں۔ ان منازل میں دل معصوم ہو گیا ہے۔ ہر وقت دنیا کے خیال سے دل دور رہتا ہے۔ جو کام کرتا ہوں اس کی طرف پورا خیال نہیں جاتا

جس طرح کسی انسان نے شراب نوش کر لیا ہو۔ اور حالت نشہ میں کوئی کام کرے۔ یہی حالت ہے ناچیز کی۔ اس واسطے خطوط کی تحریر میں بھی معصیت نظر آتی ہے۔

خط کے اختتام پر فرمایا ”غلام جیلانی بندہ کے قلم سے منازل کا جو نام نکل گیا ہے۔ یہ رفقاء پر ظاہر نہ کرنا چونکہ نااہل بھی ہوتے ہیں اور سن کر غلط اثر لیتے ہیں۔ غوث کی ترقی کے بعد فرد ہوتا ہے جو غوث سے اعلیٰ ہے مگر یہ لوگ کہتے ہیں غوث سے آگے منصب ہی نہیں۔ والسلام

تصوف و سلوک کی غرض و غایت

۲۸۔ اکتوبر ۱۹۶۳ء کو حافظ غلام جیلانی صاحب کو ایک والا نامہ میں لکھا۔ جناب نے بندہ کے حق میں جو لکھا ہے یہ آپ کا حسن ظن ہے ورنہ میں تو اپنی ذات کو خوب جانتا ہوں۔ میرے رب نے جو انعام اس حقیر پر فرمایا۔ یہ محض اس کی مہربانی و رحمت ہے ورنہ میں اس انعام کا حقدار نہ تھا۔ نہ ہی کوئی ایسا عمل صالح اس بدکار کا تھا جس کی وجہ سے اس کا مستحق ہوتا تمام کی تمام مہربانی اس مولا کریم کی ہے

نیاوردم از خانہ چیز نخست
آں چہ بمن دادی ہمہ چیز تست

حافظ صاحب وقت بہت نازک ہے اس وقت چند منٹ علیحدہ بیٹھ کر محض خدا کے ذکر کیلئے۔ یہی غنیمت ہے اور کچھ ہی نہ ہو تو اپنے رب کو تو یاد کرتے ہیں۔ تمام خیال چھوڑ کر اور کوئی خالی بھی نہیں رہے گا انشاء اللہ تعالیٰ اپنے اپنے وقت پر ہر شخص کو اپنا اپنا حصہ ضرور ملے گا۔ کل شئ مرھون لوقتھا۔ دل سے تمام خواہشات نکال کر صرف ایک رب کی رضا کی طلب دل میں لے کر ذکر کیا کرنا۔ تمام امور میں اسی پر توکل کرنا۔ ذکرِ الٰہی کثرت نوافل میں ہی داخل ہے۔ قرآن نے کثرت ذکر کی قید و مقدار نہیں لگائی۔

غرضِ سلوک و تصوف محبت خدا و رضائے الٰہی ہے۔ اور محبت چاہتی ہے اطاعت محبوب کو اور اطاعت محبوب باتباع شریعت سے حاصل ہو گی۔ بلکہ کمالِ اطاعتِ شریعت سے۔ دوم آدابِ شیخ، بغیر ادب شیخ سے قلبی تعلق کے اس کا حصول محال ہے۔

معمول میں سستی نہ کرنا۔ پھر دیکھنا قلب پر کیا کیا کیفیات طاری ہوتی ہیں کس قدر سمندر کی لہروں کی طرح انوار پھیلاتا ہے۔ ساتھیوں کی خدمت میں سلام عرض کرنا۔

والسلام

اولیاء اللہ کا سارے کا سارا سرمایہ محبت الٰہی ہے

۵ ر دسمبر ۶۳ء کو حافظ غلام جیلانی صاحب کو والانامے میں فرمایا۔

معمول میں محنت کریں اور اللہ کا شکریہ ادا کریں۔

قال تعالیٰ فخذ ما اتیتک وکن من الشکرین۔

جو مل جائے اس کا شکریہ ادا کرنا ہی مزید نعمت کا مستحق بنایا ہے لئن شکرتم لازیدنکم اگر تم شکر ادا کرو گے تو ہم مزید دیں گے عزیزم اہل اللہ عارفین کا وجود نابود ہو چکا ہے کالعنقاء۔ آپ لوگ تو خدا کا لاکھ لاکھ شکریہ ادا کریں کہ آپ کو بغیر محنت گھر بیٹھے بٹھائے اتنی بڑی نعمت خدا تعالیٰ نے دے دی ہے

ایں آں سعادت ہست کہ حسرت برد برآں

جویان تخت قیصر و ملک سکندری

رہی خواب کی تعبیر تو عزیزم یہ پیاس موت تک رہے گی۔ منازل سلوک کی انتہا نہیں چونکہ اللہ کی انتہا نہیں۔

عزیزم سلوک ایک ایسا سمندر ہے جس کے کنارے کسی کو معلوم نہیں ہو سکے پھر آپ کی پیاس کس طرح پوری ہو جائے۔

عزیزم دو چیزوں کا ہمیشہ کے لئے بے حد خیال کرنا۔

اوّل شریعت کا دوم شیخ سے خلوص کا۔ یہ دونوں ترقی کے سبب ہیں علم تصوف سرے سے تجرید القلب اللہ تعالیٰ واختصار ما سواہ۔ تمام کائنات کے ماسوا خدا تعالیٰ کے لئے دل خالی کرلینا خدا کیلئے کوشش کرنا کہ باوضو رہو فرائض و نوافل کی پوری پابندی کرنا۔ اکل حلال صدق تعالیٰ۔ اتباع رسولؐ پر جان دینا۔ غلطی انسان سے ہوتی ہے شیخ سے محبت و خلوص میں نقص آیا تو ترقی ختم خیال کرنا۔ اولیاء اللہ کا سارے کا سارا سرمایہ محبت الٰہی ہے۔ اور محبت چاہتی ہے اتباع وعبارت محبوب کی اور یہ اتباع شریعت سے حاصل ہوگی۔ اتباع شریعت میں اوّل اتباع رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

سلوک کا مقصد :۔

حافظ غلام جیلانی صاحب کو

۸ ر فروری ۱۹۶۴ء کو ایک شفقت نامے میں فرمایا :۔

سالک المجذوبی آپ کو شروع کروا دی جائے۔ باقی آپ جب بندہ کو ملیں گے تو مستقل طور پر انشاء اللہ ترقی شروع کروا دوں گا۔ میں آپ کی بنیاد مضبوط کرنا چاہتا ہوں بخل نہیں ہے جو آگے جانا چاہے اس کو ترقی دی جائے گی۔ جو قابلِ منصب ہو اس کو منصب بھی ملے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

آپ خیال کریں تمام کمالات کا دروازہ بند ہو چکا ہے صرف اتباع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا دروازہ کھلا ہے اگر کوئی ساتھی مشرب۔ موسویؑ۔ عیسویؑ یا ابراہیمیؑ یا نوحی یا آدمی ہو اس کو اس مشرب سے ترقی مل ہی جائے تو یہ تمام انبیاء کے کمالات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دریا کا نالہ ہیں۔

ہر ساتھی کا فرض ہے کہ شریعت محمدیؐ کی پوری پوری اتباع کرے تمام سابقہ شرائع شریعت محمدیہ سے ایک نالہ ہیں یہی حالت ولایت باقی انبیاء و رسول اکرمؐ کی ہے۔ ولایت محمدیہ سے زیادہ بہرہ ور وہی ہوگا۔ جو کمال اتباع میں مستغرق ہوگا۔

سلوک کا مفہوم آپ کو انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب حاصل ہو جائیگا۔ سلوک کا مقصد یہ ہے کہ

احکام شرعی بلکہ پوری اعمالی ہے وہ تفصیلی و کشفی ہو جائے۔ وہ انشاء اللہ آپ کو حاصل ہو جائے گی۔ آپ کو ایک نصیحت کروں "میرا دامن مضبوطی سے پکڑ لینے کی آپ ہمیشہ خدا سے دعا کیا کریں اور استقامت کی اور خلوص سے مضبوط رہنا انشاء اللہ تعالیٰ سمندر بے کنار پیش کروں گا جس کے کنارے کسی کو نہیں ملے۔

قضنا البحر لا یقف ساحله الانبیآء

ما برائے استقامت آمدیم نے برائے کشف و کرامت آمدیم

۱۹۸۱ء میں حافظ غلام جیلانی صاحب حج پر گئے تو آپ نے یکم اکتوبر ۱۹۸۱ء کو ایک والا نامہ میں تحریر فرمایا۔

از طرف ناچیز فقیر اللہ یار خان

عزیزم حافظ غلام جیلانی صاحب

السلام علیکم، جناب کا گرامی نامہ ملا۔ یاد آوری کا شکریہ

یہ تو جناب نے نہیں لکھا کہ معجم الاوسط طبرانی ملی ہے کہ نہیں دیگر معجم الکبیر جس کی چار جلدیں ہیں آگئی ہیں۔ مگر جلد ۵ نہیں آئی تھی۔ اس کی تلاش ضروری ہے اگر بالفرض معجم الاوسط طبرانی نہ ملے۔ تو پھر اس کے عوض کتاب الموافقہ علامہ ابن سبحان ابن سمان کی ضرور لانا۔

دیگر حضرت منظور حسین شاہ صاحب کو ضرور ملنا۔ اور ان کو عرض کرنا۔ کتاب سیرت ابوبکر صدیق مؤلفہ جناب حافظ عماد الدین المعروف ابن کثیر جس کی تاریخ بھی لی گئی۔ البدایہ والنھایہ اس کی سیرت ابوبکر صدیق بھی ہے تین جلدوں میں ہوگی۔ یہ ضرور ہی تلاش کریں۔ باقی رفقا قاری محمد یار۔ میجر احمد خان مولوی فضل الرحمن بمعہ احمد خان طہران (ایران) سے آئے گا۔ اور مستری محمد امیر ریاض سے صوبیدار محمد صادق ان تمام کو ملنا۔ اور ہمراہ رکھنا۔ ان کو دربار نبویؐ میں پیش کیا کرنا۔ میری درازی عمر اور خاتمہ بالکمل لایمان کے لیے۔ صحت کے لیے اور مخلوق کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے مقام ملتزم پر سینہ کعبہ سے لگا کر دعا کرنا اور اس مقام پر مزارعین کے شر سے محفوظ رہنے کی دعا کرنا، خدا ان کے شر سے محفوظ فرما کر ان کو کسی اور طرف لگا کے سخت پریشان کیا ہوا ہے۔

جماعت کی ترقی کے لئے اور خدا تعالیٰ اس سے اپنے دین کی خدمت کے لئے منتخب و پسند فرما کر ان کو دین کا خادم بنا دے اور قیامت تک جماعت کا وجود باقی رکھے۔ خدایا ہم کو جماعت کی خدمت کے لئے استقامت نصیب فرما۔ تمام جماعت کو درجہ بہ درجہ سلام۔

آپ کے گاؤں چکڑالہ والوں کی عادت :-

اگست [illegible] میں بندہ کراچی سے تبدیل ہو کر جہلم آیا۔ حضرتؒ کا اکلوتا بیٹا مولوی عبدالرؤف بھی جہلم نارمل سکول میں معلم تھا۔ ۲۷ اکتوبر [illegible] کو ایک والانامہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

دوسرا رقعہ مولوی عبدالرؤف صاحب کو دے دیں مولوی عبدالرؤف میرا بیٹا ہے اور اولاد بڑی پیاری چیز ہے۔ خاص کر جب ایک ہی لڑکا ہو۔ مگر اس کی باتوں کی طرف توجہ نہ فرمانا یہ بھی چکڑالہ کا ہے اس مٹی کو شرف ہے کہ کسی کو اچھا نہ کہو۔ بلکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جو معصوم ہستیاں ہیں ان کی عیب جوئی کرنے سے بھی چکڑالہ والے دریغ نہیں کرتے۔ یہ ان کی عادت ہے۔

نوٹ :- جب رقعہ دینے جائیں تو ان کو ایکسیڈنٹ کی پوری تفصیل بتا دینا اور یہ بھی بتانا کہ پہلے استاد صاحب کی ہدایت تھی کہ ان کو نہ بتانا انہیں تکلیف ہوگی۔ اب چونکہ ٹھیک ہو چکے ہیں تو بتانے کی اجازت ہے۔

اصلاح کا نسخہ فقط ذکرِ الٰہی ہے

۲ اپریل ۷۴ء کو ایک خط میں کوہاٹ امان شاہ صاحب کو لکھا۔

ہمارا مقصد اصلاح خلق ہے نہ کہ پیری مریدی اور بغیر ذکرِ الٰہی کے اصلاح محال ہے۔ آپ کے ہاتھوں سے انشاءاللہ دنیا کو بے بہا فائدہ ہوگا۔ خداتعالیٰ آپ کو استقامت نصیب فرمائے انشاءاللہ آپ کا فیض افغانستان سے سمندر تک جائے گا۔

آپ اتباع شریعت خاص کر اتباع سنت رسول ﷺ کا بڑا خیال رکھیں کوشش کریں۔ آپ کی وجہ سے خداتعالیٰ مخلوق کو راہ راست پر لائے خاص کر اپنوں کو۔ عزیزم آپ سید ہیں اپنے نانا پر میدان قیامت میں بوجھ نہ بن جائیں۔ آپ کا اولین فرض ہے کہ نانا کے دین پر سر دھڑ کی بازی لگائیں۔ مخلوق کو نیکی کی دعوت دیں۔ خالی پیری مریدی تو محض دکانداری ہے آؤ خدا کے بندے بن جاؤ۔ دنیا تمہارے قدموں کو بوسہ دے گی۔ خیال کرو وقت نازک ہے۔

غلام خوانی فرقہ

۱۹۸۲ء میں ایک والانامہ میں اس گمراہ ٹولہ کے بارے فرماتے ہیں۔ یہ ایک ملعون ٹولہ ہے۔ ان کے پیچھے نماز جمعہ۔ عید۔ جنازہ وغیرہ نہ پڑھی جائے۔ اس ملعون ٹولہ کو سلام تک نہ دیا جائے۔ ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ اس سے علیحدہ پڑھ لینا بہتر ہے۔ یہ لوگ دیوبندی نہیں بلکہ صرف دیوبندی بن کر چندہ وصول کرتے ہیں۔ یہ دیوبندیوں کو تو مشرک کہتے ہیں۔ یہ دیانندی ہیں پنڈت دیانند آریہ سے۔ جس نے حیات نبی کا انکار کیا تھا۔ وزیر سلطان تغلق بیگ سلجوقی کا یہ معتزلہ تھا۔ یہ لوگ اس مردود کے تابعدار ہیں اور ملحدین ہیں۔

بارگاہِ الٰہی کی ملازمت

تمام رفقاء کو میری طرف سے السلام علیکم عرض کرنا۔ وقت بڑا نازک ہے دور الحادی و بے دینی کا ہے لوگ خدا سے دور ہو

چکے ہیں اور موت سر پر ہے زندگی غیر سے مانگی ہوئی ہے۔ دنیا پر آنا، رہنا اور جانا ہمارے بس کی چیزیں نہیں موت کا وقت مقرر ہے بعد موت دست افسوس پر چپک لگایا جائے گا مگر بے سود ہوگا وقت گذر چکا ہوگا۔ دنیا جو دار العمل تھا دور رہ چکا ہوگا۔ واپسی عمل کیلئے محال ہوگی۔ دنیا ابھی دار العمل ہے اس میں کماؤ آخرت کیلئے جمع کراؤ۔ یہی کھیتی ہے آگے جمع شدہ مال کام آئے گا۔ مال کیا ہے اعمال صالح۔ خیال کرلو خواب غفلت میں مدہوش نہ رہنا۔ لوگوں پر نگاہ نہ کرنا۔ آپ تو بارگاہ الٰہی اور بارگاہ رسالت و نبوت کے ملازم ہیں۔ لوگوں کا تعلق ابلیس و نفس سے ہے اور تمہارا خدا اور رسول سے۔ خوب سوچ لو دنیا کی زیب و زینت میں مست نہ ہو جانا یہ سب تمام پانی کے بلبلے ہیں جلدی ختم ہو جائیں گے۔ دیگر ہیں نے ماہ ہوئے کہ نور محمد کے کتب خانہ سے ایک کتاب وی پی طلب کی تھی جس کی قیمت ۹/۸ روپے تھی اس وقت انہوں نے جواب دیا تھا تین ماہ کے بعد پتہ کرنا اب تین ماہ گذر گئے ہیں۔ پتہ کرنا۔ نام الطریقۃ المحمدیۃ والسیرۃ الاحمدیۃ علامہ برکوی کی۔ اگر یہ نہ ملے تو کتاب الریاضۃ وادب النفس حکیم ترمذی کی۔ اگر مل جائے تو ارسال کر دینا۔ تمام رفقاء کو السلام علیکم قبول۔

ساتھیوں کی تکلیف کا خیال

آپ کے خط کے ملنے پر میں نے کراچی کا ارادہ ملتوی کر دیا تھا مگر ۹/۹ کو حافظ غلام جیلانی صاحب چکوڑالہ آئے۔ انہوں نے کہا کہ ارادہ ملتوی نہ کریں۔ ساتھیوں کا پختہ خیال ہے اور آپ کے منتظر ہیں۔ اب دوبارہ عرض ہے کہ اگر آپ کو بندہ کے آنے پر ذرا بھر بھی تکلیف ہو تو میں آنے کے لئے تیار نہیں۔ میں اپنے روحانی بچوں کو ہرگز تکلیف دینے کے لئے تیار نہیں اور میں پھر دوبارہ ۲۳/۹ کو دورہ پر جا رہا ہوں۔ چکوال کے ساتھی ملیں یا نہ مل سکیں۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ ۲/۱۰ تک واپس آجاؤں گا۔ آپ جلدی جواب دیں اگر آنا ہوا۔ کراچی تو میں ۱۵ اکتوبر ۸۳ء یا ۱۶ اکتوبر یا ۱۷ اکتوبر کو ان تاریخوں میں سے کوئی تاریخ مقرر کروں گا۔ جو خط جناب کو آئے گا۔ ۱/۱۰ کو اس میں تاریخ کا گاڑی کا تعین ہوگا۔ نیز کہ کس وقت کراچی پہنچ رہا ہوں۔ مگر آپ کو اگر ذرا بھر تکلیف ہو تو ملتوی کروں گا۔ نہ آپ کو تکلیف ہو نہ بندہ کو۔ سفر طویل ہے خدا بخش غالباً ساتھ ہوگا۔ روڑی سکھر سے بشیر بھی ہمراہ ہو جائیگا۔ شاید صوبیدار علی محمد سمہ سٹہ سے مل جائیں مگر ان کا خرچ اپنا ہوگا کراچی تک۔

بعض سادہ لوح دریافت کرتے ہیں کہ اگر پیر فوت ہو جاتے تو کیا دوسری جگہ بیعت جائز ہے؟ خدا کے بندو! پہلے اتنا تو غور کرو کہ بیعت بجائے خود مقصد نہیں، بلکہ ایک مقصد کے حصول کے لئے ایک ذریعہ ہے، مقصد ہے اللہ کی رضا حاصل کرنا اور بیعت ذریعہ ہے تاکہ ایک کامل کی شاگردی اختیار کر کے یکسو ہو کر تعلیم حاصل کرتا رہے اور ترقی کرتا چلا جائے۔ اگر پیر کے فوت ہو جانے پر آدمی کوئی دوسرا اُستاد تلاش نہ کرے گا تو ظاہر ہے کہ اول تو اپنا نقصان کرے گا اور اس سے بڑا نقصان یہ ہے کہ اس کے پیش نظر رضائے الٰہی کا حصول نہیں بلکہ شخصیت پرستی کا شکار ہے۔

خطوط کے عکس

مورخہ ۱۰ / ۱ / باسمہ تعالیٰ ، از حقیر راقم الحروف الی الکریم ، چشتی اللہ یار

شعبان ۳ ربیع الثانی ، ربیع الاوّل ، نام شیخ نامہ ربیع الثانی

بخدمت عزیزم مولوی فضل حسین صاحب زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آنکہ مورخہ ... کو حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ کے مزار سے واپس گھر آیا تو آپ کا

جواب ملا گرامی نامہ موصول ہو کر مشفق حالات کی یاد آوری کا باعث بہت شکریہ

عزیزم ہر قسم کے خدشوں کو ختم کرنے کے لئے بیشمار آپ کی ... اللہ تعالیٰ ... ہمیشہ

توجہ فرمائیں ... بیماری یا تکلیف کی ... اور مصیبت آئے تو

پہلے ... لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم باوضو پڑھا کریں ...

اس کے ... سورت ... پڑھا کریں ... لا حول ... بلند ...

... دل میں ... دعا ... نقشبندیہ خاندان کا اب

... تسبیح پڑھ لیا کریں ... درخواست بیعت ... حضرت مدنی مدظلہ کی

خدمت میں بیعت زیادہ ... تھی کہ یہ ... علم باطنی سلوک دنیا

سے ... علم ... تلاش ... طالب نادر

ہو سکتا ہے نہیں کہ کسی کو نیت شبہ ہو کہ یہ سب آپ کا منشاء ہے علم و فن کا تعلق ہے اگر ان کو کسی تلاش کی ہو کوئی مطلب
تو نام و نمود کی نہ ہو گی مگر یہ حال ہو تو نہیں ہے دنیا کی محبت گوشت کو [illegible] کی کتابوں کو دیکھا
اس کا صحیح طالب تو نہ پایا جو پایا وہ طالب عزت و طالب جاہ و طالب مال پایا ہے خوب
سمجھ لیا ہے کہ طالب رضائے مولا نا پید ہے جو تصوف کا دم بھرتا ہے وہ شخص اس کو ذریعہ
معاش بنا کر رہ گیا ہے ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ میرا [illegible] ظاہر ہو کہ نہ [illegible] آپ کو [illegible]

ختم [illegible] ختم تو معاش ختم عزت ختم اللہ اکبر جب دل میں یہ ہے تو معرفت رب کہاں ہو سکتا ہے خوب سمجھ
لیا ہے [illegible] بہت بڑا حجاب ہے [illegible] حجاب ہے [illegible] اہل اللہ عارفین
کا [illegible] زمانہ [illegible] غنیمت [illegible] زندگی کا کیا اعتبار [illegible] سابقہ [illegible] حقیقت
[illegible]
اس [illegible] [illegible] وقت [illegible]
اب [illegible] دریافت کیا تھا [illegible] متعلق [illegible]
کے [illegible]

[illegible] درخواست [illegible] منظور [illegible]
[illegible]
[illegible] درخواست [illegible] منظور [illegible]
[illegible] تمام [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

۱ باسمہ تعالیٰ الداعی الی الخیر ناچیز اللہ یار خان

از چکڑالہ ۱۰/۱۴ 63

بخدمت شریف عزیزم فقیر محمد فضل حسین صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ مکرم کشف حالات مرا سرگودھا میں دیکھ کو تمام رفقاء ذکر شام تک

بہت انتظار کی تو بار بار جناب کا نام لیتے رہے مگر افسوس کہ علم ہوا کہ وہ نہیں آئے

اگر آپ آجاتے تو جناب کو تمام قصہ سناتے مطلب یہ کہ جناب کے سامنے پیش

ہیں کہ جا بجا دعا کی جاتی جناب کی ترقی کیلئے ہر عمر کی جاتی آپ گھبرائیے نہیں اللہ

بھی خدا کی راہ میں لگائے ہیں وہ مسنت خانقاہ سعادت نہیں تو بہت علم نہیں

کا سال تو شروع ہی سال کے بعد عموماً کی لہریں جو تین بیس سال کے بعد دریا کی لہریں

شروع ہوئیں بائیس سال بعد دریا طغیانی میں رہا ساڑھے 23 سال بعد سمندر کی لہریں شروع

ہوئیں اب یاد رکھیں مقام احدیت سے سلوک شروع ہوتا ہے اور کمالات اولوالعزم تک

نصف سلوک ختم ہو جاتا ہے ادھر یعنی نصف ولایت محمد رسول اللہ صلعم کی ہے فوق عرش سے تہہ

عالم تحیر سے یعنی عالم حیرت و درجہ اس میں کئی منازل آتے ہیں آخری منزل مقام تسلیم ہے جس پر

اولیاء اللہ کی ولایت ختم ہے انبیاء کی ولایت مقام خلت مقام محب مقام محبت مقام تکلیم

مقام محبوبیت مملوکہ مقام محبوبیت خالصہ مقام حب صرف ۔ مقام رضاء آگے مقام کمالات

نبوت پھر کمالات رسالت پھر اولوالعزم آگے آگاہ ولایت جس میں سمندر کی لہریں ہیں

یہ ہندگار تیر رکھا ہے اور غوطے لگا رہا ہے یاد رکھیں مقام خلت ہے کہ سوائے شیخ عبدالقادر جیلانی

رحمۃ اللہ علیہ کے سابقہ اولیاء اللہ سے کسی نے قدم آگے نہیں رکھا ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء یہ انسانی

کمالیت سے باہر ہے ۔ انی ان سعادت نصیب ہو حسرت ہر و ہر ان

عزیزم ہمیشہ خدا سے دعا مانگتے رہیں یہ کسی انسان کا ذاتی کمال نہیں مقام رضا سے

اگر ولی اللہ کے مابین اور خدا کے مابین نبی تعالیٰ ... فنا کے بعد جا کر خدا تعالیٰ سے وہ نسبت
پیدا ہو جاتی ہے جو نسبت خدا سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ہوتی ہے جس نسبت
سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام خدا سے فیض حاصل کرتے ہیں اسی نسبت سے ولی بھی
خدا تعالیٰ سے فیض لیتا ہے لیکن یہ علم فنا کے بعد ملتی ہے مگر ولی ہو کر اسلام انبیاء کی
احترام اور صحیح تبلیغ کرتی ہے اس وجہ سے تبلیغ بغیر اتباع انبیاء محال نبی سے
درست کہتا ہے سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا، رب زدنی علما عزیزم یہ باتیں عام نہ کیا
کریں عزیزم یعنی تو سب مشائخ و حضور پر نور صلعم کی لعنت سے مجبور ہو کر ہم تبلیغ کرتا ہوں تعلیم ہوتی ہیں
کا دیتا ہوں قدرت سے دنیا لگ کا ہو گا اور رہا ہے تو جب دیکر تعلیم سلوک دیتا ہوں ...
دل کا دیتا ہے ریت میں ... رب کی بہار دیکھے کوئی حاصل نہ کر ... کا کرم کا
جو بیٹی کا دیتا تعلیم رب نے دیا اس کا قدرت کا لا الہ کو شکر ہے دین ... تمام ضروریات کا ...
اس کا معبود کوئی نہیں معبود نہیں مسجود نہیں مقصود لا الہ غیر اللہ اللہ اللہ باتیں دل میں رکھنا
رب کریم ... نماز ... پابندی سے
جو بعد ... شہباز ... والسلام علیکم ... حقوق اللہ حقوق العباد میں ...
سخت ... اگر خدا کا حکم
سے میں حاصل نہ کرتا اور اولیاء اللہ کی دعائیں نہ کرتی اور اب کا خلوص نہ کرتا تو تمام دنیا کی
سفارشیں کرتی ہرگز ... نہ ہوتا اس کا حوالہ ... خدا کو نقصان دیتا

والسلام ... الاکرم ...
غریب دنیا

۱۶ ے

بخدمت مکرم و محترم جناب ڈاکٹر صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ

دعا ہی سے کافی فائدہ ہو رہا ہے

صرف جو کوتاہیاں ذہن میں بار بار لیتی ہے

وہ یہ ہو سکتا ہے سخت بیدار [illegible] خوشی کے

زبان بھی بعض وقت سخت بولتی ہے

تا ہم [illegible] سے دل پر سابقہ دباؤ

دور [illegible] میں کافی فرق آ گیا ہے

تفصیل [illegible] تدارک [illegible] فرمائیے [illegible]

مزید دعا بھی عنایت فرمائیں

والسلام مع الاکرام

اللہ کا [illegible] حقیر

تا حد حقیر [illegible] — جانب [illegible] فقیر اللہ یار خان

عزیز روحانی بیٹا حافظ محمد فضل الرحمٰن صاحب

السلام علیکم بعد دعا [illegible] کہ [illegible]

کو شکر [illegible] جناب کا خط [illegible] پڑھا تھا

[illegible] تحریر [illegible] شکر [illegible]

رسوخ [illegible] علیکم [illegible] حق [illegible]

سنت [illegible] رسوخ [illegible]

[illegible] کرو [illegible]

دنیا [illegible] حفاظت [illegible]

تمام جماعت کو السلام علیکم عرض [illegible] اتباع

شریعت و سنت کا خیال [illegible]

[illegible] ذکر [illegible] کرنا [illegible]

---

۲۷ ے

[illegible] السلام علیکم

[illegible] حلقہ [illegible] نسبت [illegible]

[illegible] خیال [illegible]

[illegible] زبان [illegible]

سمجھنا مشکل [illegible] نسبت حلقہ [illegible]

[illegible] دعا [illegible]

[illegible] جناب [illegible]

[illegible] تبدیل [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] محترم [illegible] جانب [illegible]

عزیز بیٹا [illegible] حافظ محمد فضل الرحمٰن صاحب

السلام علیکم [illegible] خوشی ہوئی

تہذیب و تمدن

ہر تہذیب کی ایک روح ہوتی ہے جو اس کے مظاہر میں جھلک جاتی ہے دراصل یہی وہ چیز ہے جس سے وہ خاص تہذیب پہچانی جاتی ہے یہ تہذیبی روح وہ عقائد و افکار میلانات یا رجحانات ہوتے ہیں جو اس کے رگ و پے میں سما جاتے ہیں اور اس کے خدوخال میں ظاہر ہو کر اُس کے تشخص کا تعین کرتے ہیں۔ اسی سے اس تہذیب کی مرکزی اور حقیقی حیثیت و نوعیت کا پتہ چلتا ہے۔

اگر غور کیا جائے تو اس کرہ ارض پر بنیادی طور پر دو تہذیبیں دو طرز حیات ہیں جن میں پوری انسانی آبادی بٹی ہوئی ہے ایک وہ تہذیب تمدن وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقے اور اس کے فرستادہ انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اُن کے متبعین کے طرز حیات اور اسوۂ حسنہ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے یہی وہ ربانی تہذیب ہے۔

یہی وہ صراطِ مستقیم ہے۔ جس پر مقبول بندے گامزن رہتے ہیں اور رہیں گے۔ دوسری وہ تہذیب جو خصوصیات ربانی سے عاری ہے۔

[illegible] 25 [illegible] 2 ستمبر [illegible]
[illegible] حاجی سلیمان [illegible]
سید زادہ صاحب دیگر تمام احباب کو السلام علیکم [illegible]
[illegible]

۲۶/۶/۷۳ (باسمہٖ تعالیٰ) از چکڑالہ ناچیز اللہ یار خاں

بخدمت شریف عزیزم مولوی محمد فضل حسین صاحب، السلام علیکم

گرامی نامہ مل کر کاشف حالات ہوا۔ عزیزم صوفی محمد امین صاحب کا خط آیا تو سرہند شریف جانے کی اجازت طلب کی تھی۔ میں نے اجازت تو جانے کی دے دی تھی۔ مگر ساتھ ساتھ عرض کی تھی کہ اگر آپ اس نیت سے جائیں کہ وہ امام ربانی بھی ہے تو بڑی خوشی سے جائیں۔ گل بات کریں۔ اس سے زیادہ کچھ نہ ہوگا۔ نہ کوئی فیض ہی اعلیٰ حضرت کچھ عنایت فرمائیں گے۔ عزیزم محمد امین صاحب کو علم ہے کہ سرہند و پاک میں کوئی محبوب رب العالمین نہ ہوگا جو اس

ناچیز کے حالات سے واقف نہ ہو۔ وہ کب تیار ہوگا۔ سمندر سے نکال کر کنوئیں میں ڈالے۔ ہاں جاؤ نہ جاؤ آپ کو اختیار ہے سوائے مجالست کے اور کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ آج راولپنڈی سے ایک صوفی آیا جس کے مقام سلوک کسی عارف بِنل نے سلب کر لئے تھے۔ مدت ہوئی تلاش کرتا رہا کہ کوئی مل جائے کہ رفتہ چیز باز مل جائے میں نے کہا کہ میرا فیض کوئی طاقت دنیا میں نہیں کہ انشاءاللہ سلب کر لے۔ انشاءاللہ جس کو میں نے فیض دیا اُس سے پھر کوئی سلب نہ کر سکے گا۔ کسی کی ہستی کہ وہ سلب کرے۔ یاں بفضلہ تعالیٰ وہ خزانہ دیتا ہوں جس پر کوئی ڈاکو ڈاکہ نہ مار سکے گا۔ البتہ خود ابلیس کے فریب سے بچائے۔ میں نے محمد امین کو خط کا جواب دے دیا ہے اب تو غالباً مل چکا ہوگا۔ اُس خط میں میں نے لکھا تھا کہ کتابوں کی فہرست مکتبہ علم والوں کو دے دیں اور وقتاً فوقتاً طلب کر لیں اور منگوا دیں اور لاہور میں وہ بندہ کے نام وی پی کرا دیں۔ مگر محمد امین بھول گیا ہوگا۔ اب پھر لکھ دیتا ہوں۔ غازی احمد صاحب کا خط آیا ہے کہ یہ چھٹیاں میں چکڑالہ حاضر ہوں گا۔ شدتِ گرمی کی وجہ سے رفتار کو روک دیا ہے مگر پھر بھی ۲۲/۶ سے ۲۴/۶ تک موضع جھاٹلہ جا رہا ہوں۔ وہاں سے ایک سجادہ نشین و چند دیگر حاجی اور ایک مولوی صاحب نے پرزور اپیل کی ہے۔ حلقہ ذکر میں شرکت کے لئے جاؤں گا۔

باقی مولینا عبدالرشید صاحب یا دیگر جن کو پیری فقیری اور مولویت کا دم لگ چکا ہے۔ اُن کو حصولِ فیض یا ترقی کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ اُن کی بڑی منزل عزتِ دنیوی اور مال کمانا، مخلوق میں اپنی عزت و وقار بنانا ہے میں حیران ہوں کل خدا کے پاس جا کر کیا جواب دو گے۔ مخلوق کو دھوکا میں رکھنا خدا کی پناہ۔ پھر اُن لوگوں پر زیادہ افسوس آتا ہے جو کہتے ہیں فلاں بزرگ کے مرید ہیں۔ کیا ایک آدمی رات کو چراغ کی روشنی میں مطالعہ کرتا ہے۔ سورج کے طلوع کے بعد بھی چراغ کی حاجت؟ خدا کی پناہ۔ دریا کے سامنے چشمہ کی کیا حیثیت۔ خدا بچائے۔ حسد سے، نہ تکبر سے یہ تو محض ہمدردی کی وجہ سے تحریر کر دیا۔

عزیزی انشاءاللہ تعالیٰ اس سلسلہ میں ہیرے موتی پیدا ہونگے جو دین محمدیؐ کی صحیح خدمت کریں گے۔ عزیزی میں سنگ ریزے جمع کر رہا ہوں۔ شاید ان میں کوئی یا کچھ موتی نکل آئیں۔ عزیزی میں ایک اجیر خاص ہوں۔ بارگاہ الٰہی اور بارگاہ رسولؐ کا۔ فقہا کی اصطلاح میں، اجیر خاص وہ ہوتا ہے جس کو مالک جس کام پر لگاتا چاہے وہ انکار نہ کرے۔ میں تو مجبور ہوں۔ یہاں مشائخ کا بحکم خدا و رسولؐ حکم ہوگا۔ وہاں ہی قیام کروں گا مومن کا کوئی وطن خاص نہیں۔ اسلام کا تخم جو زمین قبول کرے۔ وہاں جا کر تخم ریزی کرے۔ ہم کو جو حکم ہوگا۔ وہ کروں گا۔ آپ بے فکر رہیں۔ آپ اللہ والوں کی جماعت میں داخل ہیں۔ اس جماعت سے بڑھ کر کوئی خدا کے ہاں مقبول جماعت نہ ہوگی نہ ہی ہے۔ ذکر خدا سے کسی وقت غفلت نہ ہو جائے۔ فرائض کی سخت پابندی، نوافل پر دوام، معمول بدستور جاری رہے بعد نصیحت و خیر خواہی کے۔ والسلام

اللہ یار خان

جواب وقتاً فوقتاً دیا کریں۔ آپ کو خط سے ہی فائدہ ہوا کرے گا۔ میرا خط بھی ایک توجہ ہے جس سے آپ کو روحانی فائدہ ہوا کرے گا۔

تنظیم جماعت

إدارة

دستور العمل

اِبتدائیہ

عصرِ حاضر میں نسبتِ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ کا احیاء دُنیائے تصوف کے بطلِ جلیل حضرت العلام حضرت مولانا اللہ یار خاں رحمۃ اللہ علیہ کی نصف صدی کی جہدِ مسلسل کا نتیجہ ہے۔ آج ایک عالم اس نسبتِ عالیہ کے فیضان سے سیراب ہو رہا ہے۔ مذکورہ سلسلۂ عالیہ کی روز افزوں وسعت پذیری اور احوالِ مستقبل کا احاطہ کرتے ہُوئے حضرت المکرم رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۸ اگست ۱۹۸۲ء کو بطورِ وصیت جامع ہدایات قلم بند کروا دیں۔ جو سلسلۂ عالیہ کے جملہ امور کی انجام دہی کے لیے اصُول اور حتمی قوانینِ سلوک کا مقام رکھتی ہیں۔

سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ کے انتظام و انصرام اور جملہ امورِ انتظامی و روحانی کو بطریقِ احسن چلانے کیلئے حضرت المکرم رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت کی روشنی میں یہ دستور العمل مدوّن کیا گیا ہے۔ جسے حضرت المکرم رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی جانشین اور سرپرستِ اعلیٰ سلسلۂ عالیہ حضرت مولانا مُحَمَّدْ اَکْرَمْ اعوان اور مجلسِ منتظمہ کی مکمل توثیق حاصل ہے۔ حضرت المکرم رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ بالا وصیت کے اقتباسات بطور کُلیّاتِ دستور العمل بابِ اوّل میں مندرج ہیں۔ جن کی روشنی میں اس کی جملہ دفعات کی تعبیر و تعیین کی جائے گی۔

مجلسِ منتظمہ

۱- کرنل مطلوب حسین (ریٹائرڈ) ناظمِ اعلیٰ ____________

۲- پروفیسر حافظ عبدالرزاق ____________

۳- امان اللہ لک ____________

۴- حاجی الطاف احمد ____________

۵- چودھری بشیر احمد ____________

۶- علی احمد ____________

کلیاتِ دستور —— دفعہ - ۱

حضرت المکرم حضرت مولانا اللہ یار خان رحؒ کی وصیت مورخہ ۱۸ اگست ۱۹۸۲ء دستور العمل سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ کے لیے بنیادی دستاویز ہے۔ وصیتِ مذکورہ میں حضرت المکرمؒ نے جو اصُول طے فرما دیئے ہیں۔ انہیں بطورِ حتمی و دائمی **کُلّیاتِ دستُور** ھٰذا حضرت المکرمؒ کے اپنے الفاظ میں درج کیا جاتا ہے۔

الف : **مقصد**

"حلقہ ذکر سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کا انتظام دائمی طور پر چلانے کے لیے بحکم اللہ اور اتباعِ سُنت رسُول اللہ ﷺ میں نے اپنی زندگی کے بعد ہدایات بطورِ وصیت نامہ چھوڑنا اس لیے ضروری سمجھا ہے کہ سلسلہ نظم و ضبط کے ساتھ ہمیشہ ذکرِ الٰہی جاری رکھے۔ ... میں اللہ تعالیٰ سے جہاں دُعا کرتا ہوں وہاں متوقع ہوں۔ کہ میری زندگی کے بعد یہ سلسلہ پھلے پھولے گا اور صدیوں پر محیط ہوگا۔ سُنّتِ محمّدی ﷺ کی مکمل اتباع کرتے ہوئے صحیح العقیدہ مسلمان۔ صُوفی۔ مبلّغ، زندگی کے ہر شعبہ میں صابر و شاکر اور غلبۂ اسلام کے لیے کام کرنے والے افراد پیدا کرے گا اس لیے اس کی مرکزیت کا قائم کرنا ضروری سمجھا گیا ہے۔"

ب : مرکز

۱۔ " میں نے موجودہ اور آئندہ حالات کے پیشِ نظر اپنی عقل و بصیرت اور تائید غیبی کی روشنی میں منارہ ضلع جہلم کے مضافات میں جگہ حاصل کر کے " دارالعرفان " کے نام سے مرکزِ سلسلہ کی تعمیر کا منصوبہ اپنے متوسلین کو پیش کیا ۔"

۲۔ " دارالعرفان منارہ کی حیثیت مرکزی ہوگی اور اس کے ذیلی مراکز تعمیر کئے جائیں اور انشاءاللہ ہوتے رہیں گے جو مرکز کے تابع ہوں گے ۔"

۳۔ " دارالعرفان چونکہ میرے متوسلین کی ذاتی کوشش اور قربانی سے تعمیر ہوا ہے اور اس کے ذیلی مراکز بھی اسی طرح متوسلین کی کوشش کا نتیجہ ہوں گے۔ اس لیے میرے عزیز و اقارب یا ورثا یا میرے کسی روحانی جانشین کے ورثاء دارالعرفان یا دارالعرفان سے منسلک کسی ادارہ کی جائیداد کے وارث نہ ہوں گے اور نہ ہی ان کا کوئی واسطہ یا استحقاق ہو گا اور یہ خالصتاً سلسلہ کے زیرِ انتظام اور ملکیت ادارہ نقشبندیہ اویسیہ ہو گی ۔"

ج : جانشین

(۱) " چونکہ یہ سلسلہ حسب و نسب سے بالاتر اور مروجہ پیری مریدی سے ہٹ کر دنیوی مفادات اور مصلحتوں سے مختلف ہے اس لیے سلسلے میں میرا جانشین صرف وہی شخص ہوگا جس کی روحانی اہلیت سب سے زیادہ ہوگی۔ میں اپنی زندگی میں ملک محمد اکرم صاحب کو اپنا روحانی جانشین مقرر کرتا ہوں کیونکہ اس وقت سلسلہ میں میرے بعد سب سے زیادہ روحانی اہلیت وہی رکھتے ہیں جنہوں نے اپنے خلوص اور جانثاری سے اب تک سلسلہ کے تقاضوں اور میری ہدایات پر عمل کرتے ہوئے اپنے آپ کو اس کا مستحق ثابت کیا ہے ۔ اور ہر جانشین اسی اصول پر نامزد کیا جائے گا ۔"

(۲) " ہر جانشین اپنی زندگی میں اپنا ایسا جانشین نامزد کرے گا جس کی روحانی اہلیت سب سے زیادہ ہو گی۔

جانشین کا تقرر مجلسِ منتظمہ کی منظوری کے تابع ہوگا۔ اگر کوئی جانشین اپنا جانشین مقرر یا نامزد کیے بغیر فوت ہو جائے یا خود جانشین برطرف کیا جائے تو اس صُورت میں مجلسِ منتظمہ میرا جانشین نامزد کرنے کی مجاز ہوگی اور یہ سلسلہ جاری رہے گا۔"

(۳) "میرے بعد سلسلہ میں ہر جانشین کے لیے مندرجہ ذیل ہدایات پر عمل پیرا رہنا لازمی ہوگا جن سے انحراف جانشینی سے محرومی کا باعث متصوّر ہوگا۔

(ا) شریعتِ مطہرہ پر استقامت یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پابندی۔

(ب) سُنّت خیر الانام ﷺ کا کامل اتباع۔

(ج) بدعات سے مکمل اجتناب۔

(د) دوام ذکر و شغل مع اللہ سُبحانہٗ۔

(ہ) اعراض عن الخلق اور رجاء من اللہ صبر توکل اور قناعت کے ساتھ۔

(س) کثرتِ ذکر کے ساتھ مراقبات سلسلہ۔

(ط) سلسلہ کے اذکار و مراقبات کی حفاظت بطورِ امانت کرنا۔ اپنی طرف سے کمی یا بیشی نہ کرے۔

(ع) ہر جانشین کو مجلس منتظمہ کو با اختیار تسلیم کرنا ہوگا۔"

(د) مجلسِ مُنتَظِمّہ

۱۔ "سلسلہ کے جملہ امور چلانے کے لیے میں مجلسِ منتظمہ قائم کرتا ہوں . . . "

۲۔ "مجلسِ منتظمہ تمام سلسلہ کے جملہ انتظام و انصرام، نظم و ضبط اور سلسلہ کی ظاہری اور روحانی ہیئت کذائی کو قائم رکھنے کے لیے با اختیار اور ذمہ دار ہوگی۔"

۳۔ "مجلسِ منتظمہ کے فیصلے سلسلہ کے ہر فرد پر نافذ العمل اسی طرح ہوں گے جس طرح میرے احکام کی تعمیل

کرنا ضروری ہے کیونکہ اس مجلس کی تشکیل میرے حکم سے ہو رہی ہے"۔

۴۔ "مجلسِ منتظمہ کا انتخاب نہیں ہوگا۔ اسامی خالی ہونے کی صورت میں مجلسِ منتظمہ کی متفقہ رائے سے پُر کر لی جائے گی جس کو میرے جانشین کی تائید حاصل ہوگی۔ اسی طرح یہ سلسلہ ہمیشہ رہے گا"۔

۵۔ "مجلسِ منتظمہ کے کسی مسئلہ یا معاملہ میں اختلاف کی صورت میں روحانی جانشین کے نامزد کردہ ممبر کی رائے فیصلہ کن ہوگی جو مجلسِ منتظمہ کے ارکان میں سے ہوگا"۔

۶۔ "مجلسِ منتظمہ روحانی جانشین کو علیحدہ کرنے کی مجاز ہوگی بشرطیکہ جانشین میری مندرجہ بالا ہدایات کی خلاف ورزی کر رہا ہو"۔

(ر) مجازین

"تصوّف سلوک کے سلسلہ میں سالک اور شیخ کے درمیان روحانی معاہدہ ہوتا ہے جسے بیعت کہتے ہیں اور شیخ جس کو اس کا اہل سمجھتا ہے کہ وہ دوسروں کی اصلاح کر سکتا ہے اسے مجاز بنا دیتا ہے۔ میرے مجازین صرف مجاز صحبت ہوں گے۔ مجاز بیعت صرف میرا روحانی جانشین ہوگا"۔

(س) ناظمِ اعلیٰ

"میں نے سلسلہ کے انتظامی امور کے لیے کرنل مطلوب حسین صاحب (لاہور) کی صلاحیتوں اور خدمات کے پیشِ نظر سلسلہ کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا ہے۔ کرنل صاحب کے بعد مجلس منتظمہ ناظم اعلیٰ کا تقرر کرنے کی مجاز ہوگی اور اس کے اختیارات اور دائرہ کار کا تعین کرے گی"۔

(ط) ادارہ نقشبندیہ اویسیہ

۱۔ "سلسلہ کی نشر و اشاعت کا شعبہ روحانی تربیت کا حصہ ہے۔ اس پہلو کے نشو و نما اور تحفظ و بقا کے لیے

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ کے تابع ماہنامہ المرشد اور جملہ تصانیف کی طباعت واشاعت کا ہو رہا ہے۔ اس شعبے کو دارالعرفان کا حصّہ بنا دیا گیا ہے۔میں اپنی تمام تصانیف اور ان کے حقوق اور المرشد کو ادارے کی ملکیت میں دیتا ہوں۔میرے کسی وارث کو حقِ وراثت نہ ہوگا۔"

۲ - "میری زندگی میں میرے شاگرد اولین حافظ عبدالرزاق (چکوال) نے اس ادارے کی نشر واشاعت اور استحکام کے لیے زندگی کا قیمتی حصّہ وقف کر رکھا ہے۔اللہ تعالیٰ ان کی کوشش کو قبول فرمائے اور انہیں اجرِ عظیم عطا فرمائے۔میں حافظ عبدالرزاق صاحب کو ادارہ نقشبندیہ اویسیہ کا ناظم نشر واشاعت مقرر کرتا ہوں۔جو تابع مجلس منتظمہ کام کریں گے اور حافظ صاحب کے بعد مجلس منتظمہ موزوں آدمی کا انتخاب کریگی۔"

۳ - "نشر واشاعت کے کام کے لیے حافظ عبدالرزاق صاحب کی معاونت کے لیے ان کی زیرِ نگرانی اور حسبِ ہدایات کمیٹی نشر واشاعت بنائی جاتی ہے۔یہ کمیٹی مجلسِ منتظمہ کے تابع ہوگی۔"

اغراض و مقاصد

دفعہ-۲

۱ - سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ، دارالعرفان ضلع چکوال کو حضرت المکرم حضرت مولانا اللہ یار خاں رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت مورخہ ۱۸ راگست ۱۹۸۲ء کے مطابق چلانا۔

۲ - دوام ذکر و شغل مع اللہ سُبحانہٗ۔

۳ - سلسلہ عالیہ کے اذکار و مراقبات کی حفاظت بطور امانت۔

۴ - کثرتِ ذکر کے ساتھ مراقبات سلسلہ کی ترویج۔

۵ - شریعتِ مطہرہ پر استقامت یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پابندی کرنا۔

۶ - سُنّتِ خیرالانام ﷺ کا کامل اتباع۔

۷ - بدعات سے مکمل اجتناب۔

۸ - فریضہ دعوت و تبلیغ کی ادائیگی۔

۹ - کردار سازی یعنی معاشرہ میں صحیح العقیدہ مسلمان، صوفی، مبلغ، زندگی کے ہر شعبہ میں صابر و شاکر اور غلبۂ اسلام کے لیے کام کرنے والے افراد تیار کرنا۔

۱۰ - مذاہب باطلہ اور لادینی افکار کے خلاف جہاد۔

۱۱ - سلسلۂ عالیہ کا انتظام و انصرام حسب و نسب اور مروجہ پیری مریدی سے ہٹ کر خالصتاً روحانی اہلیت کی بنا پر چلانا۔

۱۲ - سلسلۂ عالیہ کے مرکز کا انتظام و انصرام اور اس کے تحت دنیا بھر میں مراکزِ ذکر کی تشکیل۔

۱۳ - حضرت المکرم رحمۃ اللہ علیہ اور سلسلۂ عالیہ کی جملہ تصانیف کا تحفظ طباعت اور نشر و اشاعت۔

۱۴ - ماہنامہ "المرشد" کی تدوین، طباعت و نشر و اشاعت۔

۱۵ - حضرت المکرم رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتی لائبریری کا انتظام و انصرام اور تحفظ و بقا۔

قواعد و ضوابط

دفعہ ۳ رکنیت

ا : **شرائطِ رکنیت** : سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ کے اغراض و مقاصد اور طریقِ روحانی تربیت سے اتفاق کرتے ہوئے جو بھی مسلمان روحانی جانشین کے ہاتھ پر بیعت کرے گا، ذکر و اذکار دیگر معمولات کے لیے جاری کردہ لائحہ عمل اور نظم و ضبط کی پابندی کرے گا۔ وہ سلسلۂ عالیہ کا رکن ہوگا۔

ب : **اخراجِ رکنیت** : جو رکن سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ کے مفادات کے منافی سرگرمیوں میں

ملوث پایا جائے۔ جن سے سلسلہ کی شہرت کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہو مجلسِ منتظمہ اس کی رکنیت ایک قرار داد کے ذریعہ ختم کر سکتی ہے۔ متعلقہ رکن کو صفائی پیش کرنے کا پورا موقع دیا جائے گا۔ اور اخراجِ رکنیّت کے لیے روحانی جانشین کی توثیق ضروری ہو گی۔

دفعہ ۴: ہیئتِ انتظامیہ

ا۔ ہیئتِ انتظامیہ حسبِ ذیل ہو گی

(۱) جانشینِ سلسلۂ عالیہ

(۲) مجلسِ منتظمہ

(۳) جنرل کونسل

ب۔ جانشینِ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ

چونکہ سلسلۂ عالیہ حسب ونسب، مروجہ پیری مریدی اور دنیوی مصلحتوں سے یکسر مختلف ہے۔ اس لیے جانشین سلسلہ روحانی اہلیت کی بنا پر مقرر ہو گا۔ حضرت المکرم حضرت مولانا اللہ یار خاں رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت مورخہ ۱۸ راگست ۱۹۸۲ء کے مطابق حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی سلسلۂ عالیہ کے نامزد کردہ پہلے روحانی جانشین ہیں۔ اسی طرح ہر روحانی جانشین اپنی زندگی میں ایسا جانشین نامزد کریگا جس کی روحانی اہلیت سب سے زیادہ ہو گی۔ حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کے بعد نامزد جانشین کا تقرر مجلسِ منتظمہ کی توثیق سے ہو گا۔ اور اگر کوئی روحانی جانشین اپنا جانشین نامزد کیے بغیر فوت ہو جائے گا۔ تو اس صورت میں مجلسِ منتظمہ روحانی جانشین مقرر کرنے کی مجاز ہو گی۔ روحانی جانشین کے لیے حضرت المکرم رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایات پر عمل کرنا لازم ہو گا۔ جن کو بطور کلیات دستور شق ج (۳) درج کیا جا چکا ہے۔ ان ہدایات سے انحراف جانشینی سے محرومی کا موجب ہو گا۔

ج ۔ مجلس منتظمہ

(۱) نامزد ممبران : ان میں سے ایک ناظمِ اعلیٰ ہوں گے ۔جو مجلسِ منتظمہ کے صدر بھی ہوں گے ۔

(۲) مجلسِ منتظمہ کے تمام ممبران تاحیات ہونگے ۔نئے ممبر کی تقرری صرف مندرجہ ذیل صورت میں کی جا سکے گی ۔

(ا) کسی ممبر کی فوتیدگی یا ذہنی وجسمانی عوارض کی صورت میں جو ادائیگیٔ فرائض کیلئے مانع ہوں ۔

(ب) مجلسِ منتظمہ کے باقی ممبران دفعہ ا (کلیاتِ دستور) کی شق ج (۳) میں دی گئی ہدایات کی خلاف ورزی کی صورت میں کسی ممبر کی علیحدگی کا اتفاقِ رائے سے فیصلہ دے دیں ۔علیحدگی کے فیصلہ سے پیشتر متعلقہ ممبر کو اپنا مؤقف پیش کرنے کا موقع دیا جائے گا ۔اور یہ فیصلہ روحانی جانشین کی توثیق کے بغیر موثر نہ ہو گا ۔

(ج) نئے ممبر کی تقرری مجلسِ منتظمہ کے باقی ممبران اتفاقِ رائے سے کرسکیں گے جس کے لیے جانشینِ سلسلہ کی توثیق لازم ہو گی ۔

د : جنرل کونسل

جنرل کونسل حسبِ ذیل ممبران پر مشتمل ہو گی ۔

(۱) ممبران مجلسِ منتظمہ

(۲) ممبران مجلسِ مشاورت

(۳) مجازین

(۴) ضلعی امرا

ر : مجلسِ مشاورت

مجلسِ مشاورت صاحب الرائے اراکین پر مشتمل ہوگی۔ جن کی تعداد دس تک ہوسکتی ہے۔ مجلسِ مشاورت کے اراکین کی تقرری مجلسِ منتظمہ کی سفارش پہ جانشین سلسلہ فرمائیں گے۔ جو تین سال کے عرصہ کے لیے ہوگی۔ کسی ممبر کی تقرری ایک سے زائد مرتبہ بھی کی جاسکتی ہے۔

س : مجازین

روحانی جانشین جس سالک کو دوسروں کی روحانی تربیت کے اہل سمجھتے ہوں۔ اور وہ اسے اس فریضہ پر مامور کر دیں۔ اسے مجاز کہا جاتا ہے۔ مجاز چونکہ خالصتاً ایک روحانی منصب ہے۔ اس لیے مجازین کا تقرر جانشینِ سلسلہ خود فرمائیں گے۔ جن کی کوئی تعداد متعین نہیں کی جاسکتی۔ حضرت المکرم رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت اور فرمان کے مطابق مجازین صرف مجازِ صحبت ہوں گے۔ مجازِ بیعت صرف روحانی جانشین ہوں گے۔ مجازین کا تقرر یا علیحدگی ناظمِ اعلیٰ اور مجلسِ منتظمہ کے مشورہ سے ہوگی۔

ص : ضلعی امرا

ضلعی امرا کا تقرر یا علیحدگی ناظمِ اعلیٰ کرسکیں گے۔ جس کے لیے روحانی جانشین کی تائید حاصل کرنا ضروری ہوگا۔

دفعہ ۵ : اختیارات و فرائض

ا : روحانی جانشینِ سلسلۂ عالیہ

روحانی جانشین سلسلۂ عالیہ کے سرپرستِ اعلیٰ ہونگے۔ اور اسے حضرت المکرم رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات وفرامین کے مطابق چلائیں گے۔

ب : مجلسِ منتظمہ

(۱) مجلسِ منتظمہ سلسلۂ عالیہ کے جملہ انتظام و انصرام۔ نظم و ضبط اور ظاہری و روحانی ہیئت کذائی قائم رکھنے کیلئے

بااختیار اور ذمہ دار ہوگی۔

(۲) مجلسِ منتظمہ کے فیصلے سلسلہ کے ہر فرد پر نافذ العمل ہوں گے۔

(۳) مجلسِ منتظمہ بوقتِ ضرورت روحانی جانشین کے تقرر کی مجاز ہوگی۔

(۴) مجلسِ منتظمہ روحانی جانشین کو علیحدہ کرنے کی مجاز ہوگی۔ بشرطیکہ روحانی جانشین۔ دفعہ ا (کلیاتِ دستور) ج (۳) سے انحراف کا مرتکب ہو۔

(۵) مجلسِ منتظمہ روحانی جانشین کی توثیق کے ساتھ ناظمِ اعلیٰ کی تقرری اور علیحدگی کی مجاز ہوگی۔

(۶) مجلسِ منتظمہ سلسلۂ عالیہ کی جملہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کی منتظم و وارث ہوگی۔ قرضہ جات کی ادائیگی وصولی۔ اور سلسلۂ عالیہ کی املاک کی خرید و فروخت کی ذمہ دار ہوگی۔ ان فرائض کی بجا آوری کے لیے مجلسِ منتظمہ کسی فرد یا کمیٹی کو بطور نمائندہ نامزد کر سکتی ہے۔

(۷) سلسلۂ عالیہ کے تمام ذیلی ادارے مجلسِ منتظمہ کے تابع ہوں گے۔ اور مجلسِ منتظمہ کا ہر ممبر کسی ایک یا زائد اداروں کا سربراہ ہوگا۔

ج : ناظمِ اعلیٰ

(۱) حضرت المکرم رحمۃ اللہ علیہ کی وصیّت کے مطابق (دفعہ ا شق س) کرنل مطلوب حسین صاحب سلسلۂ عالیہ کے پہلے ناظمِ اعلیٰ ہیں۔ کرنل مطلوب حسین صاحب کے بعد مجلسِ منتظمہ روحانی جانشین کی توثیق کے ساتھ ناظمِ اعلیٰ کے تقرر کی مجاز ہوگی۔ اور ناظمِ اعلیٰ کے دائرہ کار اور اختیارات کا تعین کرے گی۔

(۲) شعبۂ نظم براہِ راست ناظمِ اعلیٰ کے تحت کام کرے گا۔ یہ شعبہ ناظمِ اعلیٰ اور بمطابق ضرورت معاونین پر مشتمل ہوگا۔ جو ناظمِ اعلیٰ کے نامزد کردہ ہوں گے۔ اور جن کے تقرر کے لیے روحانی جانشین کی تائید بھی ضروری ہوگی۔ شعبۂ نظم مجموعی نظم و نسق، انتظاماتِ اجتماعات، اندرون و بیرون ملک تربیتی دوروں اور

سیکورٹی سے متعلقہ امور سرانجام دے گا۔

) جملہ تعمیرات شعبۂ نظم کا حصہ ہونگی۔ ناظمِ اعلیٰ بمطابق ضرورت مرکزی تعمیراتی کمیٹی اور ذیلی تعمیراتی کمیٹیاں قائم کریں گے۔

) ناظمِ اعلیٰ ضلعی امرا کی تقرری اور علیحدگی کے مجاز ہوں گے۔ ان فیصلوں کے لیے روحانی جانشین کی تائید حاصل کرنا ضروری ہوگا۔

: مجازین

مجازین اپنی ذمہ داری کے حلقہ میں روحانی تربیت کے فرائض سرانجام دیں گے۔ اور انتظامی امور میں ضلعی امرا کے مشیر ہوں گے۔ ہر تربیتی دورہ کے اختتام پر ناظمِ اعلیٰ کو مفصل رپورٹ بھیجنے کے پابند ہوں گے۔ اپنی ذمہ داری کے حلقہ سے باہر تربیتی دورہ کی صورت میں ناظمِ اعلیٰ اور متعلقہ صاحبِ مجاز کو قبل از وقت مطلع کریں گے۔

) : ضلعی امرا

۱۔ ضلعی امرا انتظامی امور میں ناظمِ اعلیٰ کے سامنے جوابدہ ہوں گے۔

۲۔ ضلعی امرا ناظمِ اعلیٰ کی طرف سے جاری کردہ ہدایات پر عمل درآمد کرنے کے پابند ہوں گے۔

۳۔ ضلعی امرا اپنے ضلع میں انتظامی مجلس نامزد کریں گے۔ جو پانچ ممبران پر مشتمل ہوگی۔ ضلعی انتظامی مجلس کی توثیق ناظمِ اعلیٰ کریں گے۔

) : مجلسِ مشاورت

مجلسِ مشاورت کے اراکین کی نامزدگی ان کی ذاتی اہلیت اور کسی نہ کسی شعبۂ زندگی میں مہارت کی بنا پر ہوگی۔ اور وہ سلسلۂ عالیہ میں مشاورت کا فریضہ انجام دیں گے۔

دفعہ ۶ : اجلاس

ا : مجلسِ منتظمہ

۱- مجلسِ منتظمہ کے سال بھر میں کم از کم تین اجلاس ہوں گے۔ جن میں نصف ارکان کی حاضری لازم ہوگی۔ ناظمِ اعلیٰ بوقتِ ضرورت اجلاس طلب کرنے کے مجاز ہوں گے۔ اور صدارت کے فرائض انجام دیں گے۔

۲- تمام فیصلے کثرتِ رائے سے کیے جائیں گے۔ تاہم کسی مسئلہ پر برابر آراء کی صورت میں روحانی جانشین کے نامزد کردہ ممبر کی رائے فیصلہ کن ہوگی۔ جو مجلسِ منتظمہ کے ارکان میں سے ہوگا۔

ب : جنرل کونسل

ناظمِ اعلیٰ کسی اہم معاملہ پر غور و خوض کے لیے جنرل کونسل کا اجلاس طلب کر سکتے ہیں جس میں نصف ممبران کی حاضری لازم ہوگی۔ اجلاس کی صدارت ناظمِ اعلیٰ یا ان کے نامزد کردہ مجلس منتظمہ کا کوئی اور ممبر کرے گا۔ جنرل کونسل کی سفارشات کے لیے حاضر ممبران میں سے دو تہائی افراد کی تائید ضروری ہوگی۔

ج : کورم

مجلسِ منتظمہ یا جنرل کونسل کے اجلاس میں کورم پورا نہ ہونے کی صورت میں اجلاس ملتوی کر دیا جائے گا آئندہ اجلاس میں کورم کی پابندی ضروری نہ ہوگی۔ جس میں حاضر شدہ ممبران کثرتِ رائے سے فیصلہ کرنے کے مجاز ہوں گے۔

دفعہ ۷ : نظامِ مالیات

شعبۂ مالیات براہِ راست مجلسِ منتظمہ کے تحت کام کرے گا۔ جس کا سربراہ مجلسِ منتظمہ کے ممبران میں سے ایک نامزد کردہ ممبر ہوگا۔ یہ ممبر ناظمِ بیت المال کہلائے گا۔ شعبہ مالیات تین ذیلی شعبوں پر مشتمل ہوگا۔

ا : شعبہ اجتماعی سرمایہ کاری بلاسود۔

ب : شعبۂ خازن جس کے انچارج مرکزی خازن ہوں گے۔ جو آمدنی و خرچ کے جملہ حسابات کے ذمہ دار ہوں گے۔

ج : شعبہ محاسب جسکے انچارج چیف آڈیٹر ہونگے اور وہ سلسلہ عالیہ کے جملہ حسابات کی جانچ پڑتال کے ذمہ دار ہوں گے۔

نوٹ : (مرکزی خازن اور چیف آڈیٹر کی تقرری مجلس منتظمہ کرے گی۔)

دفعہ ۸ : ذیلی ادارے

ا : دارالعرفان

حضرت المکرم رحمۃ اللہ علیہ نے مضافات منارہ ضلع چکوال میں دارالعرفان کی تعمیر کا حکم صادر فرمایا۔ اور اس کی بنیاد رکھی۔ آپ نے دارالعرفان منارہ کو سلسلۂ عالیہ کا مرکز مقرر فرمایا۔ دارالعرفان، منارہ، ضلع چکوال سلسلۂ عالیہ کا مرکز ہوگا۔ جس کے تحت حسب الارشاد حضرت المکرم رحمۃ اللہ علیہ اندرون ملک اور دنیا بھر میں ذیلی دارالعرفان قائم کیے جائیں گے۔ ذیلی دارالعرفان پر مندرجہ ذیل قوانین کا اطلاق ہوگا۔

(۱) ذیلی دارالعرفان مرکزی دارالعرفان کا حصہ ہوں گے۔

(۲) ذیلی دارالعرفان کی تعمیر سے پیشتر مجلسِ منتظمہ کی اجازت ضروری ہوگی۔ قبل از اجازت تعمیر کی صورت میں ذیلی دارالعرفان مجلسِ منتظمہ کی تحویل میں دیئے جائیں گے۔ جس سے قبل انہیں دارالعرفان کہلانے کا استحقاق نہ ہوگا۔

(۳) ذیلی دارالعرفان کا مقامی انتظام و انصرام متعلقہ ضلعی انتظامی کونسل کے سپرد ہوگا۔ بصورتِ دیگر ہر ذیلی دارالعرفان کے لیے مجلسِ منتظمہ الگ انتظامی کمیٹی قائم کرے گی۔ جو براہ راست ناظم اعلیٰ کے تحت کام کرے گی۔

(۴) مرکزی دارالعرفان اور ذیلی دارالعرفان سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ منارہ ضلع چکوال کی ملکیت ہوں گے۔

ب : ادارہ نقشبندیہ اویسیہ رجسٹریشن نمبر RP/۱۷۳/۰۱، ۱۹۸۵، ۱۹۸۴ء

۱- اغراض و مقاصد

(ا) حضرت المکرم رحمۃ اللہ علیہ اور سلسلۂ عالیہ کی جملہ تصانیف کی طباعت، نشر و اشاعت و تحفظ عن التحریف۔

(ب) مذکورہ بالا تصانیف کا دوسری زبانوں میں ترجمہ، طباعت و نشر و اشاعت۔

(ج) ماہنامہ "المرشد" کی تدوین و اشاعت۔

(د) حضرت المکرم رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتی لائبریری کا تحفظ و بقا۔

(ہ) احیاء و تبلیغِ دین۔

۲- طریق کار

(ا) ادارۂ نقشبندیہ اویسیہ رجسٹرڈ شدہ طریقِ کار بمطابق (۸۵-۱۹۸۴-/۱۷۳/RP) پر عمل درآمد کا پابند ہو گا۔ اور مجلسِ منتظمہ کی زیرِ نگرانی و ہدایت کام کرے گا۔

(ب) ناظمِ نشر و اشاعت : حضرت المکرم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وصیت کے ذریعہ پروفیسر حافظ عبدالرزاق صاحب کو ناظمِ نشر و اشاعت مقرر فرمایا۔ حافظ صاحب کے بعد ناظمِ نشر و اشاعت کی تقرری مجلسِ منتظمہ کرے گی۔ ناظمِ نشر و اشاعت کی معاونت کے لیے کمیٹی نشر و اشاعت تشکیل دی جائے گی۔ جو مجلسِ منتظمہ نامزد کرے گی کمیٹی نشرِ اشاعت کے ممبران کی تقرری دو سال کے لیے ہو گی۔

ج) صقارہ اکادمی

۱- صقارہ اکادمی (جونیئر سیکشن) دارالعرفان میں بچوں کو میٹرک تک تعلیمی نصاب پڑھانے اور انہیں زندگی کے مختلف شعبوں میں کامیاب کرنے کے ساتھ ساتھ روحانی تربیت دینے کی پابند ہو گی۔

اس اکادمی کا سینئر سیکشن اویسیہ سوسائٹی لاہور میں قائم کیا جائے گا۔

۲- صقارہ اکادمی کی اپنی ایک انتظامی کونسل ہوگی۔ جو مجلسِ منتظمہ کی نامزد کردہ اور مجلسِ منتظمہ کی توثیق لازم ہوگی۔

۳- صقارہ اکادمی سے متعلقہ قوانین وضوابط اس کی انتظامی کونسل خود مرتب کرے گی۔ جس کے لیے مجلسِ منتظمہ کی توثیق لازم ہوگی۔

۴- صقارہ اکادمی کی انتظامی کونسل دیگر اضلاع میں بھی پرائمری تعلیم کی برانچیں قائم کرنے کی مجاز ہوگی۔

۵- اکادمی اپنے مالی معاملات کی خود ذمہ دار ہوگی۔

۶- جملہ املاک صقارہ اکادمی سلسلۂ نقشبندیہ اویسیہ کی ملکیت ہوں گی۔

(د) ہاؤسنگ سوسائٹیز

۱- سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ کے ممبران کو بہتر اور ارزاں رہائشی سہولتیں مہیا کرنے کے لیے مجلس منتظمہ کی زیرِ نگرانی بوقتِ ضرورت مختلف مقامات پہ ہاؤسنگ سوسائٹیز قائم کی جائیں گی۔ ان تمام سوسائٹیز کے قواعد وضوابط مجلسِ منتظمہ کی توثیق سے جاری کیے جاسکیں گے۔

۲- مجلسِ منتظمہ ہاؤسنگ سوسائٹیز کے لیے ایک الگ کمیٹی نامزد کرے گی۔ جو ہاؤسنگ سوسائٹیز کے تمام امور کی نگہداشت کرے گی۔ اور مجلسِ منتظمہ کو جملہ امور سے باخبر رکھے گی۔

۳- ہاؤسنگ سوسائٹیز مالی لحاظ سے خود مختار ہوں گی اور اپنے حسابات جانچ پڑتال کے لیے مجلس منتظمہ کی نامزد کردہ نگران کمیٹی کو مقررہ وقفہ کے بعد پیش کرتی رہیں گی۔

(س) مجلس منتظمہ کی منظوری سے بوقتِ ضرورت مزید ذیلی ادارے قائم کئے جاسکیں گے۔ جو مجلسِ منتظمہ کے تحت کام کریں گے۔

دفعہ ۸ : باتنخواہ عملہ

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ کی مختلف اور وسیع ضروریات کے پیشِ نظر اعزازی عہدیداران کے علاوہ تنخواہ دار ہمہ وقتی کارکن بھی درکار ہوں گے۔ ایسے ملازمین کی تنخواہوں اور شرائطِ ملازمت سے متعلقہ قواعد و ضوابط کی تیاری اور تعیناتی اس ادارے کی ذمہ داری ہوگی۔ جس کے ساتھ یہ ملازمین منسلک ہوں گے۔ متعلقہ ادارے کا سربراہ کسی تنخواہ دار ملازم کی تعیناتی کے تین ماہ کے اندر مجلسِ منتظمہ کی منظوری حاصل کرنے کا پابند ہوگا۔

دفعہ ۹ : ازالہ شکایات

باہمی شکایات کے ازالہ کے لیے درجِ ذیل طریق کار اختیار کیا جائے گا۔

۱- اگر ساتھیوں کے مابین کوئی شکایت باہمی افہام و تفہیم سے حل نہ ہو سکے۔ تو معاملہ ضلعی امیر کے سامنے پیش کیا جائے۔ اگر ضلعی سطح پر شکایات کا ازالہ نہ ہو۔ تو فریقین کا مؤقف قلم بند کرنے کے بعد ضلعی امیر اپنی رائے کے ساتھ معاملہ ناظمِ اعلیٰ کو پیش کرے۔

۲- اگر شکایت ضلعی امیر سے ہو۔ تو کسی پرانے ساتھی کے ہمراہ یا براہ راست ضلعی امیر سے وضاحت طلب کرے۔ اگر اطمینان نہ ہو۔ تو اپنی شکایت قلم بند کرکے ضلعی امیر کے حوالے کرے اور ایک کاپی براہ راست ناظمِ اعلیٰ کو بھجوا دے۔ ضلعی امیر اس شکایت پر اپنا موقف درج کرتے ہوئے ناظمِ اعلیٰ کو بھجوا دے۔

۳- اگر ضلعی امیر کو کسی ساتھی سے شکایت ہو تو ایسے ساتھی سے وضاحت طلب کرے۔ عدمِ تشفی کی صورت میں ساتھی کا تحریری مؤقف اپنی رائے کے ساتھ ناظمِ اعلیٰ کو بھجوا دے۔

۴- اگر ضلعی امرا یا مجازین کے مابین کوئی شکایت کا پہلو ہو۔ تو براہ راست آپس میں افہام و تفہیم سے

حل کریں۔اگر ازالہ نہ ہو سکے۔ تو فریقین معاملہ ناظمِ اعلیٰ کو پیش کریں۔اگر شکایت کسی ایک فریق کی طرف سے پیش کی جائے۔ تو ناظم اعلیٰ دوسرے فریق کا مؤقف تحریری طور پر حاصل کریں۔

۵۔ ناظمِ اعلیٰ ذاتی مداخلت سے فریقین کے مابین ازالہ شکایات کی کوشش کریں۔اگر ناظم اعلیٰ اپنی سطح پر رفع شکایت نہ کر سکیں تو معاملہ مجلسِ منتظمہ کے سامنے پیش کریں۔

۶۔ مجلسِ منتظمہ کا فیصلہ فریقین پر لازم ہوگا۔ تاہم عدمِ تشفی کی صورت میں متعلقہ فریق ناظمِ اعلیٰ کے ہمراہ اپنا موقف روحانی جانشین کی خدمت میں پیش کر سکتا ہے۔

۷۔ کوئی ساتھی مندرجہ بالا صورت کے علاوہ کسی حالت میں بھی کسی دوسرے ساتھی کے خلاف براہِ راست روحانی جانشین کے سامنے شکایت پیش نہیں کرے گا۔

دفعہ ۱۰ : طریقہ ترمیم

دستور العمل میں ترامیم مجلسِ منتظمہ دو تہائی اکثریت سے کر سکے گی۔ لیکن دستور العمل کی دفعہ ۱۱ اس سے مستثنیٰ ہوگی۔

دفعہ ۱۱ : مصرفِ املاک بصورت عدمِ وجود۔

اگر کسی وقت ناگزیر وجوہات کی بنا پر ذیلی اداروں کے عدمِ وجود کی صورت پیدا ہو جائے۔ تو اس وقت کی مجلسِ منتظمہ کو اختیار ہوگا۔ کہ وہ سلسلہ عالیہ کی جملہ املاک منقولہ و غیر منقولہ کو فروخت کرے۔ اور ان کی مالیت اتفاقِ رائے سے کسی دینی یا رفاہی ادارے کو منتقل کر دے۔

یادیں
اُن کی

آخری ملاقات ــــــ محمّد مُزمّل حق ــــــــــــ ۱۲۳
یادیں اُن کی ــــــ میجر غلام محمّد ــــــــــــ ۱۲۵
وہ ہستیاں ــــــ ابُو محمّد عمیر ــــــــــــ ۱۳۳
ایک ہی ملاقات ــــــ عبدالاوّل جلال آبادی ــــــــــــ ۱۳۵
اُن سے ملے تھے ــــــ ظفر احمد قریشی ــــــــــــ ۱۳۸
کیا وہ چکڑالوی تھے؟ ــــــ سیّد پیر محمّد ظہور شاہ ــــــــــــ ۱۴۰
چند یادیں ــــــ محمّد اسلم جاوید کمبوہ ــــــ ۱۴۴